مرقعِ ادب

حصّۂ دوم

از

جناب صفدر مرزاپوری

جسمیں اُن نایاب خطوط کا مجموعہ ہے جنہیں مُلک کے نامور ادیب اور سربرآوردہ حضرات نے ایک دوسرے کے نام لکھا ہے۔ اسمیں کا حرف حرف سند ہے ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی ہے۔ زبان اُردو سیکھنے کے لئے موجودہ زبان اُردو کا بہترین مرقع ہے۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے نامور و باکمال شعراء اور مشاہیر کے سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ایک بین نظر کے لئے مکتوب اور مکتوب الیہ حضرات کا خاصہ تذکرہ ہے۔ اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث کی ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے۔

قیمت دو روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: صدیق بک ڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتبہ

عالیجناب صفدر مرزاپوری

دارالاشاعت صدیق بکڈپو لکھنؤ

مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ

فہرست مضامین

تعارف

ناظرین سے اُن حضرات کا جنکے خطوط مُرقع ادب مین درج ہین

غالب نجم الدولہ مرزا نوشہ غالب نام مرزا اسد اللہ خان۔ آپ کا نام نامی دنیائے ادب مین محتاج تعارف نہین یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اُردو مین خطوط نویسی کی نئی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔

امیر الانشا دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ریاست ٹونک۔ آپ اُردو مین ایک خاص طرز تحریر کے موجد ہین آپ کے خطابات آپ کے کمالات کے سامنے شرمندہ ہین اُردو ادب کے والہ و شیدا ہونے کے علاوہ صاحب تصنیف و تالیف بھی ہین۔

اَوج: نام مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر مرحوم آپنے فن مرثیہ گوئی کو کمال پر پہونچایا فن شعر مین آپ کی تحقیق کا پایا بہت بلند تھا جس کی شہادت آپ کی تالیف موجود ہے۔ نثر مین آپ کو مزاولت کم تھی یہ ایک خط بطور یادگار تبرکاً درج کیا گیا۔

اعظم سید محمد اعظم لکھنوی آپ کا تخلص مذاق ہے اور وطن کان پور کسی زمانہ مین شاعری کا شوق تھا کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے نثر کا نمونہ یہ خط ہے۔

اَدیب نام محمد لال خان صاحب آپ کو اُردو ادب سے خاص دلچسپی ہے پولیس مین ہیڈ کانسٹبل ہین نثر بھی اچھی لکھ لیتے ہین۔

باسط: نام باسط علی جناب جگر بسوانی کے ارشد تلامذہ سے ہین شاعری سے بیحد ذوق ہے ملک کے اچھے کہنے والون مین انکا شمار ہے ملک کے اعلیٰ درجہ کے اخبارات و رسالے انکے کلام سے مستفیض ہوتے ہین نثر کا نمونہ ان کے یہ خطوط ہین جو مرقع ادب مین درج کئے گئے ہین۔

بشیر نام بشیر احمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس ہین یہ ایک خط جو اس مُرقع مین درج کیا گیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ اُردو ادب کے دلدادہ ہین اور خود بھی اچھا لکھنے کی کوشش کرتے ہین۔

بیصبر۔ نام محمد اسحاق وطن بریلی۔ آپ ملک کے مشہور نثر پرداز ہیں مگر باوجود اس کے
کہ جناب بسمل بریلوی نے بیصبر صاحب کے خطوط مجھے بہت سے دیے تھے اور میں نے پانچ چھ
قطعہ خط انتخاب بھی کئے مگر وہ اوراق کتابت کے وقت اصل مسودہ سے کھو گئے جس کا مجھے بے حد افسوس
ہے اصل موجود ہے۔ بشرط حیات تیسرے حصہ میں یہ خطوط درج کئے جائیں گے۔

ثابت۔ نام افضل حسین وطن لکھنؤ۔ غزل گوئی میں آپ حضرت امیر مینائیؒ کے شاگرد ہیں مرثیہ
گوئی میں مرزا دبیر مرحوم کے خاندان سے تعلق ہے آپ کی انشا پردازی و قابلیت مسلم ہے۔
حیات دبیر کے دو حصے جس محنت و عرق ریزی سے آپ نے لکھے اس کا تعلق دیکھنے سے ہے
جو مولف کی قابلیت کی تحریری دستاویزیں ہیں۔

جلال فخر شعرائے ماضی و حال۔ نام سید حکیم ضامن علی وطن خاص لکھنؤ۔ آپ ملک کے
مستند اساتذہ حضرت امیر مینائی و فصیح الملک جناب داغ مرحوم کے معاصرین میں تھے چار دیوان
کے علاوہ رسالہ تذکیر و تانیث بھی آپ کی تالیف ہے سرمایۂ زبان اردو جو اردو کا بہترین لغت ہے
وہ بھی جناب جلال ہی کے نام سے منسوب ہے۔

جاوید۔ نام سید محمد کاظم آپ کا نام تخلص سے زیادہ مشہور ہو گیا آپ لکھنؤ کے ایک خاندان اجتہاد سے
تھے لکھنؤ کے مشاہیر مسلم الثبوت استاد تھے آپ کے کلام میں درد و اثر کے علاوہ رنگینی زیادہ تھی۔

جمیل۔ نام سید جمیل احمد وطن سہسوان شاعر دربار ریاست بجہیاں آپ ملک کے مشاہیر اساتذہ
میں ہیں عربی فارسی میں بھی منتہی ہیں تاریخ گوئی میں آپ بے نظیر ہیں میرے خاص عنایت فرما ہیں۔

جالب۔ آپکا تخلص اس قدر مشہور ہے کہ اصل نام کے لکھنے کی ضرورت نہیں اخبار نویسی
میں آج حضرت جالب دہلوی کا جواب نہیں آپ کی وسیع معلومات نے آپ کو اخباری دنیا میں
ممتاز بنا رکھا ہے اس وقت اخبار ہمدم جس کی چند سال سے عالم میں کافی شہرت ہے آپ ہی کی
اڈیٹری میں نکل رہا ہے۔ شاعری میں نسبت تلمذ حضرت داغ سے ہے شاگرد ہیں مگر روزانہ اخبار
کی اڈیٹری اتنی اجازت نہیں دیتی کہ شعر و سخن کی طرف آپ توجہ کر سکیں۔

حسن۔ نام سید محمد [illegible] وطن لکھنؤ [illegible] خاندان باکمال اساتذہ میں ہے جو اس وقت
تعلیم یافتہ جماعت میں [illegible] ہے حضرت [illegible] مرحوم آپ کی

[illegible] ہین

خالد۔ نام مولوی محمود احمد گو آپ کا وطن بنگال ہے مگر نثر ایسی پیاری اور دلفریب لکھتے ہین کہ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ تشنا نشتر مرقع ادب کے تیسرے حصہ مین جو خطوط آپ کے باقی ہین وہ بھی شامل کیے جائینگے۔

عظیم۔ نام مولانا مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھپور۔ آپکو نثر و نظم دونون مین یدطولیٰ حاصل ہے آپ کے تبحر علمی مذاق سلیم سخن فہمی کا ایک زمانہ قایل ہے سخاوت مین حاتم دوران شجاعت مین رستم زمان ہین۔ ایک ادنیٰ سخاوت یہ ہے کہ ایک مطلع کے صلہ مین لسان الملک حضرت ریاض کو ایک ہزار کی رقم مرحمت فرمائی۔ حال ہی مین علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو اپنا کتب خانہ جس مین کئی ہزار روپیہ کی گران بہا کتابین تہین دیکر ملک و قوم پر ایک احسان عظیم کیا۔ سبحان اللہ۔

شبلی۔ شمس العلما علامہ شبلی نعمانی وہ باکمال بزرگ گذرے ہین جنکے تعارف کی چندان ضرورت نہین جنکے شہرۂ آفاق تصنیف و تالیف ہین۔ فن تاریخ دانی مین ہندوستان مین تو کیا یورپ مین بھی آپکا جواب نکلے گا۔ آپ کے کمال پر آپ کے وطن اعظم گڈھ کو جسقدر بھی فخر ہو کم ہے۔

شفق۔ نام [illegible] صاحب۔ مین انسے واقف نہین محبی تمنا لکھنوی نے انکا ایک خط جو نظم مین ہے مع اپنے جواب کے مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ تمنا حضرت جاوید لکھنوی کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ خود نثر نگار خاص بھی ہین شعر اچھا کہتے ہین اور اپنے استاد کے جانشین بھی ہین۔

صریر۔ نام مولوی محمد احمد صاحب خلف اکبر حضرت امیر مینائی مرحوم استاد اعلیحضرت نواب صاحب رامپور۔ آپ ماہر فن ہین عربی فارسی کی کتابین لکھی ہوئی ہین مگر شاعری کی طرف توجہ کم ہے بے انتہا خلیق اور منکسر مزاج ہین۔

عظیم۔ محمد عظیم خان وطن الہ آباد۔ لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے ارشد تلامذہ مین ہین شاعری مین نازک خیالی اور بات مین بات پیدا کرنا خاص ان کا حصہ ہے۔ تلہر ضلع شاہجہانپور مین سکریٹری میونسپل بورڈ تھے۔ آجکل لکھنؤ مین قیام ہے۔

عاصی نام احمد خان وطن کسمنڈی آشنا واقف ہون کہ آپ اودھ پنچ مرحوم کے نامور و قابل
نامہ نگارون مین تھے اور ظریفانہ رنگ مین خوب لکھتے تھے۔

عزیز نام خواجہ عزیز الدین وطن لکھنؤ آپ کی فارسی دانی کی ہندوستان ہی مین نہین
بلکہ ایران مین بھی شہرت تھی مثنوی ید بیضا کا جواب آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم اے رشک خاقانی و انوری آپکا وطن مچھلی شہر ضلع جونپور ہے
آپکو زبان اردو سے سچی محبت ہے آپکا طرز تحریر سب سے نرالا ہے آپنے زبان اردو مین ایک نئی روح
پھونکی ہے میرے اصرار پر مرقع ادب کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر مجھے رہین منت فرمایا۔

مولانا محمد عبدالحق بی اے پرنسپل کالج و آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن آپ
محسن زبان اردو ہین اردو کو آج آپ ہی کی ذات والا صفات پر ناز ہے اردو کی عزت و پائداری
جناب ہی کے دم سے ہے آپ جو خدمت اردو کی اپنے رسالہ "اردو" کے ذریعے کر رہے ہین وہ
اہل ملک کے لئے باعث فخر ہے آپنے قواعد اردو تصنیف فرما کر اردو کو رہتی دنیا تک رہین منت بنالیا
آپ کے احسانات سے زبان اردو قیامت تک سبکدوش نہین ہوسکتی دل سے دعا ہے کہ آپکا
سایہ ہمیشہ یونہی زبان اردو کے سر پر قائم رکھے۔

عشرت نام خواجہ عبدالرؤف وطن لکھنؤ آپ ۴۰ سال سے لگاتار ادبی خدمت کر رہے ہین
ملک کے وقیع رسالون اور اخبارون مین آپ کے ادبی تاریخی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے ہین
آپ کی تصانیف و تالیفات اکثر کو ادب کی پیاس بجھاتے ہین آپ کی کتابین ملک مین
بہت مقبول اور فائدہ رسان ہین آپ کے تلامذہ ملک مین کثرت سے پائے جاتے ہین۔

مشتاق نام بہاری لعل وطن دہلی مرزا نوشہ غالب کے شاگرد ہین کلام پاکیزہ اور شاعرانہ
عیوب سے پاک و صاف ہوتا ہے اس سے زیادہ حالات واقف نہین۔

مضطر اعتبار الملک خطاب نام فتح حسین وطن خیرآباد تلمیذ حضرت امیر مینائی
آپ اصناف سخن پر قادر تھے اور آپ کے تمام شعر کی عظمت دل سے آپ کی بھی آرسی تھی
افسوس کہ حال ہی مین آپنے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا شعر بھی شاعرانہ طرز کی ہوتی تھی

محشر نام مرزا کاظم حسین وطن لکھنؤ آپ فن کے تمام شعر مین ایک امتیازی درجہ رکھتے

ہیں آپ کا دیوان "آفتاب محشر" اور قصائد کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے ایک خصوصیت آپ میں یہ ہے کہ اگر کسی کا بھی شعر اچھا ہے تو اس کی داد دینے میں بخل نہیں فرماتے۔ پہلے حضرت جاوید مرحوم کے شاگرد تھے بعد کو حضرت عارف نبیرۂ انیس مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔

شیخ محمد مختار احمد عرف منے میاں قدوائی بی اے ایل ایل بی رئیس تعلقدار ضلع بارہ بنکی

آپ ایک طباع و ذہین نوجوان ہیں نثر میں متانت کے ساتھ شوخی کا بھی جزو ہے۔ خدا نگاہ بد سے محفوظ رکھے۔

نشتری نام نبی نشتری جان وطن لکھنؤ شاعری میں حضرت شمس سے تعلق تھا لکھنؤ کی مشہور معروف طوائف نثر میں بھی شاعری کی طرح قدرت حاصل تھی جس کا نمونہ یہ خط ہے جو مرقع ادب کی زینت میں صرف کیا گیا۔

سید نصیر الدین تمنا وطن الہ آباد آپ اودھ پنچ کے نامور نامہ نگار تھے ظریفانہ رنگ میں بہت خوب لکھتے ہیں میرے خاص عنایت فرما ہیں ۱۹۰۷ء میں جب الہ آباد میں میرے اہتمام سے اخبار "اسرار عالم" نکلتا تھا اس میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

نیر نام مولوی نور الحسن بی اے ایل ایل بی وطن کاکوری ضلع لکھنؤ آپ حضرت مولانا محسن کاکوروی کے قابل و ہونہار فرزند دلبند ہیں آپ کے ادبی ذوق نے آپ کی وکالت چھڑوا دی علاوہ عالم و فاضل ہونے کے آپ ایک خزانہ تحقیق کے بھی مالک ہیں جس سے آپ کا نام بقائے اردو تک اتا رہے گا۔ "نور اللغات"

واقف نام سید محمد افضل وطن الہ آباد۔ میں حضرت اسی قدر واقف ہوں کہ آپ نظم و نثر اردو کے دلدادہ ہیں نثر کا نمونہ آپ کا یہ خط ہے جو مرقع کے دامن میں ٹانک دیا گیا ہے۔

ہادی نام محمد ہادی بی اے ایل ایل بی وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ آپ کی دلآویز نظمیں اور دلفریب تحریریں ملک کے رسالوں اور اخباروں میں کثرت سے شائع ہوا کرتی ہیں جو آپ کی قابلیت و ہمہ دانی کا آئینہ ہیں۔

نوٹ جن حضرات کا تعارف مرقع ادب حصہ اول میں ہو چکا ہے انکے مکرر تعارف کی یہاں ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ مفقر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

دنیا مین جتنی ترقی اور زندگی کے ساتھ دلچسپی ہے اُسکی محرک اور مؤثر قوت ادبیات کی ہے نثر ہو یا نظم دونون مین دورگذشتہ کے انسانی علم و عمل کے کارنامجات محفوظ ہوتے ہین جن کے پڑھنے سے آئیوالی نسلون کو تحریک پرداز و اقدام کی ہوتی ہے۔

تاریخ قومون کی زندگی مین بہت کافی اثر اور وزن رکھتی ہے یہ ادب کے ذخائر تخیل و عمل کا شعبہ اہم ہے اسی طرح موجدون محققون سیاحون اور مدبرون کے حوالجات اور مذاکرات گو علوم و فنون کے تعینات کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہین مگر در اصل اُن کا مجموعہ حروف و سطور ادب کے ضمیمے ہین اور ادب ہی کا وجود دنیا مین موجب زندگی و روح پیدا عمل ہے جسطرح نظم کا مؤثر طریقہ رباعی کے اختصار مین ہے اُسی طرح نثر کا مؤثر طریقہ خط مین ہے۔ دنیا کی ہر زبان مین خطوط کا مجموعہ ہے اور بعض مشاہیر فضلاء کے اخص ترین خصوصیات دماغی کا جوہر خطون کے اندر پایا جاتا ہے۔

یورپ کے بعض سیاسی انقلابون مین گمنام لکھنے والون کے خطون نے خیالات حریت و جذبات ایثار کی آتش افروزی مین بہت اشتعال دیا صوفیائے کرام

سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے وہ اپنی خصوصیات اپنی ادبی رنگینی اور شان قدیم کے لحاظ سے فرد ہین۔

یہ زبان اُردو کی مقبولیت اور ہمہ گیری ہے کہ اُس نے ایشیا مین اب وہ جگہ حاصل کرلی ہے جو فرانسیسی زبان کی یورپ مین ہے۔ اسکی ہر دلعزیزی و وسازگاری علوم و فنون اِس سے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹیان اپنے تعلیمات و افادات اسکی وساطت سے پھیلانا چاہتی ہین جسطرح پانی اپنی روانی مین قدرتی جزر و مد کی کیفیت رکھتا ہے اور بغیر سطح کا پیمانہ برابر کرلیتا ہے اُسی طرح اُردو زبان مین جو قوت جاذبہ اور جو سیل وشی ہے اُس نے اسکو دنیا کی زندہ اور جوان زبانون مین شمار کرا دیا ہے۔

اس لیے اِس سے قطع نظر کرتے ہوے صرف دو دو باتین ناظرین سے کرکے اپنے ناچیز انتخاب کو جسمین ملک کے مشاہیر اہل قلم کی نکتہ سنجیون اور مضمون آفرینیون نے جگہ پائی ہے۔ نذر ناظرین کرتا ہون یہ مرقع اُن پیاری پیاری تصویرون کا البم ہے جسمین اُردو کی نکیلی چھبیلی زبان کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اسمین کسی کافر کو کلام ہو سکتا ہے کہ تمام قومی ضرورتون مین زبان کی ترقی نہایت ضروری ہے روزمرہ کے کامون مین اُردو سے بہتر کوئی زبان نہین اُسکی شاعری نہایت حسین روح پرور ہے جب کبھی کسی شاعر کے قلم سے زبان کے سانچے مین ڈھل کر کوئی شعر نکل جاتا ہے پڑھنے والون اور دیکھنے والون کو اتنی بھی اجازت نہین دیتا کہ وہ دونون ہاتھون سے کلیجا تو سنبھال لین مثلاً سرتاج ملک حضرت ریاض فرماتے ہین ؎

بڑے صاف باطن بڑے پاک طینت ... یہ حق آپکو خوب ہم بھی جانتے ہین

ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ ہماری زبان کی شیرینی اور جامعیت پرانی زبانون سے
اگر آگے نہین نکل گئی ہے تو کسی سے پیچھے بھی نہین ہی۔ یہ اور بات ہے کہ آجکل
کے نئے تعلیمیافتہ حضرات اسکی قدر نہ کرین۔

اہل عرب نے اپنے اقبال کے دور مین پہلے لٹریچر ہی کو درست کیا۔ پھر
علوم یونانی کی طرف توجہ کی اور شاعری جو فطرت نے انسان کے غم غلط کرنے کو
دی ہے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان مین بھلی نہین معلوم ہوتی کسی قوم کو
غیر زبانی نغمہ سرائی کر کے اپنی طبیعت بہلاتے نہین دیکھا۔ اہل عجم باوجود اسکے کہ
علوم یونان کے والہ و شیدا رہے انھون نے یونان کی شاعری کیطرف نظر اٹھا کر بھی نہین دیکھا
اردو ہی سے ہماری ہستی کا ثبوت ہے جب تک اردو ہے ہمارا مٹنا ناممکن ہے۔
اور جب تک ہم ہین اردو کو بھی نہ مٹنا چاہیے۔ ہم تمام ہندوستان کی زبانین
اپنی زبان مین ملا سکتے ہین جب عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی زبان
کے الفاظ جذب کرنے کی اسکو قوت حاصل ہے تو اس سے کس کو انکار ہے کہ اردو کو
کسی سے عار نہین کسی سے تکرار نہین۔

اس دور مین لکھنے والے تو بہت اچھے ہین مگر بقول خان بہادر سید
ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دنیا مین اچھے خط و خال کی ہزارون پیاری تصویرین
ہین پہ جسپر مرے ہے وہ بات کچھ اور ہے۔ عشق کو آب رنگ جہان اس لیے کہتے
ہین کہ اس کے نیرنگ مین عجیب لطف ہے۔ رنگ روے نگار اور
ہے۔ رنگ بہار اور ہے۔ دم سرد اور، نسیم سحر اور، چشم پر خون
اور، مے گلگون اور، بلبل کی نغمہ سنجی اور فاختہ......

کی کو گوا اور اسی طرح ہر چیز خاص لطف رکھتی ہے۔ اس مرقع میں بھی مختلف اشخاص اردو کے لٹریچر کے نمونے ہیں جنمین شُستگی عبارت شیرینی گفتار، ادائے بیان اور لطف زبان کے ساتھ وسیع معلومات کا ذخیرہ آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

مُلک کے اہل نظر ادب کے عروج اور ترقی کا ذریعہ اس ادبی خدمت کو اگر قرار دین تو ایک حد تک مین خود کو کامیاب سمجھ سکتا ہون۔ کیونکہ ان نادر و نایاب خطوط کی تلاش مین مجھے بڑی بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس بے سر و سامانی مین سفر کی زحمتین بار بار اُٹھانا پڑین۔ جہان کہین غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط کا پتا چلا۔ وہین پہونچ گیا۔ کم سے کم اصل نہین تو نقل ضرور مل گئی۔ بجز ایک صاحب کے جنکی ذات نے نقل بھی دینا گوارا نہین کیا بلکہ نقل کیا ہوا مسودہ میرے ہاتھ سے واپس لے لیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے دلدادگان زبان کو اپنے ہی پاس بُلا لے تو اچھا مین ایسے حضرات کا نام لکھنا اپنے مرقع کی توہین سمجھتا ہون۔ بہرحال جہان تک مجھسے ہو سکا مین نے اس مرقع کی دلچسپی کے سامان فراہم کرنے مین کمی نہین کی۔ انسان اپنے امکان بھر محنت کرتا ہے مگر

قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

یہ میرے بس کی بات نہین۔ دُعا ہے کہ میرا یہ ناچیز انتخاب اہل نظر کا نور نظر بنے اور کامیابی کا سہرا ذوق و غالب و امیر و داغ و جلیل و اختر کے سہرون کی طرح میرے سر رہے۔

مین آخر مین مندرجۂ ذیل محترم احباب کا شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے اساتذہ و احباب کے خطوط میری ناچیز استدعا پر مجھے مرحمت فرما کر مرقع کو مُرقع بنا دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

اُردو کو وجود میں آئے تقریباً ساڑھے تین سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا اس عمر کو دیکھتے ہوے اُسکے طفلی کا دور ہے اور دوسری زبانوں پر نظر کرتے ہوے اُسکے بچپن کا زمانہ جان جانان پر رحمت خدا کی۔ میر تقی، سودا، ناسخ، آتش۔ ذوق، مومن انیس دبیر، داغ، امیر کے مزار زیارت گاہ دنیا ہیں کہ اُردو بھی اُنکے دم سے زبان ہونے کا دم بھرنے لگی اور بزم زبان میں وہ شہ بالے کی بھی جگہ پانے کے لایق ہوگئی۔

اسکی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوے اچنبھا ہوتا ہے کہ کب پیدا ہوئی کس طرح پلی اور بڑھی بن سنور کر عروج حاصل کیا اور کہاں سے کہاں تک اسکی لطافت کا سامان مہیا ہوا۔

کل کی بات ہے کہ اسمیں جب دیوانوں کے سوا کچھ نہ تھا زبان صرف شاعری تک محدود تھی لطف زبان صرف نظم تک تھا۔ اسکے نثر کا دامن علم و خیال کے شرف سے عاری تھا۔ اسمیں بولی ٹھولی کا مزہ تھا نہ لطف سخن و لذت کلام نہ اسمیں وہ کیف جو نظم میں اور شعر میں نظر آتا۔ وجہ اسکے پڑھنے سننے سے اکثر بیزاری سی ظاہر ہو جاتا اور ایک سنجیدہ و متین انسان کی وجہ سے گریز کیا کرتے تھے۔

انھوں نے جو کچھ کہا اُن کا اندوختہ گنتی کے دیوانوں میں محدود رہ گیا

شاید یہ بھی وجہ تھی کہ کوئی اسکو سمجھنے پڑھنے کو آمادہ نہ تھا ہر دم فارسی نشاپر جان دیتا
تھا اپنے پرائے سب بیگانگی برت رہے تھے مرزائے ازلی غالب کی صداؤن نے
دو چار دوست آشنا پیدا کر دیے۔ آزاد نذیر احمد بھی اُسی زمانہ کے ثمر شیرین ہین اُردو
جنکے جنبش قلم کی ہمیشہ بلائین لیا کریگی سر سید مرحوم کا بھی یہی زمانہ تھا اُن سے جو کچھ
ہوسکا کیا اللہ بخشے کہ وہ چند دانے حالی و شبلی کیسے خرمن اُردو مین چھوڑ گئے
سرشار اور شرر کے نام بھی اُردو لٹریچر مین ہمیشہ امتیاز سے دیکھے جائینگے شوق
اور ریاض کے ستائش مین بھی دنیا ہمیشہ رطب اللسان رہیگی اور اب تو اس
برات کے یہی نوشہ ہین آئے دن ان کا جھرمٹ چشم بد دور رشک انجم
غیرت پروین بن رہا ہے ضرورت ہے شاعرون کے خمخانہ کے مثل ان کا بھی
مے خانہ بنے الغرض کل اُردو کیا تھی اور آج کیا ہوگئی اللہ کا دیا اسمین سب کچھ ہے
اور جس سرعت کے ساتھ یہ اپنے ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے اُمید ہوتی ہے کہ
جس بات تک یہ پہونچنا چاہتی ہے ایک دن ضرور پہونچ کر رہیگی اور زمانہ کا ہاتھ
خود اسکو سانچے مین ڈھال رہا ہے اسکی سادگی مین لطافت اور لطافت مین
حقیقی شاعری کا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے۔

کسی زبان کے ارتقا کا یہ نمایان نشان ہے کہ اسمین ادب کے لطیف سرمایہ کی
بہتات ہو صد ہزار بار شکر ہے کہ اس شاہد ناز کا دامن ایسے سلونے ستارون سے
خالی نہین اب زرد ہے ریشمین آنچلون مین دل پسند بیلون کی چھپا ان مین جو نیون کے
آن ہوتی تھی کی پریون اور جنت کی حورون کو شرما رہی ہے اور آئے دن اپنے
پرستارون کی نازبرداریون سے ان نزاکت آفرین خصوصیات کی ملکہ بن رہی ہے

جنکے بنا پر اگرچہ دُنیا کی آبرودار زبانون پر تفوق نہین رکھتی یا ترجیح کا حق اُسے حاصل نہین ہوتا تو بھی ادب القدما کے مقابلہ مین دُلھن بنکر ولکش داؤن کے ساتھ ضرور پیش ہو سکتی ہے ہزارون تشبیہین اُسکے آغوش ناز مین ایسی ہین کہ جو ہم ایسون کو ناز مُرغ بسمل کی طرح تڑپائے بغیر نہین چھوڑتین اُسکے روزمرہ اُسکے محاورے اور اُسکے نغمہ ریز الفاظ پر جان دینے کو جی چاہتا ہے اُسکا ہر فقرہ نشتر اُس کی ہر بات دل مین اثر کیے بغیر نہین رہ سکتی،

باوجود اہل ملک کی پے درپے بے التفاتیون اور متعدد بے عنوانیون کے اُسکی ترقی کی رفتار اور رفتار کی برق جولانیون کو کون کہہ سکتا ہے کہ معجزہ نہین ہے

یہ روز روز ترقی پہ حُسن ہے اُن کا کہ صورت انکی مجھے بھول بھول جاتی ہے

بیسون رکاوٹین اُسکے نشو و نما مین اُسکے اُٹھان مین وقت افزا ہوئین بے شبہ ایک طبعی افتاد سے بڑھنے والی چیز کے کھلاوٹ اور نکھار پر اوس پڑ جانے کا ڈر تھا، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی جب اُسکے اس ابھرتے شباب پر نظر پڑتی ہے اور دیکھتا ہون کہ اُس کا حُسن و جمال دن دونی نکھر کر آنکھوں مین کھپا جاتا ہے

مین ان تغیرات و تلونات کو دیکھکر اس نتیجہ پہ پہونچا ہون اور بہانگ دہل کہنے پر آمادہ ہون کہ اب دُنیا کی کوئی طاقت اُردو کو فضائے عالم مین بڑھنے اور پھیلنے سے رُوک نہین سکتی، دور کیون جائیے اُردو لٹریچر کے سرمایہ پر ایک گہری نگاہ ڈالیے تو آپ کو خود اس کا اندازہ ہو جائیگا۔ کل اس کا ذخیرہ متاع بیش بہا سے خالی تھا، کل اُسکے جوہر خانہ مین آبدار بیش قیمت موتیون کا کال تھا کل اس کا باغ دلبادینہ اور نکہت آفرین پھولون سے بھرا نہ تھا آج آپ آئیے اسکے بہار آفرین منظر کا تماشا دیکھیے

میرا دم۔ اگر آپ دل تھام نہ لیں کلیجا ملنے لگیں۔ آپ بےچین نہ ہو جائیں اُن کی چِنگاری کی زبان نہ جلائے آنکھیں کُھلی کی کُھلی نہ رہ جائیں سہ

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے — دیکھ لے آ کے جسکا جی چاہے

کل کی بات ہے کہ طاق پر رکھنے یا میز پر سجانے کے لیے دو ایک گلدستے بھی مشکل سے نصیب ہوتے تھے۔ آج دیدہ زیب دلفریب کتنے رسالے سید گلچین بنے ہوئے اپنی نکہت سے فضا کو بسا رہے ہیں مختلف علم و فن کی کتابیں نظر افروز ہو رہی ہیں، دائرہ تصنیف و تالیف کس قدر وسیع ہو گیا ہے اشاعت اور طباعت کی مشاطہ کس طرح اُن کو جلوہ آرا ب نظر کر رہی ہے،

اِن حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دور بلاشبہ اُردو کی ترقی کا دور ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اُسے کرنا تھا کر چکی یا جو کچھ اُسکے لیے ہونا تھا ہو چکا ابھی اُسے بہت کچھ حاصل کرنا ہے جو کچھ ہوا ہو مشتے نمونہ از خروارے اور جو کچھ کیا گیا ہے قطرہ از عمان یا دانہ از خرمن کی مثال ہے۔ اُردو کی رونق اُردو کا کمال برسوں کا کام ہے دنیا کا موجودہ تمدن صدیوں کی گردش کا نتیجہ ہے اور پھر ان مسائل اور لوازم کے انضمام اور تکمیل کے ساتھ ساتھ جو کمال اُردو کے لیے ناگزیر ہیں یہ بھی دیکھنا ہے کرنا کتنا باقی ہے کس طرح اُردو زبان کا دلدادہ بنایا جائے اور اُن کی طبیعتوں میں اُردو کی دلچسپی کیونکر پیدا کی جائے وہ تک اس کو کم مایہ سمجھے ہوئے ہیں پاس پھٹکتے تک نہیں

کسی زبان کی ترقی اور عروج کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ادب پروان چڑھے اور اس کا حسن پردے سے نکل کر عالم آرا ہو جائے ملک کے مختلف حصوں میں اہل زبان کی خصوصیت پیدا ہو زبان دلوں کی سی قدرت حاصل ہو اور ہر خیال کا ہر جذبہ

ہر حرکت طبعی کا نقشہ لفظون لفظون مین ایسا کھینچ آجائے کہ گویا وہ خود ایک تصویر ہے
یا خیال کی پتلیان ناچ رہی ہین۔ میٹھے میٹھے لفظون اور ترکیبون کے جن تارون کو
سخندانون کی شیرین زبان سے قوام مین آنے کا فخر حاصل ہو جاتا ہے وہی روزمرہ
کہلاتے ہین۔ زبان کو خالق عالم نے مقیاس الحلاوت بنایا ہے وہی الفاظ اُسکے
خرادیہ چڑھتے ہین جو سادہ لطیف اور سُبک ہوتے ہین مگر یہ سلیقہ کی بات ہے ہر شخص کا
کام نہین اسلئے لازم ہے کہ ایسے الفاظ کا ایسی ترکیبون کا عام رواج ہو اور انکی لطافتون
کا عام طبیعتون کو احساس ہونے لگے تاکہ اُردو زبان کا دامن کرخت اور بھدے
لفظون اور ترکیبون سے آلودہ نہ ہو اور اُس کا سرمایہ شستہ و رفتہ رہے آدمی کی
طبیعت مختلف جذبات اور گوناگون کیفیات کا سنجوگ ہے محبت' پیار' گرمجوشی' عجز و
نیاز' نزاکت' بے نیازی' ناراضی' منت' خوشامد' خفگی' لجاجت' غصہ' گھبراہٹ'
نیازکیشی' درد' خلوص وغیرہ جذبات کی لہرین ہر گھڑی اُس کی طبیعت کے گنگا جمنا
مین اُٹھتی رہتی ہین انھین جذبات کے خارجی جلوون کا نام آواز ہے انھین کیفیات
کی بے نقاب تجلی کو صوت کہتے ہین۔ اور انسان مرقع ہے آواز کا غم و الم کی حالت
مین جو آواز نکلتی ہے دل مین ناسور کر دیتی ہے۔ درد و طرب کی زبان سے نکلی ہوئی
آواز غمبوط سے مضبوط کلیجے کے آدمی کو رُلا دیتی ہے کسی وقت کا خوشگوار نغمہ
دل مین گدگدی پیدا کر دیتا ہے بے اختیار جی چاہتا ہے کہ [illegible]
آ ۔۔۔ ایک ۔۔۔ انسان کو محجوب کر دیتی ہے کسی وقت [illegible]
آئی ہوئی [illegible] گنگری سے پیٹی [illegible]
بنا دیتی ہے۔ [illegible]

ہوتی ہے اور الفاظ گویا وہ عکس ہین جسمین آواز کی تصویر عریان کا عکس پڑتا رہتا ہی
اپنے خیالات اور جذبات کی نوعیت کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال زبان کے
حسن و ترقی کا ایک لطیف اور نازک ذریعہ ہے شعرا کی نکتہ رس طبیعتون نے اس
حقیقت کو خوب سمجھا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیائے شاعری کو ہمیشہ عالم نثر پر تفوق حاصل
رہا ہے لیکن زبان کو شیرین اور دلفریب بنانے کے لیے صرف لفظی حسن اور الفاظ کا
غازہ کافی نہین حسین الفاظ کے ساتھ آس پاس کے حسن اور ماحول کا تناسب
اگرچہ ہے حسن گہنے کا محتاج نہین حسن کی نزاکت بے شبہ زیور کے بار کی متحمل نہین۔
لیکن حسن خوشنما سادگی اور اسکی دل آویز بندش اور دلکش طرز سے کبھی بے نیاز
نہین ہو سکتا۔

اس لیے ضرورت ہے کہ الفاظ کے ترشے ہوے شیشے جن چوکھٹون مین جڑے
جائین انکی نشست و ہیئت، رکھ رکھاؤ، ترتیب سجاوٹ مین ایک خاص نسبت
اور موزونیت ہو جسکے مجموعی تناسب سے الفاظ کا حسن آنکھون مین کھب جائے
دماغ مین سما جائے کلیجے مین تیر جائے۔

زبان کی ترقی کا ایک عنصر لطیف یہ بھی ہے کہ مخاطبات مین طرز خیال،
اسلوب اور لہجہ اداے بیان کا خیال رکھا جاے طرفین کی طبیعت، مزاج، سن و سال، نوعیت مضمون
موقع محل غرض کلام کے تمام پہلو مد نظر رہین،

زبان مین جسقدر ان عناصر کے ذرے زیادہ ہونگے اسی قدر زبان زیادہ دلکش
معلومات زیادہ مستحکم اور زبان حسین ہوگی اور تمام لوگون کے دلون مین اپنا گھر بنا لیگی،
ورنہ تقریر ایسی معلوم نہین کہ کسی کو دو چار مہینون مین حاصل ہو جائین

زبان مین اِن کا پیدا ہونا دو ایک سال کا کام نہین - زباندانی کا یہ ملکہ کتابون سے
رسالون سے اور دو چار قواعد کی کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے - بان کے
اس رنگ کے پیدا کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ زباندانون کی عبارتون پر کافی عبور ہو اُنکے
محاورے، اُنکی طرز ادا، اسلوب بیان انداز نگارش، اظہار خیال کے طور طریقے ذہن نشین
ہون جس مضمون کو جس خیال کو جس پردے مین جس رنگ مین ادا کیا ہو اُسکی تتبع اور نقل
کی ضرورت ہے ان کی تحریر و تقریر کو نمونہ بنانا چاہیے تاکہ ایک روز خود مرتبۂ سخندانی پر
فائز ہو جائے -

زباندانی کا بہترین طریقہ یہی ہے اور یہی حال ہر زبان کا ہے اُردو ہی پر موقوف
نہین ہر زبان مین اہل زبان اور فاضل اہل سخن کی بولی بات سند ہے اُن کا کلام نظیر ہر
شاعری کے لیے بیسون دیوان کھنگالنا پڑتے ہین جب تمغۂ شاعری نصیب ہوتا ہے بلکہ
پھر بھی استاد کی ضرورت باقی رہتی ہے اس قسم کی کتابین اردو زبان مین کم یاب بلکہ
نایاب ہین یہانتک کہ اب اردوی معلی عود ہندی مکتوبات امیر مینائی مرحوم مکتوبات آزاد مکتوبات شبلی
مکتوبات محسن الملک ملک مین شائع ہو چکے ہین لیکن اِن سے تشنہ لبان ادب کی پیاس
نہین بجھ سکتی اور نہ ان چند نام کی کتابون سے اس عظیم الشان اور اہم ضرورت کی تکمیل
ہو سکتی ہے اِس نوع کے سرمایہ کی اُردو دنیا کو سخت احتیاج ہے اور اُردو لٹریچر اس
متاع گران مایہ کا محتاج ہے لازم ہے کہ ملک کے قابل اور لائق افراد کے خطوط اور تحریرین خصوصاً وہ
جن کا حرف حرف سند ہو جسقدر میسر ہو بین اہتمام سے جمع کر کے زیور طبع سے آراستہ کیجائین
زبان اُردو کی یہ ایک خوشترین ادبی خدمت ہے اور ملک کے فن ادب کی ترقی
و عروج کا اعلیٰ ترین ذریعہ میرے نزدیک ایسے زرین انتخابون کی شدید ضرورت ہے

جنمین مختلف انشا پردازون نثر نگارون زباندانون کی شستگی عبارت شیرین سخنی،
صفائی زبان کے مختلف رنگ اور مختلف نمونے ملک مین پیش کیے جائین جو ادبی
سرمایہ کا ایک لطیف ترین خزانہ عندلیب تخیل کے لیے تازہ شگفتہ پھول اور طائران خیال
کے واسطے آب و دانے کا حکم رکھتے ہون اور اس پردے مین ملک کے ان لایق
افراد کی قدردانی کا بھی ایک حد تک حق ادا ہو جاتا ہے جن کی گوہر مثال ہستیان
عالم گمنامی کے تہ مین مستور ہین اور کسی وجہ سے ابتک سطح پر نمودار نہین ہوئی ہین
اس سلسلہ مین ادب اساتذہ کی قیمتی جلدین ملک کے ہاتھون مین آجائینگی جو زبان
کی ترقی کی ان کڑیون مین ہونگی جن سے کسی وقت بھی استغنا نہین ہو سکتا۔

مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور مین بہت ہی خوش ہوا تھا جب اس موضوع کی
پہلی کتاب "مرقع ادب" کو پہلا حصہ دنیاے اردو کے نامور سخنور و سخندان ہمارے
محترم دوست جناب منشی [illegible] صاحب متقد مرزاپوری نے شایع کر کے
اردو دنیا کو ممنون فرمایا تھا۔ وہ مجموعہ سالون زیر مطالعہ رہا آئینہ مرقع نظر بنا رہا بار بار
مرتب سے ترجیحاً تھا [illegible] حسن انتخاب و تکلف ترتیب کی داد
دیتا تھا اور خواہش کرتا تھا مرقع کا حصہ دوم اور اسی کڑیون کا سلسلہ جلد جلد
ہوتا رہے لیکن تقریباً آٹھ سال کا زمانہ گذر گیا اور چشم مشتاق محو انتظار رہی ہر چیز
پر عالم شباب طاری ہوتا ہے جیسے منظر ہری بھری سبزہ و بہار کی رونق و تازگی بھی
قدرتی ہے یہی مین اُسکے عروج کی نہایت ہے اور اُس کے شباب کی انتہا آخر کار
اشتیاق و تمنا انتظار بھی اس منتہا تک پہونچا تھا اُنکے سرچشمۂ سخن یعنی
قلم گل ریز کو جنبش ہوئی اور آج وہ ہلال سخن منتہاے شرق بن رہا ہے جس کے

مقدمہ کی خدمت انجام دینے کے لیے مجھ جیسے ناکارہ و ہیچمدان کو تفویض کیا گیا ہو،

میری یہ غرض نہیں ہے کہ اس پر کوئی جامع اور مکمل تبصرہ کرون اور ریویو لکھون
مین نے سرسری طور پر اپنی وہ راے جو اُسکی نسبت قایم ہوئی اور جو خالی از واقعیت
نہین ہے آزادانہ قلم بند کردی اور وہ بھی اس لیے کہ شوق کے بھڑکانے کا آلہ ہو
ہر تو بظاہر یہ ایک مجموعۂ خطوط لیکن اسکو ایک قابل شوخ طبع رنگین خیال
انشاپرداز نثار شاعر کے نزاکت آفرین ہاتھون نے ترتیب دیا ہے جس کے
شاخ قلم کی گلکاریان دنیا دیکھ چکی ہے اور یہ انتخاب اُس قلم کا شرمندۂ احسان ہے
جسکے حسن انتخاب نزاکت انتقاد لطافت نظر نفاست طبع کی بہترین تصویرین مرقع آفا
کے پہلے البم مین نظر آچکی ہین سے

اب تلک آنکھون مین ساقی [illegible]
جمپیں رنگ اُسکو [illegible]

جناب صفدر کے مذاق صحیح مین [illegible] مرتع کے خطوط خطوط
نہین ہین اُردو لٹریچر کی [illegible] ہے جو اس مرقع [illegible] دی گئی ہو اس مرقع مین
اُن حضرات کی تحریرین اور اُن اشخاص کے خطوط [illegible] کے لیے باعث ناز
ہین - مرقع کا حرف حرف پتلی بنکر آنکھون مین جگہ لیگا اور سویدا بنکر دلمین رہیگا کیونکہ وہ
زبان تجربہ سے کامیاب ہونگے زبان [illegible] یہ مرقع آنکھون کے لیے اگر
گلستان ہے تو زبان کے واسطے شکرستان [illegible] یہ نظریہ بالکل
قابل تسلیم ہو جاتا ہے کہ [illegible]
گوش گلے کے [illegible] حقیقت [illegible]

لفظوں میں اور فقروں میں ادا کیے جا سکتے ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے ملک ہندوستان بیش بہا جواہر سخن لآلی کلام کے کتنے قدرداں ہیں؟؟ اور انہیں اپنی زبان کی قدر کرنے اور زبان دانوں کی یاد تازہ کرنے اور اُن کی دماغی اختراعوں سے لطف اندوز اور لذت یاب ہونے کا کس قدر مادہ باقی ہے!!

میں نے تو اس نعمت غیر مترقبہ کو تعویذ جان بنا کر سینے سے لگائے رکھنے کا عہد و پیمان کیا ہے، یہ میرے شبستان تمنا کی شمع روشن اور حریم خیال کے لیے عروس نو بہار ہوگی

فدائی اردو

عثمان جعفری مچھلی شہری

حیدرآباد دکن

۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ع

اور اُس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضعدار اور معقول ہے میں ضامن ہوں کہ یہ ایسی
حرکت نہ کریگا خیر اُسکے ہاتھ خط بھیجا گیا قضا را عاشق کا گمان سچ ہوا۔ قاصد مکتوب الیہ
کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو گیا کیسا خط کیسا جواب۔ دیوانہ بن کپڑے پھاڑ جنگل کو چل دیا۔
اب عاشق اس واقعہ کے وقوع کے بعد ہم سے کہتا ہے کہ غیب داں تو خدا ہے کسی کے
باطن کی کسیکو کیا خبر۔ اے ندیم مجھے کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے تو اُسکو میرا سلام
کہیو کہ کیوں صاحب تم نے کیا کیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے اور اب کیا گل کھلایا۔

جواب کا طالب
غالب ۲ جون سنہ ۱۸۶۲ء

امیر الشعراء مولانا احمد حسین مینا مرزا پوری کے نام

جانِ غالب۔ کل تمہاری دو غزلیں بعد صبح تحریر دار الخلافت کے اندر رکھ
بھجوا دی ہیں مطلع تو تم نے میری زبان سے کہا ہے ؎

ادائے یوسفی ہے لوٹ قاتل کے لڑکپن پر سو دو دیدہ یعقوب سے جیسے میں دامن

اس زمین میں میری بھی غزل ہے اور شیخ ناسخ کی بھی غزلیں ہیں ... دیکھی ہیں تم نے
بہت بڑھ کر لکھا ہے۔ مگر ان کے قافیے بھی مجھے پسند ہیں ؎

غرور اپنی وقت قتل مقتل میں یہ سمجھی ہے یہ اپنے خون بہا عبرت سے غبار ... گرد

غرض کہ ساری غزل بے مثل ہے ... کیوں نہ ہو ابھی تمہارا شباب ہے زمین
سخن کو آسمان پہ پہنچایا ہے۔ اس غزل میں تو تم نے جوانی کا زور دکھایا ہے۔
آپ کا وعدہ ... مگر جب وعدہ پورا ہو جائے گا تو لطف زیادہ آئے گا

اور اگر پہنچیگا تو محل شکایت ہوگا۔ بندہ پرور! میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اس کی فکر تھی وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کرتے تھے۔ ان دوستوں کا زمانۂ غدر میں گھر ہی لٹ گیا۔ کتاب رہی نہ اسباب رہا۔ پھر میں اپنا کلام نظم و نثر کہاں سے لاؤں۔

مولوی فرزند علی صاحب ان کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں نعمتیں جمع ہیں۔ فقیر تو ان سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آنکھیں ان کے حسن صورت سے روشن اور دل ان کے حسن سیرت سے مسرور ہو گیا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی میں یونہی خدمت گذاری کو حاضر ہوں۔ جب میں اپنا کلام بھیجوں میرا سلام اور یہ پیام کہہ دیجئے گا۔

تمہارا دعاگو غالب

غالب ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء

بندہ پرور

کل دوپہر تو آپ کے عنایت نامہ کے ساتھ ہی جناب اخگر کا مہربانی نامہ مع غزل پہنچا آج جواب آپ کو لکھتا ہوں۔ غزل میں نے دیکھی سوائے دو ایک جگہ کے کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ ماشاءاللہ ہیں وہ یکتا ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ وہ بلا مبالغہ سراپا تصویر محبت ہیں۔ نظم تو نظم ان کے نثر کے فقرے بھی قیامت ہیں۔ اس دوبارہ عطیہ اور اس یادآوری کا احسان مانا۔ میری جانب سے قدر افزائی کا شکریہ ادا کر دیجئے گا۔ آنحضرت نے مجھ حقیر پر تقصیر کو قابل خطاب و لائق جواب سمجھا۔ میں دروغ گو نہیں ہوں خوشامد میری خو نہیں۔ غزل دیکھی الفاظ متین، معانی بلند، بندش دلپسند، مضمون عمدہ۔ سوائے دو ایک جگہ کے اس غزل بھر میں کسی لفظ کی بھی گنجائش نہ تھی۔ اصلاح

کیا دیتا بجنسہ واپس کرتا ہوں۔

اب یہاں سے روئے سخن حضرت انگر کی طرف ہے۔

قبلۂ حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مُردے سے بدتر۔ جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے۔ اب تو اس سے بھی بدتر ہے۔ مرزاپور کیا آؤں، اب سوائے سفرِ آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت۔ جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ بڈھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں ؎

دمِ واپسیں بر سرِ راہ ہے　　عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

سچ تو یہ ہے کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزا، سر میں وہ سودا کہاں۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے نثر و نظم میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی نقشہ میرے اس شعر کا مصداق ہے ؎　　مضمحل ہو گئے قویٰ غالب

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

حرارتِ غریزی و خواہشِ جسمی سے نیم جان ہوں۔ بس مرنے ہی میں دو کچھ دنوں کا مہمان ہوں ؎

ہیں کمین غالب بلائیں سب تمام　　ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

جب تک جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد، بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا۔ سانس میری زبان پر اکثر رہتا ہے یہ مطلع ؎

کیسی مجھی نہیں قتل ہی جو آئے جاتے　　اور چپکے ہی بدلتے جاتے ہائے

میرے لئے سند نہیں۔

گر صاحبدلے روزے بہ رحمت

کند در حق این مسکین دعائے

شیر زمان خان اپنے باپ کی رہائی کی فکر میں میرٹھ گئے ہیں، کس واسطے کہ وہ غریب یہاں کی حوالات میں سے تحقیقات کے لیے وہاں بھیجا گیا۔

غالب بے نوا

یکشنبہ ۱۰ - جولائی ۱۸۵۸ء

نوٹ

یہ خط رسالہ "تصویر جذبات" ماہ فروری ۱۹۴۲ء سے نقل کیا گیا اس کے اڈیٹر سید احمد عزیز کیفی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد اور مرزا غالب مرحوم کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ مگر افسوس ہے اڈیٹر صاحب نے اپنے جد امجد صاحب کا نام نامی نہ تحریر فرمایا۔ (مؤلف)

خدائے سخن حضرت امیر مینائی کے خطوط میر حسن خان صاحب بسمل شاہجہانپوری کے نام

رامپور ۔ ۲ مئی ۱۸۹۵ء

مجی سلام مسنون ۔ دعا شحون ۔ بہت سے مہربانی نامے آپکے آکر باعث شکر گذاری ہوئے ۔ مجبوری و معذوری نے مجھے جواب دینے سے محروم رکھا ۔ اس وقت ۲۵ اپریل کا کارڈ پیش نظر ہے ۔ اُس کا جواب سُنیئے ۔ چلمن نہ فارسی ہے نہ عربی ۔ اسکی طرف اضافت فارسی کی ہرگز جائز نہ ہوگی ۔ جانب متھرا ، کی نظیر اسکے لیے سند نہیں ہو ۔ متھرا علم ہے شہر کا نام ہے ۔ اسکا ترجمہ فارسی یا عربی میں کیا ہوگا ۔ لہذا یہی لفظ ترکیب کے ساتھ بے تردد باندھا جائیگا ۔ آپکے مطلع میں جسمیں "پس چلمن" ہے یوں اصلاح ہوسکتی ہے ۔

دل صد چاک میں دیکھا رخ روشن اُنکا ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن اُن کا

آپ ہر خط میں اپنی غزل طلب کرتے ہیں آج میں نے مکان بھر تلاش کی نہیں ملی ۔ دیکھئے کیونکر ملتی ۔ مسودۂ کلام کثرت سے تمام گھر میں کہیں بے ترتیبی سے منتشر ہوگئی جواب ڈھونڈنے سے نہیں ملتی ۔ اطلاعاً لکھ دیا

امیر فقیر

رامپور ۔ ۲ نومبر

مجی من السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپکے بہت سے مہربانی نامے آچکے افسوس ہے کہ مجھے جواب لکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی ۔ کلام دیکھنے کا کیا ذکر ہے میں

مجوب اور معذرخواہ ہوں۔ حبس بول کے درد دن نے بالکل مجبور کردیا ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ ہو سکے گا تو میں آپکی غزلیں ضرور دیکھونگا۔ آپ مہربانی میں کمی نہ کیجیے۔ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہیئے اور مجھے اپنا دعاگو سمجھیے۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۲۱ دسمبر

مجتبی۔ سلام مسنون۔ آپکے اکثر مہربانی نامے آئے میں اپنی معذوری کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ حبس بول کا دورہ سخت پڑا جس میں دو مرتبہ قاثاطیر سے کام لینا پڑا خون کئی روز تک آیا۔ اب اللہ کی عنایت سے افاقہ ہو۔ اُمید ہو کہ آپ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہیں گا اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو مجھے رنجور و معذور سمجھکر بے التفاتی پر محمول نہ کریں

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۹۔ جولائی

مجتبی و مشفقی۔ سلام مسنون۔ مدت کے بعد آج آپکی غزلیں دیکھنے کی نوبت آئی۔ معاف کیجیگا۔ میں بیمار تھا۔ ایک دنبل نے جو ران میں نکلا تھا مجھے بستر معذوری سے اُٹھنے نہ دیا۔ آپکے بہت سے عنایت نامے آئے سخت افسوس ہو کہ جواب نہ دیسکا۔ اللہ تعالی آپکو خوش رکھے۔ اور بندہ نوازی کی توفیق اس سے زیادہ عطا فرمائے حافظ صاحب کی فارسی غزل دیکھکر بہت جی خوش ہوا اگر مجھے مصرعے لگانیکی فرصت اور اطمینان کہاں، آپ حافظ صاحب کی خدمت میں میرا حال تمام و کمال عرض کر دیجیے کہ وہ کسی طرح ناخوش نہ ہوں۔

امیر فقیر

جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ... مولانا ہیچ

مخدومی ... محترم محمد ظہور خان صاحب کی خدمت گرامی و درجت
مین سلام مسنون و اخلاص مشحون پہونچے۔

امیر فقیر

رامپور ۱۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

محب دلنواز السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نامہ محبت طراز مورخہ ۱۴ دسمبر معہ
بلٹی موصول ہوا اور تحفہ کا پارسل بھی پہنچا باعث منت پذیری ہوا۔ آپکی عنایت و محبت
اور اس تکلیف فرمائی کا مین تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ میری طبیعت اس زمانے
مین بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہی۔ آپکا پارسل آیا ہوا رکھا ہی ہنوز
کھولنے کی نوبت نہین آئی۔ ذری طبیعت کو سکون ہوئے تو اُسے کھلوا کر دیکھون اور پسند
آنے پر جسقدر حاجت ہو آپکو لکھون۔ بہ نظر رفع فکر یہ چند سطرین مین نے اسوقت لکھی ہین
آپ اپنی خیریت سے خیر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے۔ جناب مرزا حافظ صاحب کی خدمت
سراپا برکت مین میرا سلام نیاز انتما اور دعائے صحت کا شکریہ ادا کیجیے اور تفصیل کی
نسبت میرے امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

کارڈ ۲۰ فروری کا جواب ملاحظہ ہو۔ جیسی ہندی ہی ویسی نکلنا۔ گریبان نکلنا۔
آستین نکلنا ہر ایک صحیح ہی کسی کا شعر ہے۔

گریبان کو مین روکون یا سنبھالون اپنے دامن کو
بڑی مشکل تو یہ ہی ساتھ ہی دونون نکلتے ہین

مجھی و عزیزی حافظ جلیل حسن صاحب رسان ہین۔

امیر فقیر

لسان العصر حضرت اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے خطوط حضرت محشر لکھنوی کے نام

پرتاب گڈھ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر - ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء

میرے پیارے دوست! اللہ کے حفظ و امان میں رہیے۔ آپ کی ناسازی مزاج کا افسوس ہوا الحمد للہ اب طبیعت رو بصحت ہے۔ دل نہ مانا کہ زبانی الحمد للہ پر معاملہ ختم ہو۔ دس روپے نوٹ اتفاقاً کسی ضرورت سے ہاتھ میں تھا۔ ایک لفافہ میں رکھ کر بلا رجسٹری بھیجتا ہوں۔ آپ کے ہمنشین میں سے کوئی صاحب مجھے مرہون منت فرمائیں گے کہ شیرینی منگا کر آپ کے صحت کے شکریہ میں نیاز دیدیں یا کسی مستحق کی نذر کریں آپ کے اظہار محبت نے دم بھر کیلئے زندگی کو لذیذ کر دیا ورنہ مجھ سے نہ پوچھیے کیا گزرتی ہے ؎

گو مجھ میں بھی بلاغت گو شعر با اثر ہیں — لیکن مرے مصائب مجھ سے بلیغ تر ہیں
گل سے پوچھو کس انتظار میں ہو — غنچہ کو تو ابھی سنورنا ہے

حضرت نوح یہ شعر لکھ گئے ہیں ؎

اس قدر زیست سے بیزار کیا ہے غم نے — ملک الموت نے پایا مجھے مشتاق اپنا

کوئی شعر سنانا چاہیے تو شاید یہ پسند کیجیے ؎

زندہ باز نہیں تو کیا اے مسیح — ہاتھ بھی ہے خدا زبان کے ساتھ

نوٹ پہنچے تو رسید لکھیے گا۔ اگر کسی نے بیچ میں سے اڑا لیا جب بھی صدقہ سمجھوں گا۔

اکبر

زندگی باقی رہی۔ حواس درست رہے۔ توانائی پائی تو قدردانی پائی تو فرصت ملنے کی امید ہے
اللہ آپکو خوش رکھے

ابتک ہین اُنھین حالت سابقہ تصور — یارون نے مرا خانہ ویران نہین دیکھا
جب مادہ غائب ہو گذرے کمال سے — شمعون کی طرح لیمپ کو گرتے نہین دیکھا
غفلت مین تیری بھی نظر آتی ہے خودبین — عبرت مین جوانی کو بھی نادان نہین دیکھا

اکبر

الہ آباد - ۱۱ - مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب۔ پچھلے مطبوعات مین آپکی نظمین بہت دلکش اور بامعنی نظر آتی ہین۔ اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے۔ یاد آوری کا شکر گزار ہون۔ اس سے کلفت یاب ہوتا ہون کہ آپکے دلمین میری جگہ ہے ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہین ہون۔ بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہون۔

ارمان بقدر طاقت ہو تو نکل رہا ہے — آہین بھی چل رہی ہین جوتا بھی چل رہا ہے
لیکن ہمین سالک نے دلمین یہ بات سوچا — اس تقویت پر اُٹھون انجمن ہے موچی

اکبر

الہ آباد - ۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء

میرے مکرم۔ یاد آوری کا شکر گزار ہون ناتندرستی کی وجہ سے پرتاب گڈھ نہ آسکا اور نہ آسکتا ہون۔ ممکن ہے کہ لکھنؤ بھی نہ جا سکون۔

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی رہے — کیون ہوا کیسا ہوا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
صفحہ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے کشش — نقش مٹتے ہی رہے لیکن ابھرتے ہی رہے

نقطۂ آخر اجل سے کر گیا یاں ہمکنار	پشت ہر دو رہا اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے رہی سینہ کی غزل خضاب	حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں میں دلِ زار کیلیے　　جو کچھ یہ ہو رہا ہی سب اخبار کیلیے

اکبر

الہ آباد - ۱۷ / مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

بیائے عنایت فرما. الطاف نامہ کا شکر گزار ہون. علالت کی سختیون نے نشاط خاطر سے محروم کردیا ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے. دل تو چاہتا ہو کہ آؤن اٹھ بھی تو سکون، بہت محتاج خدمت ہو گیا ہون، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہو گیا ہی ابھی ذہن مین آیا

مین تو سمجھتا ہون کہ بس اب مرا　　لوگ کہتے ہین ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد - ۱۳ / اگست سنہ ۱۹۱۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ - افسردگی ہمیچ روز افزون ہو، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہین

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا مین　　زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست مین لکھنؤ مین حاضر ہو جاؤن ۔

آپکی محبت و یاد آوری کا ممنون

اکبر

الہ آباد - ۳ جون سنہ ۱۹۲۱ء

مکرمی ... صاحب - آپ نے خوب لکھا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل - بس یہی میرا حال ہے

گفتہ ... ... خاشی ہوز محک — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

صاحب کا جمع حروف مولوی گل محمد — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دیا فطرت نے بھیگا باغ کا صیاد کو — موسم گلزار میں بلبل کو چپ ہونا پڑا

زندہ رہا تو آخر جولائی یا اگست میں اُمید ملاقات ہے -

خاکسار

اکبر

مؤلف کے نام

الہ آباد - ۱۰ - جون سنہ ۲۱ء

حضرت صفدر - آپ نے مدت کے بعد کروٹ لی - میں تو سمجھا تھا کہ حافظ سلمہ کی طرح آپ نے بھی یہ روش اختیار کی - میں جب کسی رسالہ یا اخبار میں آپکا کلام دیکھتا ہوں دلچسپی سے پڑھتا ہوں - مومن مرحوم کی طرح میں یعنے شب ہجران قافیہ میں آپ کا شعر مجھے بہت پسند آیا - اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ - زندہ رہا تو لکھنؤ میں آپ سے جلد ملونگا -

دعاگو

اکبر

پہلے آپ مجھے دلی ما چاہتے ہین - لیکن عدیم الفرصت تو پہلے بھی کم نہ تھا اُسپر یہ اور طرہ ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور کوہستان کی گرمی - قیامت کی گرمی ہے - جبتک مینہ کے برسنے سے طبیعت مین روانی نہ آئے اس قسم کے مشاغل کو اٹھا رکھیئے - جس کتاب کی تالیف آپکے نام سے منسوب ہو اُسکی خوبی کی یہی ضمانت کافی ہے کہ آپ اُسکے مؤلف ہین -

آپ بھی اچھے اور آپ کا کلام بھی اچھا ہے - لیکن پھر بھی دیوان کی اشاعت کے بارہ مین میری جو رائے ہے اُسکے اظہار سے مجھکو افسوس ہوتا ہے - یہ مین بھی جانتا ہون اور آپ مجھسے بہتر جانتے ہین کہ شاعری کا مذاق گردو نگار مین پل رہا ہے - خدا جانے یہ جدید شاعری کیا بلا ہے کہ اُسکے آگے بیچاری قدیم شاعری کی کوئی بات بھی نہین پوچھتا یہ تو عام مذاق کی حالت ہے اب آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ اگر دیوان شایع ہو تو اُسکے قدردان کہان سے آئینگے - والسلام

سید علی اصغر ناظم ٹونک - راجپوتانہ

۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

مولوی عبدالغنی صاحب شہاب مقیم علیگڑھ علاقہ ٹونک کے نام

کیون صاحب - کیا مراسم اتحاد اسی کے مقتضی ہین - یہ بیزاری اور اسقدر خفگی - مدتون خط نہین لکھتے بڑے بےمروت ہو - فرمایئے تو یہ نگاہین کیون ہے اور اسقدر تغافل کس لیے - اُلفت گواہ اور محبت شاہد ہے کہ آپکی خبر سننے کے لیے کان ہمیشہ متعلق رہتے ہین اور تشنہ آنکھین آپکے خطون کا بےچینی سے انتظار کیا کرتی ہین مگر آپ نے وہ سکوت اختیار کیا ہے کہ الامان -

مین عنقریب ایک تقریب کی وجہ سے ٹونک آنیکا ارادہ کر رہا ہون اُسوقت

آپ اور مین، مین اور شکایت، آپ اور انفعال ؎

مرے دل مین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران   خدا وہ دن کرے تم سے جو مین یہ بھی کہون وہ بھی

مولوی علی ظفر صاحب سے مین سرسوین شریف کے جلسہ مین دہلی مین ملا تھا اور اُن کا

وہ مضمون بھی مین نے دیکھا جو اُنھون نے "وجود حسن" کے عنوان پر لکھا ہے۔ مضمون کا

طرز استدلال اگرچہ محققانہ ہی۔ مگر انداز بیان مین شگفتگی کم ہے۔ اُسی کو دیکھکر مجھے بھی خیال

ہوا ہی اور اسی موضوع پر مین نے بھی کچھ لکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دیکھنے والے

کیا کہتے ہین۔ والسلام

علی اصغر

پیرزادہ احسان اللہ خان صاحب جاگیردار زمانہ کے نام

نیماہیڑہ۔ علاقہ ٹونک ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء

دل مین کھٹک رہی ہے خلش دوستونکی یاد

کانٹے بنے ہوئے ہین سفر مین وطن کے پھول

خود فراموش اصغر کے یاد کرنے والے تسلیم۔ مزاج انور۔ بیمار جان بلب کو صحت سے

درویش بے نوا کو دولت سے ہجران نصیب عشاق کو وصال سے نکتہ سنجون کو صحبت

اہل کمال سے مجروح تشنہ کام کو چشمہ بہار کے تفریح بخش نہال سے اور

تری کو وصل سے وہ بے انتہا خوشی   آہو کو یہ سرور نہ ہو دے بوقت رم

جو مسرت میرے شوق بھرے دلکو آپکے خط آنے سے ہوئی۔ یہ آپ نے صحیح سُنا تھا

کہ نتائج المجالس چھپکر شایع ہوگئی ہے لیکن تقطیع بد قطع، کاغذ ناقص مضمون بے ربط
چھپائی خراب ۔ اسپر متضاد یہ لفظی تحریف جسکو دیکھکر میرا جی جلتا ہے مگر جیسی کچھ ہے
اُسکی ایک جلد آپکی خدمت مین بھیجتا ہون ۔ مخزن خیال کی تصنیف کے سلسلہ کو اب
منقطع سمجھیے جو عزیز ہستی اُسکی تصنیف کی محرک تھی جب اُسی کا وجود دنیا مین نہ رہا
تو بس اب کسکے کہنے سے لکھون گا ۔ ایک خاص فرمایش کی تحریک سے مین آجکل ریاست
ٹونک کی تاریخ لکھ رہا ہون چھ حصون مین یہ تاریخ ختم ہوگی ۔ حصہ اول کی ترتیب سے
فرصت پائی ہے اور وہ بجنور کے ایک پریس مین چھپ رہا ہے عنقریب بھیجونگا ۔ والسلام

علی اصغر

حکیم سید عبد المجید خان صاحب ناظم پرگنہ علی گڑھ کے نام

ٹونک ۱۰ ربیع الثانی [illegible]

مخدوم میرے ۔ التفات نامہ کے ورود سے آپکے لطف کا ممنون کیا ۔ مین کیسا ہون
یہ نہ پوچھیے ۔ مین ٹونک مین ہون جہان آجکل ملک الموت کا تسلط اور ہیضہ کا دور دورہ
ہے شہر مین ہر طرف خوفناک خاموشی کی عملداری ہے ؎

چلی جاتی ہے مشق اُنکے ستم کی ۔۔۔ بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی

جسطرف آنکھ اٹھایئے مہیب سناٹا پڑا ہوا ہے جسکو دیکھیے اوداس ملول دلگیر ہین
جس سے ملیے دلگیر سراپا غم کی تصویر حیران و پریشان ۔ مین اگرچہ ابتک زندہ ہون
لیکن مردہ سے بدتر ہو رہا ہون ۔ میری دل‌آزردگی کی یہ کیفیت ہے کہ ربیع الثانی کی دسوین
تاریخ اور چہار شنبہ کی قیامت خیز رات ۔ رات کے دو بجے تھے کہ والدہ ماجدہ کو

متلی اور متلی کے ساتھ استفراغ ہوا صرف ۲۱ گھنٹہ بیمار رہ کر پنجشنبہ کی رات کو گیارہ بجے سے کچھ پہلے اس دار ناپائیدار سے ہمیشہ کے لیے انتقال فرمایا ہائے ؎

یہ سنوں اور اپنے کانوں سے | وہ کریں اور انتقال دریغ

اِس جگر فگار حادثے نے میرے سطمن دلمین لازوال بےچینی پیدا کردی اور مسرت وانبساط کے سبزہ زار پر رنج وغم - درد والم اور حسرت ویاس کی گھنگھور گھٹائیں چھاگئیں ہیں - برق الم نے خرمن شادمانی کو خاکستر بنادیا ہے اور فرط غم سے دل ودماغ بیکار ہوگئے ہیں - زندگی کا لطف باقی نہیں رہا - اور جینے کا مزہ جاتا رہا - دل بےچین ہوکر پہلو سے نکلا جاتا ہے اور جگر خون ہوکر بہنے کے لیے مستعد ہے - حواس منتشر اور دماغ پریشان دل بےکل ہے اور جگر بےچین - دل ہے اور افسردگی - جگر ہے اور بےقراری - آنکھیں ہیں اور اشکباری ؎

انکے مرنیکا شہید کی حادثہ ایسا نہیں | کچھ نہ رونے آؤ گر تم عمر بھر رویا کیے

علی اصغر

معتمد الملک سید محمد خان صاحب بہادر ناظم پرگنہ نیماہیڑہ کے نام

ٹونک - ۱۹ جولائی [illegible]

غمخوار میرے - شاید جون کا مہینہ تھا کہ آپکا نوازش نامہ میرے مسیح کی عیادت میں آیا تھا - آپ نے لکھا تھا اور میرا بھی خیال تھا کہ مرض کے افاقہ سے طبیعت کو کچھ سکون ہو تو خط کے جواب میں مزاج کی کیفیت لکھوں لیکن دوا کا اور دعا کا - [illegible] تدبیروں میں رات دن کی مصروفیت کا اور پانچ مہینے کامل تیمارداری کا انجام یہ ہوا کہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہجری کی پہلی اور جولائی ۱۹۲۰ء کی سترھوین تاریخ تھی پنجشنبہ کا
قیامت خیز دن تھا اور دن کا ۱۰ بجا تھا کہ بوئے گل سے یار روح نے جسم سے
انتقال کیا ؎

اُنکی صورت دیکھکر جیتے تھے ہم تو اے جلیل
اب کہیں کیا دل پر گزری اُنکی میت دیکھکر

خدا بخشے مرنے والے کے ساتھ میرے دیوانہ دلکو جو غیر معمولی تعلقات تھے وہ
سب نہیں تو کچھ آپ بھی جانتے ہیں بس اُنھیں پر اس اندوہناک حادثہ کے جانگداز
صدمہ کا قیاس کر لیجئے۔ دل کو اور طرف متوجہ کرتا ہون لیکن نہیں ہوتا۔ طبیعت کو ہرچند
بہلاتا ہون مگر نہیں بہلتی حیرت نے آنکھون پر قبضہ کر لیا ہے اور افسردہ دل یادونکا
مرکز بنا ہوا ہے ؎

ہائے وہ دل جو خوشی کا گھر تھا
آج مدفن ہے تمناؤن کا

شوریدہ سر علی اصغر

مولوی سید سلیمان صاحب کے نام

ٹونک۔ ۲۲ محرم

ہمدردی سے جس بیمار کی عیادت میں آپ نے عنایت نامہ لکھا ہے۔ اُس کا
مزاج مختلف امراض کے متواتر حملون سے مغلوب ہو کر اعتدال کی حد سے متجاوز ہو گیا
تھا۔ تجربہ کار ڈاکٹرون کی عقل گم تھی طبیب علاج کرتے کرتے عاجز آ گئے تھے اور تیماردار
سراسیمہ تھے۔

انجام یہ ہوا کہ گرمیون کا موسم تھا۔ محرم کی آٹھوین تاریخ جمعرات کا دن تھا دن کا

ایک بجا تھا کہ بیمار نے ورم جگر، یرقان، اور سرسام وغیرہ کی بیماریوں میں تین مہینے کے قریب مبتلا رہ کر فنا ہونے والی دنیا سے ہمیشہ کے لیے انتقال کیا۔ اب میں ہوں اور افسردہ طبیعت۔ میں ہوں اور مضطرب دل۔ دن تو بیقراری میں بسر ہوتا ہے اور اختر شماری کا مشغلہ۔ موت اور وہ بھی رفیق زندگی۔ ایک انیس زندگی کی موت۔ اُسکا فراق اور وہ بھی دائمی۔ ہمیشہ کی مایوسی اور زندگی بھر کی بے چینی ؎

شبِ غم اور تمہارے شبِ غم　　　فقط گزرا ہے باقی آسمان کا

علی اصغر

ایک حبیب کے نام

علی گڑھ ۔ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۰۲ء

نت بلاتا تو ہوں اُسکو مگر اے جذبۂ دل
اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

جانِ اصغر۔ تمہارا بھیجا ہوا خط مجھے ملا۔ اور میں نے کئی بار پڑھا۔ نمک بھی چھڑکا اور مرہم بھی بنا

نرم باتیں کہیں نزاکت سے　　　گرم فقرے کہیں شرارت سے
لے لی چٹکیاں بھی　　　اگرچہ سب ہی کچھ تشفی بھی

خط کے دیکھنے سے کبھی کا گزرا ہوا زمانہ نظر دل میں پھر گیا۔ اور تمہاری کھوئی بھولی باتیں اور پیاری پیاری ادائیں یاد آ گئیں بیقرار دل کو اور بھی بے چین کر گئیں ؎

کبھی کچھ ٹھنکنے وہ کچھ آنکھیں ملا کر کہنا　　　ابھی کچھ کہہ کے نہ تو آپ بھی شرمانا

مین جس حال مین ہون شکر ہے اچھا ہون۔ تمھاری مفارقت غم والم کی انتہا ہی کیا ہی - درد دکاوش - رنج وقلق اضطرابی اور بیچینی - تڑپ اور اُلجھن - کسی کی بھی کمی نہین سے

غم محبت سے دردِ فراق شرکت تپ ہجوم آفت واک جان بیقرار دریغ

تحمل اور استقلال کا دامن میرے ضعیف دل کے کمزور ہاتھون سے چھوٹ گیا ہے۔ ضبط کی تاب نہین جسم رخصت ہو چکا ہے۔ بیچارہ صبر بھی کب تک نباہ کرے انتظار کی بھی آخر کوئی حد ہے سے

سحر بھی ہوتی ہے چلتے ہین لے اجل ہم بھی
ریاض
اب اُن کے آنیکا ہم کو بھی انتظار نہین

وصل وملاقات سب تمھارے بس کی بات ہے تم چاہو تو سب آسان ہے۔ ابھی آجاؤگے تو مجھے جلالوگے۔ نہین تو میری جان پر بُری بنے گی۔ پھر آئے تو کیا۔ پچھتاؤگے اور سوائے بنجی کے ڈھیر کے اور کچھ نہ پاؤگے۔

آرزو ہے بہت زیارت کی | اب نہین تاب دردِ فرقت کی
خوب دعوت یہ نازک بہت | جانِ کر تم کو دلنواز بہت
مین ہوا ہون مکلف بہت | ورنہ میری بھی یہ نہین عادت

خط کا جواب ذرا جلد بھیجیے۔ اور بات صاف لکھنا مجھے انتظار رہیگا۔

شوریدہ سر

صغر

اُنھین کے نام

علی گڈھ ۔ ۷ر اپریل ۱۹۰۲ء

دکھاتے ہین تماشہ برقِ رخسارِ درخشان کا
ٹھہر اے بیقراری ہم تری تدبیر کرتے ہین

جان اصغر شرابِ اُلفت کا ساغر محبت کے پھولون کا گلدستہ یعنے تمھارا شوخیون بھرا خط ـ پندرہوین اکتوبر کا لکھا ہوا ـ بڑے کافر دل دکھانے والے انتظار کے بعد ـ پرسونکی ڈاک مین مجھے ملا ـ خط کے ملنے سے مین نے خدا کا شکر ادا کیا اور تمھارا احسان مانا کہ ابھی میری جھوٹی ـ سچی یاد سے تمھارے دلکو تھوڑا بہت تعلق ہو غنیمت ہو ـ مگر مین کیا بتاؤن کہ میرا کیا حال ہے ـ محبت کا تو نام ہی برا ہے ـ یقین مانو تمھاری یاد دل سے اور دھیان خیال سے کسی وقت مین بھی جدا نہین ہوتا ـ خدا جانے کیا ہو گیا ہو کہ مین ہر گھڑی ہر لحظہ تمھاری تصور مین محو رہتا ہون ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

تمھارے وصل و ملاقات کا ذوق و شوق اور تم سے ملنے کے ارمان تمنائین دل و دماغ پر مسلط ہین ـ اور یہی رہ رہ کر دل سے دماغ مین اور دماغ سے دل مین چکر لگایا کرتی ہین ـ دن کو ضطرابی و بیچینی سے کسی کام مین دل نہین لگتا ـ اور بیکلی او بیقراری مجھ سے رات بھر پہلو بدلواتی رہی ہے ـ دن کا ایک ایک منٹ ایک ایک گھڑی ایک ایک دن سے زیادہ معلوم ہوتے ہین جدائی کی پہاڑ سی راتین ایسی کٹھن ہین کہ کسی طرح کاٹے نہین کٹتین ؎

کیا اندھیرا ہے شب ہجر کہ دم گھٹتا ہے
تم جو آ جاؤ یہی رات سہانی ہو جائے

اگرچہ دنیا کے مکروہات سے مجھے دم لینے کی فرصت نہیں۔ اور سرکاری کاموں کے ہجوم نے مجھے اندنوں معمول سے کچھ زیادہ عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ لیکن طبیعت کے اصرار اور دلکے اشتیاق اور سب پر مستزاد تمہارے تقاضہ کی تاکید سے بے بس ہو کر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسی مہینہ کی کسی تاریخ کو علی گڈھ سے چلکر ٹونک آؤنگا۔ یہ میرا ارادہ ہے تم بھی دعا کرو کہ بن پڑے

اصغر شوریدہ سر

ایک محبوب کے نام

سرونج۔ مالوہ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء

دل میں نے دیا تھا جسے دلدار سمجھکر
کیوں تم وہی معشوق ہو یا مجھکو گمان ہے

اوظالم۔ ستم کے بانی۔ کبھی تو خط لکھا کر۔ یہاں خط کا انتظار موت کا مزہ چکھا رہا ہو اور مجھے نار سوجھتے ہیں جیسے بدتم اور بے اعتنائی بے تعلق غفلت شعاری اور بے خبری۔ یوں دیکھنے میں تو بڑے نرم۔ بڑے نازک ہو مگر واللہ حقیقت میں بہت سخت اور سنگدل ہو ؎

تجھسے منہ پر بت بیسید دیکھا بھولی بھالی شکل والے تجھ میں چالاکی بھی

کیوں صاحب۔ انصاف شرط ہے۔ ذرا سچ کہنا۔ کیا یہی اقرار تھا۔ اسی کا نام الفت ہے۔ جناب یہ بھی کچھ منصفی کی ہیں باتیں کبھی تم میرے دلکی حالت نہ پوچھو کہنے کو اور بہت کچھ ہے۔ مگر تمہاری تھوڑی سمجھ کو اتنا کرے تو یہ بھی بہت ہے ؎

سید محمد اعظم صاحب اعظم لکھنوی کا خط مؤلف کے نام

لکھنؤ ۔ ۱۵ جون ۱۹۳۲ء

مکرمی محترمی زید اللہ فصاحت کم ۔ تسلیم ۔ محبتنامہ مع قطعہ شادی موصول ہوا ماشاء اللہ کیا بات ہے، تمام اشعار مروارید کی لڑیاں ہیں، جدت مضامین. نشست الفاظ بیساختہ پن جو طبع عالی کا خاص شیوہ ہے کس کس بات کی تعریف کی جائے. بہر حال قطعہ نہایت لطیف ہے اور ہر قسم کے محاسن نے مل ملا کر نظم میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جنکے لیے در حقیقت ہدیہ ہر دو داد دین یا نہ دین لیکن اس ممنون منت کی زبان مدح سرائی میں رواں ہے۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

خاکسار محمد اعظم

حکیم برہم صاحب ایڈیٹر اخبار ... لکھنؤ

... موٗلف کے نام

لکھنؤ۔ یکم اپریل ۱۹۱۰ء

تسلیم۔ کتاب۔ اصلاح زبان اردو کی ایک جلد موصول ہوئی۔ موٗلف نے دعویٰ کیا ہے کہ ناسخ و آتش کے عہد سے اسوقت تک جتنے الفاظ اردو زبان مین متروک ہوئے ہین اُن سب کو اِس رسالہ مین جمع کر دیا ہی۔ اس تصنیف کے متعلق بہری یہ لکھنے ہے کہ۔ یہ رسالہ اپنے مقصد مین بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطہ مین ڈالنے والا ہی۔ موٗلف کا منشا محض اساتذۂ اردو پر اعتراض کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ متروک الفاظ تو تھوڑے ہی سے بتائے گئے زیادہ تر فروگذاشت شعرا کی گرفت کیگئی ہی مثلاً آتش نے المضاعف کو المضاف باندھ دیا ہی۔ داغ نے ناپید کو ناپیدا کہا ہے میر نے صدقہ کرنا ... ترکیب سے کہا ہی ذوق نے نعشی موزون کیا ہی۔ غالب نے جگہ لکھو ... وغیرہ

یہ کام وہ شخص کر سکتا ہے جو زبان کا ماہر اور تمام استعمالات شعرا پر حاوی ہو موٗلف کا تو یہ حال ہے کہ ... عبارت بھی صحیح نہین لکھ سکتے۔ دیباچہ کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ "خدا کی حمد زبان اور بیان سے باہر ہے" "زبان سے باہر غلط" "اردو زبان کی تحفظ" "تحفظ مذکر ہے" "اُس گدڑی مین خوش ہی جو اُسے ناسخ و آتش نے پہنایا تھا" "پہنائی تھی کہنا چاہیے" "سخیران سخن بنا گئے تھے" "سخیران سخن کے کچھ معنی نہین ہوتے" "بہت سے الفاظ غلط طور پر استعمال ہوئے ہین" "کون کون الفاظ"

واسوخت عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھکو   اور پھر وہ ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو

تعشق ؎ حسن اور عشق سے کیا چاہیے قسمت اچھی   نیک نام آپ ہوئے شہرہ مری رسوائی کا

(۷) "انکھڑیاں" جلال ؎

اپنی شوخ انکھڑیوں میں کچھ تو حجاب آنے دو   راہ پر آئیں جو یہ خانہ خراب آنے دو

"انکھڑیاں" اب تو بول چال میں نہیں ہیں

انکھڑیاں متروک نہیں ہیں "چشم معشوق" کو کہتے ہیں۔ دیکھیے امیر اللغات اور گلشن فیض و نور جلال

بحر ؎ دو چار کو جو قتل کریں اُسکی انکھڑیاں   شیریں سے بھی زیادہ غزالوں کی دھاک ہو

آتش ؎ ان انکھڑیوں میں اگر نشۂ شراب آیا   سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا

(۸) "اندر باہر لگے ہوئے ہیں" امیر ؎

کیا حالِ دل سناؤں جاسوس اُس پری کے   اندر لگے ہوئے ہیں باہر لگے ہوئے ہیں

ذم کا پہلو ہے احتیاط چاہیے۔

اندر باہر لگے ہوئے ہیں ثقات کی زبان ہے۔ الف کو لگے ہوئے کھٹکتا ہوگا۔ حالانکہ اس سے کوئی کلام اور کوئی تقریر خالی نہیں ہے "بستر لگے ہوئے ہیں"، "پنکھے لگے ہوئے ہیں"، آنے لگا، کہنے لگا، گھبرانے لگے، بھلا لگے، وغیرہ کیونکر زبان سے جدا ہو سکتے ہیں ؎

لیا شاخ گل پہ پھول کے تیلی نے عندلیب   [illegible] ہوا ہیں نشیمن فلک کو [illegible]

(۹) آبادی۔ امیر ؎

بادہ خواروں کا زمانہ سے جدا عالم ہے   بستیاں ہوتی ہیں آبادی سے [illegible]

آبادی کی "ی" کا تقطیع سے گرنا خلاف ہے۔

شعرا کا اصول ہے کہ فارسی کی "ی" اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو [illegible]

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجھکو جو چار باتین — بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منھ پر ہزار باتین

"بھلا" متروک ہے۔ ایسے موقع پر "اچھا" کہنا چاہیئے۔

"بھلا" متروک نہین ہے اور اس شعر مین خاص محل پر استعمال ہوا ہے جسکو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ داغ کی گویائی معترض کی زبان سے بدرجہا مستند ہے۔

(۱۳) بو کرنا۔ امیر ؎

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کی ہون — سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کی بو کرین

"بو کرنا" بمعنی سونگھنا غیر فصیح اور غلط ہے"

امیر ہون یا مرزا غالب چونکہ فارسی گوئی مین بھی ان حضرات کو انہماک تھا [illegible] فارسی محاورات کا ترجمہ موزون کر گئے ہین مثلاً جگر کاوی کا ترجمہ جگر کھودنا اور "نگذاشت" بمعنی اجازت "ورنہ داد" کا ترجمہ چھوڑا اردو مین باندھا ہے۔

غالب ؎ پھر جگر کھودنے لگا ناخن — آمد فصل لالہ کاری ہے

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون — ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

اسی طرح امیر کے یہان بھی دمیدن کا ترجمہ "پھوٹنا" اور "خواب کردن" کا ترجمہ خواب کرنا کیا گیا ہے جو قابل لحاظ نہین ہے اور نہ خلاف محاورہ ہے نہ معیوب نہین بلکہ قادر الکلامی اور استادی کی خاص ادا ہے۔ سودا و میر نے بھی ایسا کیا ہے اکثر متقدمین کے کلام مین موجود ہے"

(۱۴) بغل مین مار کے لیجانا۔ آتش ؎

دل کو بغل مین مار کے لے تو چلے ہو یار — [illegible] خریدار دیکھ کے

مار کے لیجانا غیر فصیح اور متروک ہے (دبا کے لیجانا) فصیح ہے"

بغل مین مارنا بغل مین لینے کے معنی مین اب بھی مستعمل ہو۔

(۱۵) پہ امیر ؎

سر سے اُٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین — دنیا پہ لات مار کے پا رو ہو گیا

داغ ؎ ہم پہ رکھوں یہ غصہ مرتے ہیں اجل ہم — دشمن پہ ہو جو ہرگز قائل نہیں قضا کا

جلال ؎ اُس کو دیا لاکھ پہ چھا کیے احباب — دل ہی مین رہا لب پہ ترا نام نہ آیا

"پہ کا استعمال اب اکثر فصحی نے ترک کر دیا ہو اسکے بدلے پر بولتے ہین۔ آخر مین داغ و جلال نے ترک کر دیا تھا"

کسی نے ترک نہیں کیا اور نہ کوئی شاعری اس سے خالی ہو سکتی ہو۔ داغ کے آخر دیوان مین صدہا جگہ پہ بندھا ہوا ہو۔

داغ ؎ نہ چھوڑی خاک تک مجھکو وہ شوق پائمالی نے — ترے قدموں جو آئی وہ اپنے سر پہ آئی ہے

نفس ؎ کیا جنون تنگ پہ ہو آپکے سودائی کا — طور پر داغ مین ہو لالۂ صحرائی کا

تسلیم ؎ جب سوتے ہیں وہ باغ مین ہم باد صبا کو — بالین پہ کبھی دوڑ کے چلنے نہیں دیتے

اور خود مولف بھی "ادیب" فروری ۱۹۱۲ء مین لکھتے ہین۔

پڑ گئے سب پہ ندامت کے کچھ ایسے پردے — کہ نظر تک نہیں آتے ہین کسی کے آثار

درحقیقت ہین زمانے مین وہی خوش تقدیر — نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

(۱۶) پہ داغ ؎

مشتاق بہت مین تہ کہنے کے پہلے داغ — یہ وقت ہو ایسا کہ مین کچھ کہہ نہیں سکتا

"لیکن کے معنون مین پہ کا استعمال اب فصحی نے ترک کر دیا ہو، آخر مین جلال و داغ نے بھی ترک کر دیا تھا۔"

پر کا استعمال لیکن کے معنی پر بکثرت ہر اگر کچھ لوگ نہیں کہتے تو اس سے ترجیح نہیں ہوسکتا۔ آمیرنے آخر تک اِسکو جائز رکھا ہی اور دیگر شعرا بھی استعمال کرتے ہیں

(۱۷) پسینہ جھاڑنا۔ ناسخ ؎

پسینہ اپنے ماتھے کا نہیں جھاڑا ہی اُنگلی سے　　یہ اُس بیقدری نے توڑا ہی سِلک دُرِ کنزن کو

پسینہ جھاڑنا نہیں سُنا گیا۔ پسینہ پوچھنا بولتے ہیں"

یہ کوئی محاورہ نہیں ہی پسینہ الگ ہر جھاڑنا الگ ہر۔ یعنے پسینہ پوچھ کے جھاڑ دیا۔

(۱۸) پکارے۔ آمیر ؎

دن وہ میکش جو کرون رُخ در توبہ کی طرف　　بہکے جاتے ہو پکارے دہن خم مجھکو

پکارے بجائے پکار کر کہنے کے غیر فصیح ہے"

پکار کر کہنے کی ایک ہی کہی۔ اتنی خبر نہیں کہ پکارنا مستقل مصدر ہر اور روزمرہ کی بول چال ہے۔

عشق ؎ پائنچے ناز سے جو اُسنے اُٹھائے　　مین پکارا خدا کمر کو بچائے

طور پر حضرت موسیٰ جو گرے غش کھاکر　　جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہی

ن ؎ شیرین زبان ہوئی ہر فرہاد کے دہن مین　　لیلی پکارتی ہر مجنون کے پیرہن مین

ر ؎ یون پکارے ہین مجھے کوچۂ جانان والے　　ادھر آ اپنے ادھا چاک گریبان والے

ل ؎ کس کے خواب مین کیون کوئی نا صبور آیا　　پکارتے ہو کہ ہری نیند مین حضور آیا

(۱۱) بیری۔ ناسخ ؎

ہجر فراق مین ہوئی قدر شب وصال　　آیا ہے یاد بیری مین عالم شباب

جناب باسط بسوانی کا خط
مؤلف کے نام

بسوان - یکم ستمبر ۱۹۱۵ء

بھائی صفدر - سلام مسنون - آپ کا خط ملا تھا - جواب مین تاخیر ہوئی - پہلے سرگذشت سُن لیجیے پھر خفا ہوجیے - پرسون شب کو کھانا کھا کر عشار کی نماز پڑھ کر جو بستر پر دراز ہوئے برسات کی پیاری رات کالی کالی گھنگھور گھٹائین دیکھکر طبیعت جو مزے مین آئی تو اپنی پرانی غزل کا ایک شعر حسب حال گنگنانے لگا ؎

رات برسات کی ہے اور وہ پہلو مین نہین　　خوب برسینگے مرے دیدۂ تر آج کی رات

اس کا گنگنانا تھا کہ غضب ہوگیا - کہین بادل خان جو دن ہی سے فلک مینائی پر اپنی فوج کا پرا جمائے ہوئے تھے اُنکے کانو مین بھی یہ صدا پہونچگئی - پھر کیا تھا کڑک کر بول اُٹھے "دیکھین آپکے دیدۂ تر کیسے برستے ہین" مین کمبخت کیا سمجھا تھا کہ یہ ظالم سُن رہا ہوگا - مین تو اس دھوکہ مین تھا ؎

نالہ اس زور سے کیون میرا دُہائی دیتا　　اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

شامت اعمال مجھے بھی انکے یون برس پڑنے پر غصہ آگیا دو ایک شعر پہلی غزل کے پڑھکر سنائے -

برق مضطر جب نہ ٹھیرے قلب مضطر کا جواب　　ابر باران ہو سکے کیا دیدۂ تر کا جواب
گوہر غلطان کی صورت بہے ہین اشک غم　　ابر نیسان کیا ہو مرے دیدۂ تر کا جواب

یہ حضرت داغ کی شہرہ زمین ہے جس کا مطلع ہے

...ش سے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب   سُن چکا ہوں چار دن پہلے مقدر کا جواب

تنجنی بھی کیا کم تھی کہ میں نے اِس زمین میں فکر کی اور یہ نتیجہ جواب بھگتنا پڑا

شاید اُسی کا خمیازہ ہو۔ زحمت نہ ہو تو دو ایک شعر اور سُن لیجئے۔ آمدم بر سر مطلب ہاں تو

...میں فلک نابکار پر چوٹ کرتے ہوئے بس یہ کہہ اُٹھا ؎

...نشین میں مجھے کیا طوفان فلک غم کیوں   گھر کی دیواریں ہوئیں ہیں بستر در کا جواب

حضرت نے کہا کہ اچھا دیکھو تم تو صرف خیالی پلاؤ پکا رہے ہو ہم در دیواروں کو

در کا جواب بنائے دیتے ہیں۔ بس بھائی پھر کیا تھا۔ اللہ دے بندہ لے۔ برس پڑا

رات گذری۔ دن ہوا پھر رات ہوئی۔ غرضکہ یوں ہی دن رات ہوتے رہے اور

حضرت اپنی جان کو روتے رہے۔ وہ دھما چوکڑی مچائی کہ الاماں۔ تمام قصبہ عالم آب

...میں تھا۔ اترا اتر را دھڑم، اترا اتر را دھڑم کی ہولناک صداؤں سے کانوں کے پردے

پھٹے جاتے تھے، کچے تو کچے پکے مکان بھی ٹھیک ہنڈ کرتے ہوئے زمین پر آ گئے۔

حضرت کہیں یہ نہ خیال فرمائیگا کہ یہ اشعار کے چلتے ہوئے جادو کا اثر ہے کیا نسوں

...چھتے ہو۔ یہ چھوٹا منہ میں مجھے ان اشعار کے ذریعہ سے پانی برسانے کو کہا جائے اور

...میرے تو میری جان پر ستم ڈھایا جائے نا بھیا نا۔ اتفاق کی بات کہتا ہوں۔ حکم خدا

...بندہ نہیں۔ خانماں بربادوں کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی۔ آج سُنا کچھ بھاڑ

...مجبور۔ یہ ساقی شراب کی چوٹ دلو نہیں سے لیموں رو ن اُردن کے بجائے

... توبہ یا اللہ توبہ کی راگنی دل سے چھیڑتے ہوئے میاں و اطفال جامع مسجد

... و غیرہ میں مقبروں میں۔ خانقاہوں میں جا ٹھکے۔ میں تو انکی اس سوچ کو مانتا ہوں

خوب سمجھی کہ اگر اللہ میاں تم نہیں مانتے تو ہم تمہارے ہی گھر میں بستر لگائے دیتے ہیں

جی چاہے اسے بھی گرا دو اگر پرسش ہوئی تو کہدینگے کہ مرے تو تیرے ہی گھر میں خواہ جنت میں بھیج خواہ دوزخ میں جگہ دے۔ ہاں اسکا افسوس ضرور ہے کہ وقت کی بات کہ میری ضد کا نزلہ سارے قصبے پر گرا۔ آج سے کان پکڑے۔ اب میں شب ہجر کو نہ روؤنگا۔ اور اگر رویا بھی تو اس ظالم آسمان کو مخاطب نہ بناؤں گا۔

بھائی صفدر خطا معاف یہ تو میں کہونگا کہ اگر رونے پر آؤں تو میں خود تو ڈوب ہی جاؤں گا اس ظالم کو بھی لے ڈوبوں۔ یا سمجھکر نہیں دشمن ناہنجار سمجھکر خلق خدا کا پاس ہے ورنہ ہم تو جان سے جاتے مگر اس ستم ایجاد کو بھی مزہ چکھاتے۔ واللہ آپ اسے شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی نہ سمجھیے گا۔ کچھ میں ہی پر یہ مبالغہ شاعری نہیں منحصر ہے اساتذہ قدیم و جدید سب کہہ گئے ہیں۔ شیخ ناسخ کہتے ہیں ؎

شب فرقت جو میں رونے کو کل بیٹھ گیا ۔۔۔ [illegible] گردوں کا عرش بیٹھ گیا

[illegible] جاوید یوں گہرفشاں ہیں ؎

جو شرارت کی نظر آسمان پہ پانی ۔۔۔ [illegible] رونے سے تیرا [illegible] ہو گئی جاتی ہے

گویا ان بزرگوں کی زبان میں اثر تھا آخر ظالم نے ہم سے کیوں ضد کی۔
اسکول کا وقت قریب آگیا لہٰذا رخصت۔

خادم

[illegible] بسوانی

جناب بشیر احمد صاحب سب انسپکٹر کا خط مؤلف کے نام

از پولیس پاٹودہ۔ ڈاکخانہ لچھمن گڈھ۔ ۷ نومبر ۱۹۱۹ء

ہم دشت نوردون مین ابھی ذکر ہوا تھا
خوب آئے خضر عمر تمھاری بھی بڑی ہے

حضرت صفدر زاد لطفہ۔ تسلیم مزاج لطیف آپکا محبت بھرا خط
مورخہ ۲۷ اکتوبر مع بساط سخن ایک ساتھ وصول ہوکر مسرت افزائے خاطر انتظار ہوا
آپکے مہربانی نامہ کے دلپذیر فقرون اور دلنشین جملون نے وفور شوق مین یہ حالت کردی ہے
کہ [illegible] کا جب آیا ہے مین ہون اس تحمل مین   گاہ پڑھنے کو اٹھایا گاہ پڑھ کر رکھدیا
پیارے صفدر۔ آپکے انداز تحریر نے دلکو تڑپا دیا۔ خط پڑھ کر دونون ہاتھو سے
دل کو تھام لیا۔ آپکی سادگی مین بھی قیامت کی ادائین ہین۔ غرضکہ آپکی دلکش طرز تحریر نے
جسقدر دلکو لبھایا اُسکا عشر عشیر بھی ضبط تحریر مین آنا نا ممکن۔ بقول جناب۔ ع
یہ ممکن ہیکہ بہتر ہو مگر ہم سے نہین ہوتا لیکھ فقرہ یہ کہ "جو نظم ادیب مین شائع ہوئی وہ جوانی کی تھی"
اب طبیعت مین وہ شوخی کہان" واہ کیا خوب لکھا۔ آپکی سی رنگین اور دلفریب طبیعت اور
اس سے شوخی نکل جائے یہ ممکن نہین ہے (ع) ضعیفی مین بھی اے ظالم تری شوخی نہین جاتی۔
کہنہ مشقی وہ چیز ہے کہ جس پر ہزار نو مشقی نثار۔ لاکھ نوجوان طبیعتین قربان۔ نو آموزی و
نو مشقی جسقدر [illegible] کہنہ مشقی اپنے تجربہ اور مجاہدہ سے صاف کر دیتی ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ
طبیعت مین وہ جوہر بے بہا پیدا ہو جاتے ہین جو جوانی مین میسر نہین ہوتے۔ اسوقت

جو نظم و نثر زیب قرطاس ہوگی وہ حقیقت میں موتیوں کی لڑی ہوگی۔ الغرض زمانہ پیری میں لٹریچر کا
شباب آتا ہے جسکی تائید میں جناب قیصر بھوپالی کا یہ مقولہ ملاحظہ ہو ؎

قیصر اس بات کے شاہد ہیں غزلہائے ریاض ۔۔۔ کہ بڑھاپے میں طبیعت پہ شباب آتا ہے

یہ آپکا فرمانا کہ پیری میں نظم تو بالکل نہیں کہتا اور نہیں آتا جس شوخ مزاج کی اک عمر
چلبلاہٹ میں بسر ہوئی ہو اُسکا ایسے علمی شغل سے تارک ہونا بعید از قیاس ہے ؎

صفدر تم اور عزم حرم مانوں کسطرح ۔۔۔ حضرت کی ذات سے تو نہایت بعید ہے

میری فرمایش پر آپنے اپنا تازہ کلام دل آویز مرحمت فرمایا اسکا شکریہ میں کس زبان
و قلم سے ادا کروں۔ آپکے اشعار نے میرے دل پر جو تیر و نشتر کا کام کیا وہ کچھ میرا ہی
جی جانتا ہے ؎

امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا ۔۔۔ نگاہیں بول اُٹھیں وہ لے لیا دل

اس لذت آشنا خلش سے دل و جگر دونوں نے مزے دئے، زبان نے چاشنی
فصاحت کے الفاظ چٹخارے لیے۔ تمام اشعار اپنی خوبی میں بے مثل و لاجواب ہیں۔
مطلع ادا، مطلع خورشید ہے۔ مقطع میں غضب کی نازک خیالی ہے۔ چراغ مزار اور شمع مزار
کی ادائے دلسوز نے جو فقیر بشیر کے دل پر تجلیاں گرائیں اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہے

دامن اُٹھا کے چلنے سے بدنامیاں ہی ہیں ۔۔۔ بستی ہی کیا تھی ورنہ چراغ مزار کی

اس شعر میں پہلے مصرعہ کی نگارش کی کیا تعریف ہو سکے۔ اہل نظر ہی ان
نزاکتوں کو دیکھ سکتے ہیں کیا خوب فرمایا ہے مجھے بیحد پسند آیا "دل" "زلف" کے مضمون کا
شعر بھی بہ اعتبار قافیہ کے عجب دلکش ہے۔ بے اختیار دل پھڑک گیا۔ یہ شعر آپ کی
صفائی کلام اور شستگی زبان کا آئینہ ہے کیوں نہ ہو زبان میں چوٹی کا شعر ہے

لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی!!

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ناظم صفحہ ستم ایجاد صفحہ برجم سفدر نے حضرت ریاض کا کلام بھیجکر میرے دل پہ کٹاری اور برچھی کے وار کیے ہیں۔ مگر ان کے ان ظالمانہ برتاؤ میں بھی مجھکو مزہ آرہا ہے۔ اسکو اس قسم کے جور و ستم میں دلچسپی ہی نہیں بلکہ محبت ازلی ہے۔ مجھے حضرت کے کلام سے وہی محبت ہے جو قیس کو لیلیٰ کے ساتھ اور فرہاد کو شیرین کے ساتھ تھی۔ مجھی پر کیا منحصر ایک زمانہ ان کے تیغ قلم کا قتیل ہے۔ چنانچہ خود ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

ہیں یوں تو ریاض اور بھی دنیا میں سخنور — مشکل ہے تمھاری سی طبیعت ہو کسی کی

اکثر اشعار حضرت کے میری زبان پر ہیں۔ آپ کا کلام خاص طور پر دلنشین و دلپذیر ہوتا ہے ؎

کھوئے ہوئے ہیں شاہد معنی کے دھن میں ہم — یہ بھی چلبل ایک جنون ہے شباب کا

یہ معلوم کرکے زیادہ مسرت ہوئی کہ حضرت سے آپکا خاص تعلق ہے جو سفر و حضر میں آپکو سایہ کی طرح ساتھ رکھتے ہیں۔ یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔ ریاض جیسے صاحب کمال کی میں تعریف کیا کروں چھوٹا منھ بڑی بات ہے کوئی اس پایہ کا ہو تو کچھ لکھے پڑھے (ع) اُسکے ایوان کی ہے عرش سے اونچی کرسی۔ ہاں آپکو یہ بتا دوں سرخاب کا پر ہو ذرات کا ذرہ ان دونوں اشعار سے غریب ہیں منشی مجھپر وجدانی کیفیت طاری رکھی ہوئے کیا کہنا "سے ہوئے بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں" ان الفاظ کی ندرت دیکھیے بدرات کے ... ان تھے اس رات کا ذکر دیکھا ان الفاظ کی شوکت کہیں استاد کامل سے پوچھیے شعر ہے یا سحر سامری کا چلتا ہوا جادو ہے ؎ جو موج ابھرتی ہے شوخی سے اٹھی۔

اس شعر مین جو معنوی خوبیان بھری ہین اسکا وہی نکتہ بین نظرین اندازہ کر سکتی ہین
جو بحر سخن کے عمق تک پہونچکر موتی نکال لاتی ہین عجیب و غریب شعر ہے۔ یہ ذہانت
اور طباعی خداداد ہے۔ آبرو خواس و حافظ شیرازی کے رنگ مین کسی دوسرے کا
قلم اُٹھانا تحصیل حاصل ہے۔ اس مشرب مین اپنی نازک خیالیون سے دونون کے
قلم توڑ دیے۔ میری طرف سے حضرت کی خدمت مین خاص طور پر تسلیم نیازمندانہ عرض کیجیے
گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ حضرت مین اہل زبان نہ زباندان ایک ایسے ویرانہ
مقام پر ہون جہان سوائے خس و خاشاک یا ریت کے ڈھیلوں کے نہ کوئی ناظم نہ [illegible]
اسلیے میرے اس زبان پر آپ ہنسیے گا نہین۔ یہ لکھنؤ یا دہلی نہین ہے جہان مین [illegible]
ایک کوردہ مقام ہے پھر (۶) لائین کہان سے حضرت تصدق کی بول چال [illegible]
دل دیوانہ کی وارفتگی تو ملاحظہ ہو کہ لکھنے کیا بیٹھا تھا اور قلم کیا گیا ہے خیر آمدم برسر مطلب
آپکی کتاب نشاط سخن کی نسبت جہان بڑے بڑے علما فضلا رطب اللسان ثناخوان ہین
وہان میرا کیا شمار مگر اتنا کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ واقعی آپکو علمی مشاغل سے دلی [illegible]
آپکے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل و دماغ مین [illegible] لکھنے کی [illegible]
اختراع تو آپکے [illegible] قدرت مین ہے جس باب مین آپ قلم اُٹھاتے ہین [illegible]
آئیگا اور جس وضع سے آپکا قلم شوخی دکھائیگا دیکھنے والون کو [illegible]
کہ غریب دونون ہاتھون سے دلکو تو سنبھال سکین سے

چہ سعدی کی حکایت اور آتش کی غزلین — جب ہو [illegible] باب گلستان [illegible]

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تالیف مین آپ نے غیر معمولی [illegible]
کام لیا ہے آپکی جگر کاوی آپکی [illegible] آپکی عرق ریزی آپکی جانفشانی [illegible]

گلزار سخن مین گل کھلائے ہین اُنکی نکہت عنبر بیز سے جوانان چمن کے دل و دماغ معطر ہو رہے ہین۔ آپ نے ان چھوٹے چھوٹے الماسی ٹکڑون کو۔ خوشنما موتیون کو جب اپنے کلک جواہر سلک سے عروس شاطرہ کے جڑاؤ زیور مین جڑے ہونگے اسوقت آپکے فکر فلک پیما کا کیا رنگ ہوگا۔ کھوٹے کھرے کی نقادی کس درجہ ملحوظ خاطر ہو گی ؎

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تو نے یہ اے ظالم شیشہ مین بھری ہوگی

غرضکہ یہ علمی بے بہا مجموعہ اپنی نوعیت و جامعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب مین سبق آموز ثابت ہوگا ع یہ سخن وہ ہی کہ رکھین گے سخندان دل مین۔ آپکی نکتہ سنجی و دقیقہ رسی کا اک زمانہ قائل ہی۔ درصل آپ شاہد سخن کے اعلی درجہ کے نقاد اور سخن شناس ہین۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آخر مین بکمال ادب ملتجی ہون کہ آپ اپنے و نیز حضرت ریاض کے تازہ بتازہ نو بنو کلام سے اسی طرح محظوظ و مسرور کرتے رہین گے۔

نیازمکیش فقیر بشیر

جناب محمد اسحاق صاحب بصیر بریلوی کا خط

حضرت بسمل کے نام

محبت نامہ باعث تشکر ہوا۔ آپکو کیا معلوم کہ آپکے بصیر پر اِس گذشتہ زمانہ مین کیا گذری لطف غم مین آپ کیون شریک ہوتے۔

بارہا دیکھی ہین اُن کی رنجشین پر کچھ اُنکی سر گرانی اور ہی

آزردہ خاطر آپکے گلے کا پیاسی بار

بصیر

جناب افضل حسین صاحب ثابت مؤلف حیات دبیر کا خط مؤلف کے نام

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ - ۱۹ نومبر ۱۹۱۱ء

میدان سخنوری کے صفدر - تسلیم - لیجئے ایک مصرع مین القاب آداب سب آگیا - آپکی عطیہ کتاب مرقع ادب اور کارڈ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۱۱ء شرف صدور لایا. تمام رقعات وخطوط کو چشم دل سے دیکھا - سبحان اللہ جتنے پھول ہین اُتنے نہین بلکہ اُس سے دہ چند رنگ ہین - ایک منشی مبتدی کو یہ کتاب منشی کامل بناتی ہے ادائے مطلب کا ڈھنگ سکھاتی ہے - ایک کم علم کو صحیح وغلط الفاظ بتاتی ہے - کوئی رقعہ ایسا ہے کہ جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے - معلوم ہوتا ہے ابھی بیٹھے بیٹھے دم کے دم مین کشمیر کے زعفران زار مین پہونچ گئے -

کہین بزم مشاعرہ کا نقشہ ہے اور مشاعرہ کی غزل پر تنقید وتقریظ ہے اور وہ بھی نئے ڈھنگ کی جیسے صفحہ ۸۰ پر حکیم فضل علی صاحب موہانی کی غزل کا شعر ؎

ساقیا پیش نظر ہے جو مے ناب — لپٹ جاؤن گا مینا سے مین پینے سے

پھر اس پر تنقید نرالی تنقید جس کا بیان شروع کیا ہے دوزخ کی سیر پر دوزخی صاحب سے مالک جہنم آتشی تھرمامیٹر بھی لگائین گے عجیب لطف دیا ہے کہین کسی لفظ کی تحقیق ہے تو وہ اعلیٰ درجہ کی کہین کسی کے رنگ پر کسی کی زبان پر کوئی صاحب خفا ہوئے ہین کسی لفظ یا ترکیب کو بُرا جانتے ہین اور اسکے ساتھ زیادہ تر کہنے والون کا تکیہ کلام فرماتے ہین سچ ہو یا جھوٹ مگر مجھکو اس مین بھی مزہ آتا ہے تقریظین دونون نقاد حسن صاحب

فرصت میں اصلاحیں تلاش کر کے بھیجوں گا۔ آجکل تو بجز میرے سارا گھر مبتلائے امراض ہے اُمیدوار دعا ہوں۔ آپ یہ نہ کہیے کہ مرقع ادب کی صرف تعریف ہی پڑتا لا لیجئے ایک خریدار بھی لیجیے

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ۔ سید محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی وکیل کے نام وی پی ایک جلد مرقع ادب بھیجدیجئے۔

لکھنؤ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوا۔ آپ کا کلام یوں تو نہایت ہی رنگین اور دل فریب ہے مگر آپکی اِس غزل کے اشعار

اور ہی عالم ہے اِس کافر کا عالم دیکھکر ہمکو اب مرنا پڑا دشمن کا ماتم دیکھکر

بھولنے کی چیز نہیں خصوصاً یہ شعر تو مجھے ورد ہو گیا ہے۔ بار بار پڑھ کر دل ہی دل میں مزے لیتا ہوں۔

طور پر اُن کی نگاہ گرم تھی بجلی بھی کچھ نہ بولے تم ... دیکھکر

دیکھیے اب کب ملاقات میسر آئے۔

بندہ فضل سید ...

پیشگی جلد تر ارسال فرما دیجیے تو عین عنایت ہو قیمت پیشگی اسکی ایک روپیہ ہے
بعد طبع ہو جانے مضاعف ہو جائے تو عجب نہین فقط والسلام

بیکمال

جلال

جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید لکھنوی کا خط

سید مجاور حسین تمنا لکھنوی کے نام

نور العین سید مجاور حسین سلمہٗ ۔ بعد دعائے ترقی عمر و اقبال واضح ہو کہ خط
عدم کے رہنے والوں کو ملا۔ لحد کے سونے والے کروٹین بدلنے کے قابل ہوئے
تن بیجان مین اسقدر جان آنا بھی قابل شکر ہے اسوقت کی روئی ہوئی آنکھین
سوائے خدا کے اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ صدہا شاگرد ون مین ایک پر محنت کر کے جسے
اپنا جانشین بنایا اسنے ساتھ چھوڑ دیا اور یون چھوڑا کہ جیسے دشمن کو چھوڑتے ہین
چھنگا صاحب نے جب تعداد قیام کو حد محشر سے ملایا تو نشان قبر کے ہونے کی امید بھی
دل سے بیتابانہ رخصت ہوئی۔

راقم

سید محمد کاظم جاوید عفی عنہ

نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح کے خطوط حضرت دل شاہجہانپوری کے نام

مجی و شفقی تسلیم۔ نامہائے عنایت صادر ہو کر باعث منت پذیری ہوئے آج خدا خدا کرکے آپکی غزل ملاحظہ سے گذری جسے ہمراہ رقیمہ نیاز بھیجا ہون۔ آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا اُستاد ہے۔ پھر کیونکر صلاح مین تاخیر نہ ہو۔ اصلاح طلب کلام کے بستے کے بستے پڑے ہین۔ میری جانب سے آپکی تعمیل ارشاد مین مطلق تساہل نہین ہوتا اور نہ کبھی ہوگا۔ دوسری غزل بعد کو روانہ کیجائیگی۔ ابھی اُسکا وقت بھی دور ہے۔ آپکی تاریخ داخل دیوان ہوگئی۔ چار مصرع رکھے گئے ہین۔

میرے اُستاد کا چھپا دیوان تھا بلاغت کے چمن کا گل تر
اسکی تاریخ یہ لکھدے اے دل اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

دو مُصرعی یہ ہے محمد ضمیر حسن خان دل شاہجہانپوری۔ شاگردی کی ضاخت کسی کے نام کے ساتھ نہین رکھی گئی اور چار مصرعون سے زیادہ کوئی قطعہ تاریخ نہین ہے۔ سوا حضرت داغ کے۔ صدہا تاریخین آئی تھین۔ مگر چُن کر انتخاب الانتخاب لکھی گئین۔ باقی نذر ہے نے واپس کر دین۔ حضرت قبلہ و کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہین اور سب سلام [illegible] ہین۔ ۳۰ مارچ ۱۸۹۶ء

آپکا نیازمند جلیل ذلیل

مخدوم تسلیم۔ تذکرہ مین جو مضامین مطلوب ہین وہ یہ ہین۔ نام تخلص۔ باپ کا نام بھی۔ اگر کوئی شخص خاندانی ہو تو اسکا دو ایک جملو مین اظہار۔ زمانہ شاگردی۔

حیدرآباد دکن - ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

دلنواز - سلام مسنون - آپکی تاریخ بہت اچھی ہی - مگر دیوان چھپ جانیکے بعد آئی - بہت افسوس ہوا - ایک غزل دیکھ کر بھیجتا ہون باقی پھر انشاء اللہ تعالےٰ -

حضرت امیر کے اس شعر مین

آنکھ وقت نزع پھر کر چشم قربانی ہوئی | کشتی عمر رواں چکر اکے طوفانی ہوئی

چشم قربانی کے معنی قربانی کی آنکھ ہی یعنے جو فدیہ ذبح ہو چکا ہی اُسکی آنکھ سے قائل نے اپنی آنکھ کو تشبیہ دی -

غالب مرحوم کے اس شعر مین

نظر لگے نہ کہین اُنکے دست و بازو کو | یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

کوئی باریکی نہین ہی - عاشق کا زخم جگر جو معشوق کے دست و بازو کی گلکاری ہی - لہذا اس زخم کے دیکھنے سے اندیشہ ہی کہ معشوق کے دست و بازو کو نظر نہ لگ جائے -

جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ :- اسی قافیہ مین حضرت ممدوح کا شعر بھی نذر ناظرین ہی ملاحظہ ہو -

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گل کھلائے ہین | پھر آپ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین
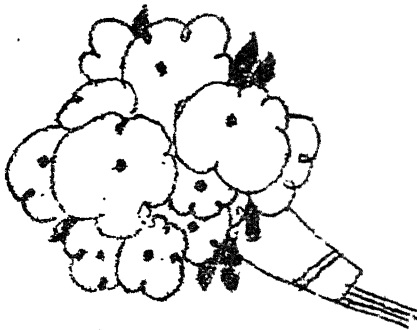
مولانا سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی شاعر دربار بھوپال کا خط

مؤلف کے نام

دوست کس دل سے لکھوں، مگر اخوت اسلامی سب سے بڑی نسبت ہے اس نسبت کے لحاظ سے ابتدا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا تحفہ نشاط سخن عبدالغفار کے ذریعہ سے مجھے ملا۔ نفسانیت جو خاصہ بشری ہے اُسپر ریویو لکھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی مگر انصاف نے دامن پکڑا۔ اور کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور کیا حق کہے بغیر نہ رہونگا۔ جو دل میں ہے وہی زبان قلم سے نکلے گا۔ یہ تالیف آپ ہی کا حصہ تھی۔ کسی زبان میں اسکا نظیر مسموع و مشاہد نہیں۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔ میں نے جو کچھ اسپر خامہ فرسائی کی ہے انصاف لگی ہے۔ وہ دوسرے ورق پر ملاحظہ ہوگی۔ میدان تاریخ گوئی کی وجہ سے اگر کوئی لغزش ہو تو قابل معافی ہے۔ ہاں جناب یہ تو فرمایئے آپ نے تسلیم مرحوم کو بیمرادی مجھے اُستی جائے التقصیر کیوں تسلیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بعض الظن اثم۔ اگر حقیقت حال آپکو معلوم ہوتی تو شوخی تحریر سے مجکو معاف رکھکر شاید برخلاف اسکے اپنا خیال قائم فرماتے۔ والسلام خیر سے ہم ماموں سید عابد حسین صاحب عابد سے ملاقات ہو تو میرا سلام ضرور دیجئے گا۔

المکلف

سید جمیل احمد سہسوانی غفرلہ

نشاط سخن کی تاریخیں

ہو اللہ الغنی الموسع

نشاط سخن، ~~~ کیا خوب ہے نئی نخلی پاکیزہ اک دلہن

(فقرات تاریخی)

جمیل یہ مشاطۂ سخن ہی یا دلاویز دلہن — مسرت کی انجمن ہی یا کامرانی کا چمن

یا یہ یکتا کتاب ہی اسلوب اصلاح کی ماہری — اس نہج مین تجدد کا لاجواب سہرا اسی کے سر ہی

اوستادان سخن کی محبوب ہے — مستفیدان مستعد کی مطلوب

کیا ان قدردانی شعرا کی سزاوار — تحسین کملائے عالی قدر کی امیدوار

اگر آئینۂ کمال طبع صفدر کہون تو بجا — یا مایۂ آگاہی نقص و حسن سمجھون تو روا

پیارا مجموعہ پسندیدہ لایق دید ارباب سخن ہی — عزیز تر یہ مولف قابل قدردانی اہل فن ہی

رب کریم اسکو پیرایۂ قبول عطا فرمائے — مولف ہمہ وال کی محنت ٹھکانے لگائے

دعا از ستادز گیہان تراج — نا آشنائے فن سخن جمیل

میرے کرم۔ تسلیم۔ عنایت نامہ کیا آیا سب شکایتون کو مٹایا۔ الحمدللہ اب نہ آپکو کوئی گلہ نہ مجکو شکوہ ہے جمیل

دلون کے میل فنا کردیے صفائی نے — جلا سے صاف ہوئے زنگ خوردہ آئینے

میں آپکے کریمانہ الفاظ کا تہ دل سے شکرگزار ہون۔ رب العالمین آپ کے تمام مقاصد دارین بر لاوے آمین ثم آمین۔ مشاطۂ سخن کو دیکھتے دیکھتے صفحہ ۹۵ پر اہلکا یہ شعر نظر پڑا ہے

روز ہی گرتے پڑے دن کو پہنچتی ہے لگنے گھر — ہے کہ میرے آبلون کا لہو نقش پا

منشی صاحب نے اس شعر کی تعریف فرمائی اور کچھ اصلاح نہ دی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آبلو مین لہو نہین ہوتا پانی ہوتا ہے۔ معلوم نہین جناب منشی صاحب کی نظر سے کیونکر رہ گیا۔ اسکو سواے سہو نظر کے اور کیا کہون عریضہ سابق کی روانگی کے بعد

دو فقرے تاریخی اور ذہن مین آ گئے اُن کو بھی اور نیز ایک قطعہ تاریخ کو تقریظ مرسلہ مین مناسب موقع پر اضافہ فرما دیجئے۔

ماشاءاللہ غزل کا ہر شعر دلنشین ہے۔ مدت مین یہ زبان گوش آشنا ہوئی دو شعر تو حصے کے ہین۔ اچھوتا رنگ ہے۔ آپکا شاگرد عبدالغفار تسلیم عرض کرتا ہے اور محمد فاروق اثر کو سلام عرض کرتا ہے والسلام

سید جمیل احمد عفی عنہ

دونون فقرے اور قطعہ درج ذیل ہے

مصلحین کی بامزہ صلاح قابل تعریف ۔ اصلاح کے مفید فواید عمدہ مقاصد تالیف

قطعہ

لاریب یہ ترنم ارباب ذوق ہے	مشاطۂ سخن ہے نئی چیز بامزہ
مضمون جمیل اسکے ہون سب قدرداں مگر	تقریظ لطف پاتا ہون تازہ بیاں مزہ

نوٹ :- ہمارے محترم دوست حضرت جمیل کو تاریخ گوئی مین جو کمال حاصل ہے اسکا اندازہ ناظرین اُن کے دونون قطعون سے کر سکتے ہین۔ ایک مادہ تاریخ نکالنے مین جو زحمت ہوتی ہے وہ وہی حضرات سمجھ سکتے ہین جن کو اس فن تاریخ سے مناسبت ہے۔ کہ ہر فقرہ مین تاریخ ہے یہ ان کے کمال تاریخ گوئی کی بین شہادت ہے۔ الھم زد فزد۔

مؤلف

سید جالب صاحب اڈیٹر اخبار ہمدم لکھنؤ کے خطوط

مؤلف کے نام

دفتر اخبار ہمدم۔ لکھنؤ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۱ء۔ دوشنبہ

مخدومی و مکرمی۔ تسلیم نیاز۔ چونکہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی سابق سیکریٹری بورڈ آف اگزامینیشن کلکتہ جنھوں نے قابل قدر تالیف و تصنیف کے علاوہ اعلیٰ طبقہ حکام میں زبان اردو کی اشاعت کرکے ملک و قوم کی بیش بہا خدمت سرانجام دی ہے حسن اتفاق سے ان دنوں لکھنؤ تشریف لائے ہیں لہذا یہاں کے منتخب حضرات نے اور اپنی خصوصاً کرمفرما اُن کو مولوی صاحب موصوف سے متعارف کرنے کی غرض سے زیر اہتمام مکان واقع دھرم سالہ مہاراجہ درب جے سنگھ آنجہانی نمبر ۱۳۳ ایبٹ روڈ متصل ناکہ ہنڈولہ میں آیندہ یکشنبہ واقع ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد از مغرب ایک مختصر بزم سخن منعقد ہونے والی ہے۔ خاکسار کو آنجناب کی دیرینہ عنایت سے توقع ہے کہ وقت مقررہ پر خاکسار کے قیام گاہ واقع دفتر ہمدم تک قدم رنجہ فرمائیں اور مصرع طرح ذیل پر اپنے نتائج افکار گوہر بار سے شرکائے بزم کو مستفیض فرمانے کے ساتھ مجھے منت پذیر بنائیں ؎

شرکت بزم سے بڑھ جائیگی عزت میری
میرے گھر آئیں قدم آپکے قسمت میری

مصرع طرح۔ ملا چاک گریبان اپنا آکر چاک دامن سے۔ دامن، گلشن قافیہ سے ردیف

خاکسار

سید جالب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ

دفتر ہمدم لکھنؤ۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء

تسلیم بالتکریم۔ مجھے تحفظ زبان اردو کے مسئلہ پر جناب سے
کچھ گفتگو کرنا ہے اور بقدر امکان قطعی آپ سے امداد کی امید ہے۔ لہذا ملتجی ہوں کہ ۲ جنوری کے
بعد کوئی دن معہ وقت مقرر فرمائیں کہ میں حاضر ہو کر اس مسئلہ پر مشورہ کروں

امیدوار جواب نیازمند

سید جالب ایڈیٹر ہمدم

لفظ بوٹا کی تحقیق

تین مسلم الثبوت اساتذہ حضرت جلال و داغ کی تحریرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شعرائے محقق و فصحائے زبان اردو کی خدمت مین التماس ہی کہ اس بارے مین اپنی رائے ظاہر کر کے مرہون منت فرمائین کہ لفظ بوٹا بواو معروف کے کیا معنے ہین اور عام اشجار پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہی یا نہین مثلاً آم کا بوٹا - املی کا بوٹا - تاڑ کا بوٹا وغیرہ اور دہلی و لکھنؤ مین اسکے معنون مین کوئی فرق ہی یا نہین۔ فقط

خاکسار وصل بلگرامی

بوٹا اصل مین فارسی زبان کا لفظ بوتہ واو معروف اور تائے قرشت کے ساتھ ہی جسکے معنی چھوٹا درخت جو بہت بلند نہ ہو اُسی کی تے کو تائے ہندی اور آخر کی ہائے مختفی کو الف سے تبدیل کر کے بوٹا لفظ ہندی بنا لیا ہے معنون مین کوئی فرق نہین اردو مین چھوٹے درخت کو بوٹا کہتے ہین جیسا کہ جناب بحر مرحوم کے اس شعر مین توضیح کے ساتھ موجود ہی ؎

استی چاہیئے خُردی و بزرگی کیسی　　　بڑھ گیا سرو سے قد یار کا بوٹا ہو کر

اسی وجہ سے اکثر پھول کے درخت پر اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہی جیسا کہ ناسخ مرحوم نے کہا ہی ؎

چمن کے کوئی گل کا بوٹا ہی تو　　　ستارہ دیا بن کے بوٹا ہی تو

اور تصغیر ہی کے لحاظ سے چھوٹے خوشنما قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین جیسے ناسخ مغفور

گڑ گئے گلشن میں تیرے بوٹا سا قد کو دیکھ کر   تھا کفِ گل میں جو زر گویا نہ تھا بو گیا

اور نیز بلحاظ خُردی پودے کو بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ بحر مرحوم کے اس شعر سے ترشح ہوتا ہے ؎

سیر کے قابل ہے اب باغِ جوانی یار کا   بیل زلفوں کی چڑھی قامت کا بوٹا بڑھ گیا

اور گل برگ وغیرہ کی تصویر کو بھی بوٹا کہتے ہیں جو کسی چیز پر بنا یا چھپی ہو جیسے بحر مرحوم کے اس شعر میں ؎

اپنی بہار خاک دکھائیں غریب لوگ   بوٹی نہ چھینٹ کی ہے نہ بوٹا ہے شال کا

بعض مضمون میں برعایت معنی مذکورہ بالا اس شعر میں فرماتے ہیں ؎

عجب بہار ہے پھولوں کی اور بوٹوں کی   ہری وہ پٹڑی ترا غیرت چمن کیا خوب
نگیں کفش کا بھی کہتے ہیں تمیں ہزار تھا   بیچ کفش کے بوٹے ہیں اوپر گوٹے کے پھول

اب رہا یہ سوال کہ ہر درخت کو چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بوٹا کہہ سکتے ہیں یا نہیں مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ پیپل کا بوٹا وغیرہ ایسا تو جس فارسی بوٹے کے معنی سے مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور نہ محاورہ دانوں میں کسی سے لکھنؤ کی زبان سے سنا نہ اُن کے کلام میں نظر سے گزرا۔ دہلی کے قدمائے محققین کے کلام میں بھی جہاں تک دیکھنے کا اتفاق ہوا سوا معانی مذکورہ کے ان معنوں میں ہونے کا خیال نہیں۔ میرے نزدیک تو کسی بہت بڑے درخت کو بوٹا نہ کہنا چاہیے فقط واللہ اعلم۔

خادم الشعر
محمد محمود حسن سہسوانی

بوٹا کا اطلاق محض درخت گل یعنے گلبن پر کیا جاتا ہے اور کسی درخت کو

نہین کہہ سکتے۔

جلال بیکمال

بوٹا چھوٹے خوبصورت درخت کو جو خلقت مین چھوٹا ہو یعنے پودے کو کہتے ہین

اور گلبن کو بھی کہتے ہین۔ آم کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا، املی کا بوٹا بین نہین جانتے۔ متوسط موزون

اور خوبصورت قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین۔

فصیح الملک داغ دہلوی

جناب مولینا الطاف حسین حالی کا خط

جناب قاضی محمد خلیل صاحب ضیا حیران بریلوی کے نام

پانی پت - ۲ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

جناب قاضی صاحب مخدوم و مکرم دام مجدکم - تسلیم - اُمید ہو کہ جناب مع الخیر بریلی پہونچگئے ہونگے - باعث تصدیع یہ ہو کہ جس عزیز کے علاج کے واسطے خاکسار بریلی حاضر ہوا تھا وہ بدستور علیل ہو اسکے لیے بزمانہ قیام بریلی بندہ جناب شاہ معین الدین صاحب عرف ننھے میاں خان صاحب کی خدمت مین جو حضرت مولینا نیاز احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہین حاضر ہوا تھا - جناب ممدوح نے بکمال شفقت عزیز مذکور کے واسطے ایک دوا بتلائی تھی جسکا نام آسرول ہو اور عظیم آباد کے عطار تر ین دستیاب ہوتی ہو اور یہ فرمایا تھا کہ یہ دوا جنون اور مرگی کے واسطے نہایت مجرب ہو چنانچہ وہ دوا میرے ایک معزز دوست نے جو عظیم آباد کے رئیس ہین بہت تجسس و تلاش سے بہم پہنچا کر بہت دن ہوئے میرے پاس بھیجدی تھی مگر اب تک اُسکا استعمال نہین ہوا تھا - چونکہ مرض بدستور چلا جاتا ہے اسلیے ارادہ ہو کہ جناب ممدوح کے ارشاد کے موافق اسکا استعمال شروع کرایا جائے - آسرول کے استعمال کی جو ترکیب جناب ممدوح نے لکھوائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے مگر چند باتین دریافت طلب ہین - اُسمین لکھا ہو کہ پانچ خوراکین پلائی جائین اور ہر دوسری خوراک پہلی خوراک سے دو دو روز بعد دیجائے - [illegible] کہ تیسرے روز دی جائے یا چوتھے روز دوسرے یہ کہ آسرول دو ماشہ مرچ [illegible]

کتنا پانی پیا جائے اور تب سے کھانے زمین کسی چیز کا پرہیز ہے یا نہیں اور ہو تو کتنے
دنوں تک پرہیز کرنا چاہیے چوتھے یہ کہ دوا [illegible] کا خیال ہو کہ اس کے استعمال سے
کوئی سخت حالت یا تکلیف نہ پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی حالت ایسی پیش آوے تو کچھ اس کا
اندیشہ تو نہیں ہے۔ پانچویں یہ کہ دوا جنون اور مرگی دونوں کے واسطے ہے یا صرف جنون
کے لیے ہے۔ مریض کا حال یہ ہے کہ جب دورہ ہوتا ہے تو ایک سخت آواز نکلتی ہے اگر
کوئی سنبھالے نہیں تو فوراً بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ جھاگ وغیرہ کچھ منھ سے نہیں
نکلتا۔ البتہ ہاتھ پاؤں میں تشنج دیر تک رہتا ہے۔ اور اکثر دورہ کے بعد دیر تک
بیخبر پڑا رہتا ہے، معلوم ہوتا ہے بیخبر پڑا سوتا ہے۔

جنون کا یہ عالم ہے کہ کوئی بات اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف نہیں سننا
چاہتا اکثر ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکل جاتا ہے اور سخت سردی یا سخت دھوپ
میں کپڑے اُتار کر پھینک دیتا ہے، تین تین چار چار وقت کھانا نہیں کھاتا ہے، پاکی اور
ناپاکی کا خیال جنون کے درجہ تک پہنچ گیا ہے، بات بات میں توہم۔ شک اور ہر ایک
بات کے لیے بے انتہا اضطراب اور جلدی کرتا ہے، کپڑے اور جوتے وغیرہ بے ضرورت
بنوا کر رکھتا ہے اور پہنتا نہیں اسی طرح کی اور باتیں ہیں جن سے خلل دماغ معلوم ہوتا ہے۔

آپکی خدمت میں التماس ہے کہ اس تحریر کو کسی ذریعہ سے حضرت شاہ صاحب کے
ملاحظہ سے گزران کر جو جواب وہ عنایت فرمائیں ازراہ عنایت بہت جلد آپ لکھوا کر
بھیجدیں میں نہایت ہی ممنون ہونگا۔

خاکسار
الطاف حسین حالی

سید حافظ حسین صاحب صبا الہ آبادی کے خطوط

مولف کے نام

پیارے صفدر۔ سلام شوق۔ تمھاری شکایت بجا میرے سر آنکھوں پر۔
پیارے صبا مرحوم کی خبر انتقال اخباروں میں کرکے ایسے غائب ہوئے کہ اب
نظر آئے ہو۔ تم نے صبا کا جنازہ بھی نہ اٹھایا۔ پھول میں بھی نہ شریک ہوئے حالانکہ وہ
شیفتۂ گل رخسار حسینان تھے اور تم قدیم رازدار۔ اسلئے تمھیں ایسا تغافل سزاوار
نہ تھا۔ ہم بھی قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں کیا امید تم سے کی جاسکتی ہے۔ لہذا
زندگی کے پرلطف باتوں تک شاید آپ کا ساتھ ہو مرنے کے بعد بھول کر بھی فاتحہ
سے بھی نہ یاد کروگے بقول ریاض ؎

لحد پہ آنے لگا کیوں پئے فاتحہ کوئی　　　مرے ہوؤں کا کسی کو خیال کیا ہوگا

ہماری موت زندگی کیا ایک شخص ناکارہ۔ تم جو جوئیدہ اردو علم ادب پر
تم احسان عظیم کر رہے ہو۔ مرقع ادب تمھاری ہمت کا ایک ادنی کرشمہ ہے جو دوم
انشاء اللہ بہت دلچسپ ہوگا۔ قدردانی سے دیکھیں شوق و رغبت میں آ گئے ۔ ۔ ۔
ہوتی ہے۔ جسکا صلہ ملک کے ہر گوشہ سے مل رہا ہے مولینا شبیر کی تنقید حق بجانب
ہے جو کچھ مولینا نے مرقع ادب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تمھارے
لیے باعث فخر ہے ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال کہلائے
اب اور چاہتے کیا ہو بہیری ہو جائے

پیارے صفدر۔ پیارے۔ تمہاری ضیافت طبع کے خیال سے مرقع ادب کی تنقید انتظاماً ایسے موقع سے روانہ کی گئی تھی کہ افطار کا لطف دوبالا ہو۔ لکھنؤ کی مشہور اور پرلطف افطاری کے ساتھ غذائے روح کا بھی سامان ہو قلفی اور برف، کوزہ نبات اور شربت قند سے اگر حرارت خارجی کم نہ ہو تو مرقع ادب کی تنقید لطیف سے دل ٹھنڈا ہو نازک اور باریک ککڑیوں سے اگر مجنون کی پسلیوں اور لیلیٰ کی انگلیوں کی یاد تازہ ہو رہی ہو تو نقاد کے بلند خیالات سے غالب کی روح پیش نظر ہو جائے شکرہ کی قاشوں کے ذائقہ سے اگر زبان لطف ناآشنا ہو رہی ہو تو نقاد کے حسین اور دل آویز فقرے کسی مہوش کا سیب زنخدان پیش کش کر دیں۔

ہم نے تمہارے مذاق شاعرانہ کے لحاظ سے ایسے پاکیزہ و لطیف خیال کو دل میں جگہ دے رکھی تھی اور امید تھی کہ تم ان نکات کو سمجھ کر کمال محظوظ ہو گے کیا خبر تھی کہ عین وقت افطار ٹل جائیگی [illegible] ہو جائیگا [illegible] قدر شاکی ہوں گے۔ جانی جوں [illegible] وقت [illegible] لکھنؤ میں [illegible] واقف ہوتا تعجب انگیز ہے۔

دولت کدہ مشرف الآفاق پر تھا [illegible] منقسم ہو گیا لطف [illegible] علمی مشاغل و مباحث میں زیادہ وقت کٹتا ہے۔ تمہارا [illegible] صاحب کی موجودگی میں صادر ہوا نہایت ذوق و شوق سے دو پڑھ گیا۔ اشعار پر جب نوبت پہنچی کلیجہ تھام تھام لیا۔ دل اسقدر ضعیف ہو گیا ہے کہ وہ ایسے دردناک اور چبھتے اشعار سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کو پڑھکر دل کو بیحد تکلیف پہنچی۔ ؎

ہمارے جینے سے کیا یاس ہو گئی اُن کو — اٹھا کے نبض سے کیوں ہاتھ رکھ لیا دل پر

نہ اپ نے کہا کیا منظر پیش نظر ہو گئے۔ صدقہ رضا کے لئے ایسے شعر نہ کہا کرو۔ تمام رات
نیند میں لیٹے رہے کسی کام کا نہ رہا ۔ ہو گیا۔ بخدا تمام غزل مرصع ہے اور مقطع تو بے مثل ہے
میں لکھ لیا کیسے ۔ سکتا ہوں تم تو مقامی کوارا نہ مقام غیر میں جنبش نہیں کر سکتا۔ فی الجملہ
تم آزاد ہو۔ اس لئے تمہیں کو یہ تکلیف گوارا کرنی چاہیئے پتہ کیا دریافت کرتے ہو مسٹر
والا قدر صدر قانون گو ہمیر پور۔

سید حافظ حسین

۷ اگست سنہ ۱۹۱۵ء

پیارے حفیظ ۔ پیار ۔ سلام شوق بصد ذوق ۔ نامۂ محبت کیوں یا پیرایۂ یوسف
معاف کرنا ۔ نظر پڑتے ہی فوارۂ نور آنکھوں سے جاری ہوا دل و دماغ روشن ہو گئے
وفور انبساط سے شیروالی جسم پر تنگ ہو گئی ۔ چٹ چٹ دو بٹن ٹوٹ گئے ۔ اہلیہ گھبرا گئی
بچے ہنس پڑے ۔ قلب کی عجیب کیفیت ہوئی ۔ اسکی حرکت اعتدال سے زیادہ بڑھ گئی
اور چند ساعت کے لئے میں دوسرے عالم میں جا پہونچا ۔ تمام کوائف گذشتہ موجود فی الذہن
اور میرے خیال نے اُس انجمن کی تصویر پیش نظر کر دی جسکو مدت ہوئی چرخ گردون
درہم و برہم کر چکا تھا صدقے اس انجمن اور نثار اس انجمن آرا کے ۔

دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

پیارے صبا کی ہفت رنگ طبیعت کی جولانی ۔ خان مرحوم کی تان
سین سے بڑھی ہوئی گلے بازی ۔ مزید برآن مرحوم کی خوش طبعی و ظرافت ۔
کلھیا کے اکھاڑے ستیاں کے بھترا ستیاں مچے ہیں .... رسے

صبا کی رنگین بیانی، بے ساختگی، برجستگی، خوش آوازی۔ کس کس بات کو یاد کروں

بائے مرحوم نے آخر خط میں لکھا تھا کہ تیرا کابد کے وقت جب اک چیز اعتدال سے

زیادہ عطا کیا گیا ہے۔ اسی اذیت کا ممنون ہوں جس نے میری تحریر کو آپ کے دل میں ایک

بنا رکھا ہے۔ اسی زبان کی ایک تقدیر اجتبوری نے میرے سینے میں آگ لگا رکھی ہے

اکثر اوقات دھواں اٹھتا رہتا ہے جس سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ باوجود مرور زمانہ

معتدبہ اب تک یہ کیفیت ہے "حیف صد حیف ایسے زندہ دل احباب چل بسیں اور

حافظ زندہ رہے بقول اکبر الہ آبادی ؎

ہم نشیں اٹھ گئے اس بزم سے تم بھی اکبر .... باندھو اب جلد کمر

نہ وہ جلسے ہی رہے اور نہ وہ صورت ہی رہی .... کیا ہو جینے کا مزا

احباب کا کافی ماتم کرچکا۔ ثواب فاتحہ سے انہی روحوں کو شاد کر کے اب جواب

نامہ لکھتا ہوں۔ لیکن دل نہایت تنگ ہے اور سینہ سے برابر آہ نکل رہی ہے۔ حلقۂ غم و الم

میں اب تک سر بزانو بیٹھا ہوں۔

پیارے مقصد سنبھل بھی نہیں ۲۲ سال ہو گئے۔ نہ جان ہے نہ قدرت، نہ کسی

قسم کا مذاق باقی رہا۔ بخدا ہر بات سے بدتر ہوں زندہ درگور سمجھنا بالکل بجا ہوگا

کسی قسم کا حس باقی نہیں، شدید انتظار موت ہے۔ عروس مرگ شربت وصال سے

دیکھئے کب شاد کام کرتی ہے۔ اُف! افسوس ہمکو اور تمکو پیارے کہنے اور لکھنے

والا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ پرانے دوستوں میں ایک لنگوٹیا یار تم باقی ہو۔

خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ اور بے تکلف جسکو پیارے کہہ سکتا ہوں اور لکھ سکتا

ہوں۔ لیکن جب معلوم ہوتی ہے۔ بوڑھے چونچلے جنازے کے ساتھ یہ حرکت بھی

عجیب ہے - بال تمام سر داڑھی مونچھ کے سفید ہو گئے - دو دانت ہین گر گئین - اُن مین
ایک عقل واڑھ تھی - سامنے کے دو دانت ہل رہے ہین اُن کی بھی زندگی دو ماہ
سے زیادہ نظر نہین آتی - تم اگر پیارے لکھو گے تو لوگ کیا کہین گے جو جس کا جی چاہے
کہے اب اسکا کیا غم ہے حافظ صفدر کو پیارے صفدر کہے گا اور لکھے گا - دنیا ہے جو جس کا جی
چاہے سمجھے - مین جانتا ہون تمہاری حالت مجھ سے زیادہ خراب ہو گئی ہے -

پیارے صفدر تم مجھکو اخبار اور رسالون مین اکثر نظر آجاتے ہو لیکن مین کسی
شکل مین تمکو دکھائی نہین دیتا - افسوس بحمد اللہ کس مین صفدر کا نام نظر آیا اور دل
لوٹ گیا - سب سے پہلے نگاہون نے تمہین اور تمہاری غزل کو ڈھونڈھ نکالا - اور
جھوم جھوم کر شعر پڑھنا شروع کر دیا - واللہ عجیب ذوق و شوق سے تمہارا کلام پڑھتا ہون
جو حالت قلب کی ہوتی ہے - اُسکا اظہار لفظون مین ناممکن ہے - اکثر شعرون پر سر دھنتا
ہون اور بہتسیرون وہ نوک زبان رہتے ہین ہر صحبت مین تمہارا ذکر ہر موقع پر تمہارا
تذکرہ اور تمہارے شعرون سے لطف - غرضکہ حافظ کے دل سے تمہاری یاد اس وقت
تک نہین گئی - ماشاء اللہ اب تم نہایت بلند پایہ شاعر ہو گئے ہو لکھنؤ کے قیام اور
وہان کی صحبتون سے تمھاری شاعری مین چار چاند لگ گئے اور تم ترقی کے اُس زینہ پر
پہنچے - جہان تمہارے پہونچنے کا خیال بھی نہ تھا - اساتذہ کی غزل مین بھی عام طور سے
دو چار شعر اچھے ہوتے ہین - ظالم تیری غزل مرصع ہوتی ہے   اللّٰہم زد فزد
صفدر مرزاپوری نے ہندوستان مین کافی شہرت حاصل کر لی ہے - ماشاء اللہ
ہندستان کے مشاہیر شعرا کی صف اول مین ہیں - صفدر کی بھی گرمی ہے - باغیچہ
کے مشاعرے کی غزل بھولنے کی چیز نہین یون تو ساری غزل مرصع ہے - مگر یہ شعر جادو

کے دل سے کبھی محو نہین ہو سکتا ۔ محبت ہی بُری شئے ور کیون جاؤ ہمین دیکھ
ہمین نے بار ہا سر رکھدیا ہے پائے دشمن پر

بھائی ۔ زمانہ قدر دانون سے ہمیشہ خالی رہا۔ اردو کے شعرا اگر خوش حال زندگی بسر کرتے ہوتے اگر انکو انکی محنت کا معاوضہ ملتا ہوتا تو اُردو کی شاعری ہر زبان کی شاعری سے فوق لیجاتی اور صفدر کو زمانہ کی ناقدر دانی کا گلہ نہ ہوتا اور صفدر گوشہ ایسے کوردہ مقام پر رہ کر اپنی قیمتی زندگی نہ خراب کرتے تاریخ شاعری شاہد عینی ہے۔ آب حیات جسکی زندہ مثال موجود ہے۔ خیال کرو شعر مندرجہ ذیل کس مرتبہ کے شاعر کا ہے سُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین ۔ اور دل ہل جاتا ہے ۔

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

تمہارے حالات مصائب کسی کسی سے سُنے ہین تفصیل سے بیخبر ہون۔ یون سنا تھا کہ کوٹھے سے گرے ہو ۔ سمجھا کہ بام دلآرام ہوگا خوف کی وجہ سے کود پڑے ہو گے یا کسی رقیب روسیاہ نے دھکیل دیا ہوگا معمولی چوٹ آگئی ہوگی مین نے نہین سُنا کہ تمہارا انگوٹھا کاٹ ڈالا گیا ۔ تم نے یہ نہ لکھا کہ ایسا کیون ہوا خیر اسکا جو سبب بھی ہو ۔۔ مجھے صدمہ ہوا ۔

صفدر ۔ معاف کرنا ۔ شان خط مین ذرہ برابر فرق نہین آیا وہی جھلک وہی ۔ وہی خوش تحریر آنکھونکو نور آگین کرنے والی ہے تمہارے حالات مجھے یہان تک معلوم ہین کہ تم حاکم خزانہ لکھنؤ کے اجلاس مین اہلمد فوجداری تھے اور شاید تمہین نے مجھے یہ لکھا تھا غالباً اسی کوٹھے کے قصے مین اہلمدی بھی رخصت ہوگئی ۔ اب تمہارے کئے بچے ہین ۔ بیوی کہان ہے تفصیلی حالات لکھو مین تمہین اپنے حالات زندگی لکھکر کیا مغموم کرون ۔

افسردہ دل افسردہ کند انجمن را۔ کیا حاصل بہر حال تمہین واقف کرنے کے لئے مختصر لکھتا ہون
غالب تم نے سنا ہوگا کہ بھائی صاحب اور منجھے صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بہن کا انتقال
پہلے ہوچکا تھا بھائی صاحب کی لڑکی کے شوہر مرزا مظفر حسین سب انسپکٹر کا لکھنؤ
مین حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے دفعتاً انتقال ہوگیا۔ بھائی صاحب کی بیوہ
لڑکی مع بچون کے موجود ہے دو لڑکیاں ہین دونون قابل شادی ہین۔ بھاوج
صاحبہ موجود ہین۔ ان پے درپے حوادث نے مجھے کسی کام کا نہ رکھا۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام مُردہ دل خاک جیا کرتے ہین

تمام خاندان کا بار عظیم حافظ کی ذات واحد پر پڑگیا۔ گردن دوتا ہوگئی۔ تمہین معلوم
تھا کہ خاندان مین سب سے خورد مین تھا یا اسوقت بزرگ خاندان ہون اور اسوجہ
سے مخزن افکار پریشانی بنا رہتا ہون میری تنخواہ یا آمدنی کافی نہین ہوتی پریشان
رہتا ہون زمانہ پنشن قریب ہے مسائل تخفیف کی وجہ سے روح لرزان رہتی ہے
اندیشہ تحقیق حد سے زیادہ پریشان کن ہے۔ آئندہ زندگی خدا جانے کیسے بسر ہو
میرے پانچ بچے ہین۔ عترت حسین پہلی بیوی سے ہے وہ جبلپور مین ای آئی ریلوے
مین ملازم ہے۔ اس سے چھوٹا لڑکا آصف حسین وہ الہ آباد مین پڑھتا ہے۔ اسسال
انٹرنس کا امتحان دیگا ۱۸ سال کی عمر ہے ماشاء اللہ خوب پڑھتا ہے۔ مصارف
تعلیم نے ادھ دیوالہ نکالدیا ہے دو لڑکے چھوٹے ہین۔ واصف حسین کی عمر ۱۲ سال
ثاقب حسین کی عمر ۹ سال کی ہے ایک لڑکی حافظہ خاتون عمر ۱۱ سال ہے اسکی
بلوغیت اور مکلف ہے۔ کچھ سامان شادی ابھی تک بہم نہ ہوسکا بہر حال توکلت علی اللہ
اب درد و دکھ کی کہانی چھوڑ کر دوسری جانب متوجہ ہوتا ہون۔

سیاسی مشاعرے اس تحصیل میں بھی ہوئے پہلی طرح یہ تھی،

۶۔ اسپ یوگ دشمن ہے امن و امان کا"

حکما ہر اہلکار تحصیل کو کہنا پڑا میں نے بھی جھک مارا ؎

بنایا ہے ترکوں کو سب نے برادر ملایا ہے رشتہ کہاں کا کہاں کا

آئین بائیں شائیں بک کر نجات حاصل کی مگر ستم یہ ہوا کہ محمد علی خان صبا انسپکٹر المتخلص بہ آزاد شاگرد داغ مرحوم اور علی اختر صاحب نائب تحصیلدار نے سیاسی رنگ کو چھوڑ کر اصلی رنگ میں مشاعرے شروع کر دئے تحصیل کے چپراسی پولیس کے کانسٹبل گردن پر سوار ہیں کشاں کشاں مشاعرہ میں لئے جاتے ہیں عجیب مصیبت میں جان تھی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن عجیب بلا میں پھنس گیا اور دو گھنٹی میں بیٹھے بیٹھے شاعر بن گیا مگر خیال کرو کہ جس شخص کو شباب اور عنفوان شباب میں باوجود ہر قسم کے سامان شاعری موجود ہونے کے ذوق و شوق پیدا نہیں ہوا وہ اس بڑھاپے میں کیسے شاعر ہو سکتا ہے بوڑھے طوطے کہیں پڑھتے ہیں لیکن میں میں پیچ کرنے لگا ہوں میں نے اپنی کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے کسی کو غزل دکھانے کی جرات نہیں کی۔ چاہتا تھا کسی ایسے دوست کو غزل دکھاؤں جو میری مرتبگی اور حیثیت سے واقف ہو۔ عیانی منظر حسین قمر الہ آبادی کو میں نے منتخب کیا اور ایک غزل اصلاح کے لئے میں نے بھیجدی انھوں نے وہ غزل نواب جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی کو دکھائی جو الہ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہیں ممدوح نے زیور اصلاح سے اسکو آراستہ کر دیا اور بھائی صاحب نے واپس فرمائی اور بجید اصرار کے ساتھ تاکید کی کہ آئندہ غزل ترتیب دے کے حضور میں روانہ کرو مجھے یہ وصیت آیا ذوق سخن مجھے ہمیشہ سے ملتے جاتے ہو مجھے اپنی

اور لغویات سے ایسے بجے شخص کو باخبر کرنے کی کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ مین اپنے عزیز
دوست سے مشورہ اور اصلاح چاہتا ہون اسی خلجان مین مبتلا تھا کہ تمہارا نامۂ محبت
ملا ہوا اور سارا خیال کھینچکر تمہاری طرف جا پہونچا اب تم اس زحمت کو گوارا کرو
...ضعف اور کرا اصلاح دو۔ دو غزل بھی بھیجتا ہون جسکی اصلاح آخر صاحب نے
فرمائی ہے کچھ شک نہین کہ قابل اصلاح ہے۔ اور مین دل سے اس اصلاح کو پسند
کرتا ہون۔ لیکن مین اپ کو شاعر نہین سمجھتا اسلئے بصیغۂ راز اپنے عزیز اور بے تکلف
دوست سے صرف اصلاح چاہتا ہون جسکے لئے تم سے بہتر شخص نگاہ مین نہین ہے
... پوشی کر سکتے ہو لہذا چند غزلین ارسال ہین اپنی رائے سے اطلاع دو۔ والسلام
... مشاعرہ کے بعد سے یہان برابر مشاعرے ہوتے ہین۔ زبردستی مین بھی شاعر
... اٹھ دس مشاعرون مین شریک ہو چکا ہون اب مجھے بھی کچھ دلچسپی سی ہوگئی ہے۔ قصد ہے
... یدہ سے اپنی غزل بنظر اصلاح بھیجا کرون بشرطیکہ جناب کو زحمت نہ ہو اس مرتبہ
... غزل بھیجتا ہون۔

سید حافظ حسین

یکم جولائی ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ یہ دو ان فقرہ بیساختہ زبان قلم سے نکل گیا۔
تمہاں استاد کہان یہ پیار سو یہ تو بہ نظاہر کچھ ہرج نہین معلوم ہوتا اگر استاد کی دُم
... ... نکال کر یہ لفظ بڑھا دیا جائے اور اگر ہم اپنے دوست قدیم کو پیارے استا...
... تو کیا اسمین قباحت لازم آوےگی۔ ہمارے پُرانے راز و نیاز بھی قائم رہینگے او...
... شادی کا طرّہ امتیاز بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے گا۔ لطف مین ہمارے تمہارے...

کمی نہ ہوگی، کہین لطف کہین چھیڑ کہین مذاق کہین پھبتی ہر موقع ادب جہان سے

مودب دوزانو بیٹھے نظر آئینگے غرضکہ ہر دو طریقے لطف سے خالی نہین ہین [illegible]

کا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے پائیگا۔ کیون استاد کیسی کہی۔ ماشاء اللہ دیدہ و دانا۔

ماشاء اللہ کیا شاگرد ہے [illegible] سال کا بڈھا کھوسٹ [illegible]

شوق سخت زحمت تمکو ہوگی، اسپر طرہ اصلاح ایسی نہین ایسی ہو۔

۶۔ "برین عقل و دانش بباید گریست"

کیون صفدر۔ اگر تمہارے ساتھ ساتھ میری شاعری نے بھی نشو و نما پایا [illegible]

مین ایسا ہی کورا ہوتا جیسا آج ہون، اسی لیے تم تم استادی کے لیے [illegible]

ہوکہ نکتہ چینی سے محفوظ رہون اور استاد کو بے تکلف تم [illegible] جاہے [illegible]

خط اور غزل اصلاح شدہ پہونچی، دونون کا علیحدہ علیحدہ شکریہ قبول کر [illegible]

ہونے سے تم نے میری قابلیت کا اندازہ نہین کیا۔ میرا کوئی مضمون [illegible]

رسالہ مین تم نے دیکھا ہے جو مجھ سے مضمون کے خواہان ہو۔

اصلاح فی الجملہ غنیمت ہے۔ لیکن مجھے زیادہ پسند نہین ہے مصرعے [illegible]

تم نے تبدیل کر دیا ہے رد و بدل الفاظ سے تم نے شعر کا [illegible] پابند کر

کہدیا۔ بعض بعض اصلاحین مجھے بہت پسند آئین۔

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے میرا شعر تھا۔

چمن مین پھول لاکھون ہین مگر تشبیہ کیا ان سے

ترے رخ [illegible] نسبت [illegible]

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے۔

چمن میں پھول لاکھوں ہیں مگر تشبیہ کیا دیتا
گُل رخسار جانان کو ہے نسبت کیا گُل تر سے

یہ پاکیزہ اصلاح ہے صرف دو لفظوں کے ردّ و بدل سے شعر کہاں پہونچ گیا۔ میرے مطلب کو پیارے استاد تم سمجھے۔ میرے مفہوم کو احمق استاد تم نے جانا۔ یون دو اصلاح جناب استاد صاحب قبلہ۔

مشاعرہ میں میں نے غزل پڑھی۔ اینجانب کی دھوم تھی۔ حیرت سے میرا منھ لوگ تکتے تھے۔ یار یہ مضمون ستا چھینا ہوں۔ عیب دور ہونے کی کیا تدبیر ہے کوئی نسخہ عنایت ہو۔

سید حافظ حسین

۱۷ر جولائی ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر۔ سلام شوق بصد ذوق۔ تم نے اپنے نیاز مند قدیم کی کم مائگی و ہیچمدانی کو غلبہ محبت میں بالکل نظر انداز کر دیا یا اسکو ایسی خدمت پر مامور کیا جس کا وہ کسی طرح اہل نہیں ہے۔ تم میرے لنگوٹیا یار ہو کر ایسی ناواقفیت اور نادانی کا اظہار کرو یہ سخت عجب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم میرے علمی مذاق اور جوہر ذاتی سے ناآشنائے محض ہو یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔ جہان تک میں خیال کرتا ہون علمی صحبتوں میں میرا تمہارا ساتھ نہیں رہا۔ صرف لطف کی صحبتون تک میرے مذاق میں تم شریک رہے وہ کامیاب صحبتیں تمہیں اب تک یاد ہیں۔ میری وہ خوش بیانی ظریفانہ حرکتیں پیٹ میں بل ڈالدینے والی بذلہ سنجی تم اب تک نہیں بھولے۔

پیارے صفدر اب انکو بھول جاؤ "وہ اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے" وہ ذہانت وہ رضاعی محض جوش شباب کے اثر سے تھی۔ اور وہ حرکت بالکل نیچرل تھی

موجودہ حالت سے اُسکا مقابلہ ہرگز نہیں ہو سکتا نہ وہ جوشِ وجذبات ہیں نہ وہ دل ہے نہ وہ طبیعت ہے اور نہ وہ صحبت ہے نہ وہ ہم ہیں

۶- "یاد اُس ویرانہ کی آتی ہے آبادی مجھے"

مین نے تمکو بارہا لکھا ہے کہ ذوقِ شاعری اگر ابتدائی عمر سے مجھے ہوتا تو نہایت اچھے مواقع شاعری کے فروغ کے تھے، اکبر الٰہ آبادی جس کا عزیز قریب منشی باقر حسین ذبیح جسکا برادرِ حقیقی اور وہ ایسا جاہل کندہ ناتراش ہو، مجھے زیادہ محجوب و شرمندہ نہ کرے۔ میری موجودہ قابلیت مجھے نہایت نادم اور شرمندہ کرتی ہے، تمہاری اور میری حالت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ مین ملازمت کے جال مین پھنس گیا اور شبانہ روز جہلا کی صحبت رہی جو کچھ جانتا تھا وہ بھی بھول گیا خلاف اسکے تمہارا صرف ایک شغل شاعری رہا اسمین ماشاءاللہ تمنے ایسی ترقی کی کہ آج حافظ کے استاد ہو چکے۔ اور آج دنیائے شاعری مین صفدر مرزاپوری کی دھوم ہے لکھنؤ جنہوں نے او ۔جلا دیدی۔ لکھنؤ کی بولی نے چار چاند لگا دئیے مین بام عرش تک پہونچا دیا۔ تمکو ایسا اچھا موقع ملا جس کا نہایت متانت اور سچائی سے تمکو اعتراف کرنا چاہئیے۔

صفدر: تمکو کیا ہو گیا ہے کیوں تمہاری عقل زائل ہو گئی ہے۔ تم نے میدان سُخن کو نیچے بھولا سمجھا ہے اور مین اپنی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے ایک مور ضعیف سے بھی بدتر ہوں ۔۔۔ تبدیل کھنڈ مین ہو گئے صحیح محاورات بھول گیا زبان مین اگلی سی شستگی و رنگینی نہ رہی۔ ۔۔ صحبت گنوار پچھاریوں سے تعلق ہو دے زمیندار کاشتکار سے واسطہ۔

یہ ہیں اور تنقید۔۔۔ وہ آلات حرب کہاں سے لاؤں جن کی ایسے موقع پر ضرورت ہوتی ہے ذخیرۂ علمی کہاں بکیا مصیبت میں جان ہے، خدا مقدر سے بچے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں، "بچوڑا دامن تک تو خیر غنیمت۔ دامن کو پوچھو دیدۂ تر سے" اے احمق الذی دامن کو دیدۂ تر سے نہیں پونچھا جاتا۔ بلکہ دامن سے دیدۂ تر پونچھا جاتا ہے" واہ استاد خوب سمجھے اور خوب مطلب گڑھا دامن کو دیدۂ تر سے کس مسخرہ نے پونچھا ہے اور پونچھنے کا ذکر کہاں ہے۔ بیوقوف دامن پوچھو دیدۂ تر سے ہے۔ بوقت اصلاح ذرا آنکھیں کھول لیا کرو۔ ذرا قلم ہوشیاری سے اٹھے یا لکھئے ذی علم استاد صاحب ورنہ شامت آجائیگی۔ شاگرد بہت شوخ اور چالاک دست ہے۔ واضح رہے۔

مجھے مطلق آگاہی نہ تھی استاد کندۂ ناتراش چوب خشک ہیزم سوختہ ہے پچاس برس کے سن میں استاد بھی ملا تو صفات مذکورۂ بالا سے متصف۔ واہ رے تقدیر۔ کہاں ہی ٹوٹی ہے کمند۔ مزاج شریف کہئے اصلاح کا پھل پایا۔ ایسے ادب نواز شاگرد قسمتوں سے نصیب ہوتے ہیں۔

محرم کی وجہ سے فوراً جواب نہ دے سکا معاف کرنا۔ آج عشرہ ختم ہوا خط لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ رات زیادہ آگئی ہے یعنی گیارہ بج گئے نیند کا غلبہ ہے لہذا رخصت۔ والسلام علیک۔ یقیناً اصلاح کے متعلق پھر خبر لی جائے گی۔

خادم دیرینہ شاگرد دلو

حافظ حسین عفی عنہ

۲۶؍ اگست ۱۹۲۳ء

مولوی حمید الدین صاحب حمید اعظم گڈھی کا خط
مؤلف کے نام

جونپور، ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء

حضرت سخن۔ صفدر۔ تسلیم۔ صحیفۂ گرامی پرسون مجھے بنارس مین ملا، چونکہ اسی دن مجھے جونپور آنا تھا۔ ہتلیہ سفر مین تھا۔ جواب حوالۂ قلم نہ کر سکا۔ مشاعرہ کی کیفیت اور آپ کے اشعار کی داد جن حضرات سخن سنج نے دی معلوم ہوئی۔ ان اشعار کو پڑھکر مجھے بھی وجد آگیا۔ بالخصوص "کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے"

اس مصرع نے تو قیامت ہی کر دی اور وہ لطف پیدا کیا جسکا اظہار ناممکن ہے سرور صہبائے سخن نے مجھے اب تک مست کر رکھا ہے اور غالباً یہ کیف بہت دن قائم رہیگا۔ آپکی رسائی طبیعت۔ زبان کی نزاکت۔ مضمون کی لطافت۔ بندش الفاظ کی داد تو وہی دے جو آپ جیسا سخنگو سخن فہم ہو۔ میرے پاس وہ الفاظ نہین ہین جن سے آپ کے اس شعر کی داد دے سکون۔

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

بزم خیال کا پارسل اب تک میرے پاس نہین پہونچا۔ آج میرا ارادہ دیہات جانیکا ہے وہان سے واپسی پر اطلاع دونگا۔ تو دو جلدین بزم خیال کی میرے نام بھیجدیجئے گا انکی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال خدمت کرونگا۔

خیر طلب حمید

جناب مولوی محمود الرب صاحب خالد بنگالی کے خطوط

ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بریلوی کے نام

۲۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

بندہ نواز۔ طویل انتظار کے بعد آج آپ کا دلنواز نامہ آیا۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی جس محبت کی پرستش کیجائے وہ تو بس کے حصہ کی چیز ہی کہاں سے لاؤں۔ کاش آپ خالد ہوتے اور میں بسمل۔ آپ کا تخلص لائق رشک ہے......

فرماد یجئے اجل نہ جائیگا۔ تخلص ناشناس کی قدر انتہائے خلوص کا نتیجہ ہے۔

ممنون محبت ہوں مرہون نوازش ہوں

آسمان چپ تھا۔ مدت کی بیتابیوں کے بعد۔ میری امید دلگیر کی شکل میں بر آئی تھی آخر ظالم سے ضبط نہ ہو سکا اور

؎ پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

طوفان نہ تھا قہر الٰہی تھا کائنات رو بعدم معلوم ہو رہی تھی۔ اسے احباب کی دعا کا اثر سمجھیے۔ یا محض لطف خداوندی جانیں بچ رہیں اور میں مع متعلقین خیریت سے ہوں۔

محبت کی لذت رنج تنہائی اُف مصرع نہ بھلا کرے آزار دینے والوں کا

بہرحال بسمل یہ کیا لکھا کہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ آپکی ہمدردی کا شکریہ۔ بندۂ احسان ہوں۔

آپکا خالد۔

۱۵ ار نومبر ۱۹۱۹ء۔ مخلصی۔ شکریہ توجہات۔ آپ شاد ہین اور شاد کی ہستی مخمور ہوتی ہے، یہ ظلم کہ آپ اپنے کو مغموم ہستی خیال فرماتے ہین بارگاہ فطرت مین آپکا یہ جرم ناقابل معافی ہے، ماشاء اللہ ابھی آپ نوجوان ہین پاک ارمانون سے بھرا ہوا دل پہلو مین موجود ہے یا نہین۔ خود زندگی آپ کی محتاج ہو نہ یہ کہ آپ محتاج زندگی کہ ہر خیال گیا کیا خیال کر بیٹھے، آپ کو خبر نہین۔ خود ذرّات کائنات آپکو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہین پھر آپ کی طبیعت اس قدر محسوس نہ ہونی چاہیے جس مین یاس آگین ارمان پر فریب ناکامیون کی گنجائش بھی ہو سکے۔ زندگی کے آخری لمحے نہین معلوم کس کہنہ مین مدفون ہین۔ عرصہ حیات کو ابھی مدتون تک آپ کے نقش قدم سے زینت حاصل کرنا ہے۔

بھائی تبسم۔ خدارا ایسی باتین نہ کیجیے جن کو مین ایک سفاک قاتل کی زبان سے بھی اپنی نسبت سننا نہین چاہتا۔ جواب لکھنے مین آپ جناب دلگیر کی خوبیت کا تمتع فرمائین مین اپنے حسب معمول حاضر ہوا کرونگا۔ آپ کے احباب اختتام کے لئے مضطرب ہین۔ ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔

میری وجہ سے آپ ستائے جا رہے ہین۔ ذرا سا جملہ اور اک جہان تاثیر۔ کاش آپ کی وجہ سے مین ستایا جاؤن اور مین پھر آپ سے کہون
؎ "تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر"

بستہ
خالد

جناب نظام الدین حسن صاحب دلگیر اکبرآبادی ایڈیٹر نقاد کے خطوط مؤلف کے نام

دفتر نقاد آگرہ، ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

کیا آپ کی مہر خاموشی کا توڑنا میرے خط ارسال کرنے پر منحصر تھا؟ بیسچ ہے تو میں جواب کا منتظر رہونگا۔ معلوم ہوا کہ آپ میری غیر معمولی خاموشی کا (جو مجبوری وقوع پذیر ہوئی) بدلے رہے ہیں۔ اچھا لیجئے خدا جزائے خیر دے۔

اگر آپ مرقع ادب پر ریویو کرانا چاہتے ہیں۔ تو جواب اور تا دان سکوت دیجئے ورنہ مجھ سے نقد کی توقع نہ رکھئے۔ مرقع ادب کو میں نے "اپنی پر لطف تنہائیوں" میں کہیں کہیں سے پڑھا۔ اب تفصیلی نظر ڈال رہا ہوں، اسکی نسبت کیا رائے قائم کی، یہ آپ کے بہت اصرار پر بتاؤنگا۔ ابھی صرف جلانا مقصود ہے۔ دفتر النّاظر حوک میں آنا مبارک ہو۔

آپکا دلگیر

دفتر نقاد آگرہ۔ ۳۰ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ خدا خدا کر کے تمہارا خط ملا۔ تسکین دل زار کا باعث ہوا یاد رکھئے مجھے آپکا ایک خط بھی جس کا ذکر آپ اس خط میں کر رہے ہیں نہیں ملا ورنہ ممکن نہ تھا کہ جواب نہ دیتا۔ سخت تعجب و افسوس ہے کہ آپ کے خطوط کیا ہوئے

میری ڈاک کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

مرقع آدب پر "صلاے عام" میں ریویو دیکھا اس سے بہتر تو شاید نہ لکھ سکون لیکن ہان کچھ لکھون گا، اگر آپ کے توقعات اُس سے پورے نہ ہوئے تو معاف کرنا کیونکہ آجکل دل و دماغ ٹھیک نہیں ہے آگرہ کی گرمی بلائے جان ہو رہی ہے۔

مرقع آدب اردو کلاس مین سلئے جانے سے مجھے واقعی مسرت ہوئی، خدا کرے ہمارا سرشتہ تعلیم بھی اُسکی قدر افزائی کرے جس کا وہ ہر طرح مستحق ہے۔ اور جسکی تحریک "مشرق" نے بھی کی ہے۔

محوی کا خط بھوپال سے مجھے ملا تھا۔ آج اُنکو بھی جواب لکھا ہے۔ نقاد انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ستمبر مین شایع ہو جائیگا۔ نقاد کا تازہ نمبر قابل دید ہوگا۔ اگست کا النظر مجھے اب تک نہیں ملا۔ اگر ممکن و مناسب ہو تو ارسال فرما دیجئے۔

"زمانہ" کے تازہ نمبر دن مین آپ نے شاکر کے متعلق نظر لکھنوی کا مضمون دیکھا۔ اُس نے تو بیچارے شاکر کی رہی سہی لٹیا ڈبو دی۔ شاکر کی اس ہوتری پر مجھے کمال ہمدردی اور افسوس ہے۔ کیا ان اعتراضات کا کچھ جواب ہو سکتا ہے؟ مسٹر اسحاق علی آج کل کہان ہین۔؟

آپ کا

دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۵ء

مطلب کی کہہ نہ ایک ظالم
کیا بات ہے تیری گفتگو کی

پیارے صفدر۔ پرسون آپ کا لفافہ اور آج ستمبر کا النّاظر ملا۔ اس بات کا قائل ہون کہ طویل صفحات مین بھی حرف مطلب زبان قلم سے نہ ادا ہو سکا۔ اور جواب طلب امور لاجواب رہے۔ جن کو پھر نمبروار لکھتا ہون اگر ابکی بھی اُن کا جواب دیا تو خط و کتابت بند سمجھئے۔

(۱) کسی کے امر خاص مین آپ مجھ سے مشورہ کرنا چاہتے ہین؟

(۲) مسٹر اسحاق علی ایڈیٹر النّاظر آجکل کہان ہین؟

(۳) جون اور اگست کا النّاظر جلد بھیج دیجئے۔ صرف لکھئے نہین کہ بھیجدیا بلکہ واقعی بھیج دیجئے۔

حضرت ریاض کا حال آپ کے خط سے معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ شاکر کی حالت بدستور ابتر ہے۔ کیا العصر نکلیگا؟

[illegible] کا حال پڑھکر سخت افسوس ہوا۔ طوفان نوح اپنی آنکھون سے آپ نے دیکھ لیا النّاظر مین جو کوئی درماندگی مین نالے سے ناچار رہے "بغور دیکھا مجھے تو انداز تحریر سے یہ مضمون آپکا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میرا خیال صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو مین ایڈیٹر زمانہ اور ایڈیٹر العصر کے متعلق جو فقرے آپ نے لکھے ہین انکی خاص طور پر داد دیتا ہون۔

عنوان [illegible] بھی مجھے پسند آیا اسکی سعتریت کہہ رہی ہے کہ مدیر خصوصی

آگرہ، ۲۳ ستمبر ۱۹۲۶ء

باموقت مقصد - نوازشی کارگاد حسن ادب دونون ملے۔ کس کس کا شکریہ ادا کرون؟ اگر مین مولوی انعام اللہ خان صاحب عارف سے آپکی بے اعتنائی کی شکایت نہ کرتا تو یہ دونون مجھے نہ ملتے بہرحال مین آپکی یادآوری کا ممنون ہون۔ مرقع ادب کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہون۔ میرے خط اس مین سے نکال دیجیے اُنکی اشاعت موزون نہین۔ خدا جانے وہ مین نے کہان اور کس حالت مین لکھے ہون مجھے رسوا کرنے سے کیا فایدہ؟

ہدی کے خط مجھسے ہوش بلگرامی نے منگوالئے۔ وہ انکے خطوط کا مجموعہ شایع کرنے والے ہین۔ یہ مس مریم کون ہین۔ پورا پتہ دیجیے۔

حسن ادب دیکھا رئیس التحریر نیاز کے جواب مین ملک التحریر شوکت خوب ہے بشرط فرصت اسمین کچھ لکھونگا۔

حضرت ریاض کا یہ مطلع ؎ بھول جائین گے خدائی کا فرا میرے بعد
یاد آئیگا بتون کو بھی خدا میرے بعد

اس سے قبل مشرق مین پڑھ چکا تھا۔ لاجواب کہا ہے۔ میری طرف سے داد دیجیے آجکل کہان ہین گورکھپور مین یا کہین اور۔ محوی مدت سے لاپتہ ہین آپ کو کچھ خبر ہو تو بتایئے۔ محبوب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام شوق کہیے۔ برابر یاد فرماتے رہیے

بدستور

دلگیر

کے ساتھ۔

آپ کب تک آگرہ تشریف لائیں گے۔ ملنے کے لئے بیچین ہوں۔

بدستور آپ کا

دلگیر

آگرہ۔ ۲۵۔ نومبر ۱۹۲۰ء

عزیزی۔ محبت نامہ اور مخزن دونوں ملے شکریہ توجہات

وصل کی شب کی [illegible] کا لطف آپ کیا جانیں؟ ابھی آپ کی جوانی معصوم ہے

اِس بلائے کامرانی کو رندانِ بلاکش سے پوچھئے میرے ہذیانات کی آپ نے قدر کی ہے [illegible]

فسانہ شب دلگیر آپ سے نہ سنا جائے گا۔ آہ! حسن موٹروں میں تھا حسن [illegible]

میں تھا۔ حسن فتنوں میں تھا!! یارانِ تجد ساتھ تھے۔ ایک بازار سے محمل [illegible]

جذب ہو کر رہ گئیں۔ یہ نہ پوچھئے اس میں کیا تھا؟ کون تھا؟

آغازِ عشق عشق کا انجام ہو گیا

پہلی نظر ہی میں مرا کام ہو گیا

ایک سرو زریں گریبانی چیم خرم قیامت کی توڑ [illegible] وہ کشیدہ قامتی [illegible] بیٹھے [illegible]

[illegible] آسمانی ساری [illegible] اون کے نئے بلاؤز [illegible] سرخ [illegible]

بال کھلے، چوٹی کھلی، اور اُس کا ہر پیچ و خم کھلا۔ گردن کھلی اور اسکی رگوں کا [illegible]

کھلا، سینہ کھلا اور اُس حد تک کھلا کہ اگر اسکے آگے ذرا اور کھلجائے تو دیکھنے [illegible]

شرمائے خود آپ ہی جھک جاتیں۔ یہ بھی [illegible] وقت کی [illegible] ہے جب [illegible]

نظر چار نہیں ہوئی کیونکہ تصادم [illegible] بعد اس کا [illegible]

نہین بسمل تھا تو ان کا دنگا ہون مین شبنم ہی سیل مگر۔ سو رر شبنم طوفان۔ مین تو اُسی مین غرق ہو گیا۔ فنا ہو گیا۔

کھو گئے خود ہی ترے جلوؤن کا کسکو ہوش ہے

زندہ دلاِ نخوں کا سلام قبول کیجئے جو دیوالی کی رات کے بعد بالکل مردہ ہین۔ مخزن دیکھا تنقید بالکل لغو ادعہات کی نمایش ہے۔ ہرگز اسکا جواب نہ دینا چاہیئے۔

آجکل مسٹر عبدالشکور آگرہ آئے ہوئے ہین۔ مجھسے دو بار مل چکے ہین۔ ابھی دو ایک روز اور قیام رہیگا۔ محمود سے ملانے کا ارادہ ہے۔ آج صبح کی ملاقات مین وہ مجھسے دریافت کرتے تھے کہ کناری بازار مین ایک صاحب تسخیر درویش شمس الدین نامی رہتے ہین جن سے بسمل صاحب نے میرا تعارف پہلے کرایا تھا آپکو معلوم ہے کہاں رہتے ہین؟ سوا نے اسکے کہ مین ان درویش سے اپنی لاعلمی ظاہر کرون اور کیا جواب دے سکتا تھا۔ آپ نے مجھے ان درویش سے نہین ملایا۔ آفتاب کو چھپایا غضب کیا شمسی دور مین

یہ اندھیر۔

تمہارا پرستار۔ دلگیر

آگرہ ۔ ۱۲۔ دسمبر ۲۰ء

عزیز بسمل۔ خدا خدا کرکے آپ کا خط ملا۔ یہ کہئے کلیر شریف تشریف لیگئے تھے پھر بیمار ہو کر کیون نہ آتے مسیحاؤن سے ملنے کا نتیجہ یہی ہے۔ سنتا ہون سارا پنجاب امنڈ آیا تھا تعجب ہے کہ اس ہجوم مین آپ کھوئے نہیں گئے۔ میرا تو پتہ بھی نہ لگتا۔ آہ! یہ کیا لکھ گیا۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آپ کی امید آخر۔ کیا مین دریافت کرسکتا ہون؟؟ میرے خط کا کچھ جواب نہین۔

... دیدہ ... کی بیتاب موجون کی نذر ہو۔

کہین سے ایک خط آیا ہے جی نہین چاہتا کہ اُس کے لطف مین تمھین نہ شریک

کرون۔ بجنسہٖ نقل روانہ کرتا ہون۔ اُس طرف دیکھئے۔

شاہ جی!

مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

آنریری مجسٹریٹی کا خدم و حشم دیرینہ الطاف

آنریری عدالت کی طلعت ریزیان محبت سوز کیون ہو؟ آنریری مجسٹریٹی کا خدم و حشم دیرینہ الطاف

... کیون محو کرے۔ غرور و ناز آپ کا جب بجا ہو سکتا ہے جس روز آپ کی مہر نگار کرسی

... طرفہ کچھ ساری بازیچہ سایہ پوش خواتین بہ ہزار ناز و عشوہ گری استغاثہ دائر کرین کہ یوہ

... کے کنھیا ہمارے دل چرا لیگئے۔ آپ دلا دیجئے اور اس شہادت مین مجھے پیش کرین

پھر مزہ آئے۔ بہر حال اس عزت افزائی کی مبارکباد قبول فرمایئے۔

افق اکبر آباد پر ایک نگار آتشین رُخ عنقریب نمودار ہونے والا ہے۔ کیا مین اُمید

کرون کہ نقاد کی دل آویزیان اس دوشیزہ مین نظر آوینگی۔

ظالم! تجھے خبر ہے کہ کیسی کیسی لطیف الجثہ ہستیان تیری جادو بیانی کی منتظر ہین

چھا تو ہی پسر ڈال دے اور اپنا دل دردسرت اور اپنا خامۂ خونچکان کسی کے سپرد کر دے

...... مین حسن کی ذات غنیمت ہے کبھی کبھی شام کے وقت اُسی .... دار المطالعہ

مین بزم حسن منعقد ہو جاتی ہے اور دو چار مضمحل صورتین ایک کھوئی ہوئی روشنی اور

ایک جلوۂ گم شدہ کے ماتم مین نالہ و شیون کر لیتی ہین۔ کاش .... کا قلم دلگیر کی خاموشی

کی تلافی کر سکے۔

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

لٹریچر سے پتہ چلا کہ یہ خط کس کا ہے؟

خورشید رقم آج کل بلا وجہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور نقاد کی کاپیاں لکھی نہیں دیتے اس وجہ سے نہایت افسوس ہے نقاد [illegible] میں نہ شائع ہو سکے گا۔

خالد کے مشکوئے معلی میں چاند سا بیٹا پیدا ہوا اور ساز جہان سے اچھوتا گیا۔ گو ذریعہ بخشش ہاتھ آیا مگر انھیں بڑا صدمہ ہے۔ فوراً خالد کو تعزیت کا خط لکھو۔ تم سے ملنے کے لئے بیچین ہوں کبھی ایک جگہ قیام کرو تو آؤں۔ برابر یاد کرتے رہو۔

ہمیشہ تمھارا۔ دلگیر

آگرہ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیبی۔

میں منتظر ہی تھا کہ آپ کا محبت بھرا خط ملا۔ وجہ دلگیری ظاہر ہے۔ مجھے بھی آپ کے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اب تو [illegible] یہاں سے چلے جانے کے بعد [illegible] یہیں سے فنائے حیات کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ کی اجنبیت دور کرنے کے لئے میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ علیم لائبریری کے منتظم ہیں اور [illegible] سے بھی کچھ تعلق ہے۔ اگر یہاں پتہ نہ ہو تو مولانا آزاد سبحانی سے ان کا پتہ پوچھ لیجئے۔ میرے مخلص ہیں اور نقاد کے شیدائی۔ یقین ہے کہ آپ محوی کی رنگین صحبتوں سے خوش ہوں گے اور ان سے مل کر کانپور میں تنہا نہ رہیں گے۔ میں انکو علیحدہ خط لکھتا ہوں۔ آپ سے نہ ملنے [illegible] تعجب ہے [illegible] محمول کیا آپ نے [illegible] اس فقرے نے دل پر بجلی گرا دی۔ آپ [illegible] کوئی عذر نہیں [illegible] یہاں شب کی [illegible] وجہ سے [illegible]

نے کب کا تیار رکھا تھا۔ امید آخر، بتائیے تو مجیب عالم شاد سے دعا کی سفارش کروں۔

... تمام کان پور پر بجلی کی حکومت ہے۔ مجھے نہ لکھ کر یہ فقرہ برباد کر دیا۔ جن کو لکھا ہو

وہ لطف بھی نہ اٹھا سکینگے۔ کہئے قیام کہاں ہے؟ سیول لائن یا کہیں اور؟

حضرت اکبر میرے اصرار سے مجھے اِدھر بلا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے
جانا ہی پڑے گا۔ اسی جنوری میں واپسی میں چند گھنٹوں کے لئے آپ کے پاس بھی ٹھہرونگا

دل سے نزدیک

دلگیر

آگرہ ۹ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

میرے محترم۔ میری عدم موجودگی میں ایک دستی لفافہ اور گئے اور کل ایک کارڈ بذریعہ
ڈاک ملا۔ میں نے ۲۸ دسمبر کو آگرہ چھوڑ دیا تھا اور کل ہی اپنے طویل سفر سے واپس آیا ہوں
خبر نہیں کہاں کہاں پھرا۔ صرف اتنا معلوم ہے۔ ع

"اڑائے پھرتی ہے ہر سو ہوا کی رنگ و بو مجھکو"

میں مجنوں نہیں جو دعوت شادی میں بار ہائے جگر اور بخت دل قبول کروں۔ میں تو
وہ چیز یا شے ہوں جو نقطہ تو وحشت اور تلاش ہے تنہائی سے۔ آپکی غم بھری داستان کس طرح سنتا؟
آپ نے کبھی سنائی بھی؟ شریک غم کیسے ہوتا۔ جب میں غم ہی سے ناواقف رکھا گیا۔ چھپ چھپاتے
شادی کر لینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ مشورہ لیتے شریک کرتے تو تہنیت طوفان کرنے کی نوبت
ہی نہ آتی۔ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

خالد کو لکھ کر جواب طلب کروں گا۔ یہ مصرع آپ پڑھئے۔ ع

شاید رسید بر لب قمر النسا الہم

مین اس طرح پڑھ سکتا ہون ع اگر رسید بر لب قمر النسا الہم

رشک آئے تو مین ذمہ دار نہین۔

اس سفر مین بنارس بھی جانا ہوا علی الصباح گنگا جی کے درشن۔ اشنان کرنے والیون کی ایک ایک ادا نہین قیامت سے کم نہ تھین۔ اب ور یہ وہ نگھٹے تھے کہ دیکھنے والونکی نگاہین محو حیرت ہوکر رہجاتی تھین۔ اس ساحل کی یہ رنگین فضا اور دل دلگیر

اصلیت بھی ہم کچھ اسکی پاسبان ہے خواب کا

بشرط کشمکش حیات سے کبھی فرصت ملے تو کاشی جی کے کنارے یہ دلفریب نظارہ تم بھی دیکھو۔

ساریان تو قوس قزح کے رنگ مین ڈوبی ہوئی۔ ساحل گنگا کی پیداوار میرا یہ شعر ہے

اس کی رنگین سیاحتون کے نثار

صبح کے وقت وہ گلاب کا رنگ

بنارس کی رات تین مہینہ مین گذری تھین دن گئے کہ صبح مشرق مین ہوتی تھی اور رات مغرب مین۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مین ہیجان تو ہو ہی چکا تھا۔ اس طوفان مین ڈوب گیا۔ غرق ہو کے رہ گیا؟
ایک رات ایک پیکر رعنا کو شب خوابی کے لباس مین اس طرح دیکھا کہ تخیل کے لئے
کچھ باقی نہ رہا۔ اب تک وہی خواب شیرین دیکھ رہا ہون۔ خدا کرے حشر تک جاگون!

شب ہجران کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ کچھ خبر نہ ہوئے

بسمل یاد کرو (بنارس مین) منزل عشق مین ہر ہر قدم پر مین تمھارے خیال سے وابستہ تھا
گویا تم میرے ساتھ ہوتے تھے۔
نقاد انشاء اللہ تعالیٰ آخر ماہ تک آپکے دست مبارک مین ہوگا۔ آپ بھی آئیمن
ہین۔ دیگر
آگرہ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء
قایل حسل۔

محبت نامہ بالکل مایوس ہونے کے بعد ملا۔ مین سمجھ چکا تھا تم بقید حیات نہین
فطرت نے میرے خیال کو غلط ثابت کیا۔ اس ستم ظریفی کا قایل ہون۔ عنوان کا شعر تم نے
غلط لکھا جسکے تمام الفاظ شرمندۂ معنی نہین۔ طویل خاموشی کا عذر۔ عذر لنگ ہے۔ نہ کرتے
تو اچھا تھا۔ تبادلے (نوحہ نامہ فرسائی نہین ہو سکے)۔
چاندنی راتون مین صحرا نوردی کرتے ہوے اکثر (!) میری یاد نے تمھاری خاطر
حزین مین گدگدیان پیدا کی ہین۔ جھوٹ۔ افترا۔ سنئے مجھے ایک منٹ کے لئے بھی یقین نہین فنا
غم سناؤگے یا داستان شادی! قصۂ شب عروسی سننے کے کان مشتاق ہین۔
بسمل! افسوس۔ بغیر مجھے شریک مسرت بنائے شادی کر بیٹھے۔ انجام یہی ہونا تھا جو ہوا

آپ تو خفا تھے نقاد کس طرح نکلتا۔

خالؔ بھی تو عرصے سے کھوئے ہوئے تھے۔ تمہارے ساتھ اُنکا بھی پتہ لگا ہے حُسنِ اتفاق دیکھئے دونوں کے خط ایک ساتھ مجھے ملے۔ نالہ کی گُل افشانی دیکھئے۔

"زندگی سے بیزار رہنے کا موقع نہیں!"

باقی ابھی ہے منظرِ دنیا ابھی نہ جا

اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو، مجھے ایک نظر اُنکے دیکھنے کی تمنا ہے لیکن اس کی خبر نہیں خود آپ کے آئینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں۔ آپ کی آرزو اور پوری نہ ہو کسی طرح ممکن نہیں گریبان پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں کہ ارضِ تاج میں پہونچکر ٹکڑے کروں نسیمِ گُل آیا ہی چاہتا ہے ؎

منتظر نسیمِ گُل کے ہیں ترے دیوانے
ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں گریبانوں پر

نقاد آہ نقاد اب تک شائع ہوا۔ مجھے دیکھنا منظور ہو تو تمنا ادب کی روح نوازی فرمائیے اُف آپ نے ایک دُنیا کو دلگیر بنا دیا۔ عزیزوں کی ندیاں ساحل کی ندی میں۔ پھر نہ کہیے گا کہ آگرہ محیطِ محبت نہیں۔

گزشتہ ایسی رنگین ... تسمہ نہ ہلائے تو وقت ہوا اب بھی نہ بنے۔

دل سے قریب

دلگیر

آگرہ - ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

بسمل پیارے محبت نامہ عرصہ کے بعد ملا۔ تہنیت عید کا شکریہ کس طرح ادا کرون!
حیران ہون۔ خوش ہون کہ میری یاد ابھی تک آپکے دلمین باقی ہے۔ ع

لے مین قربان تری الفت کے

"آجکل نالۂ دلگیر کی وہ دُھوم نہین"، خدا جانے اس مصرع کو پڑھ کر کیون دو آنسو بے اختیار
آنکھ سے نکل پڑے۔ خدا آپکو جزائے خیر دے۔

مین جنوری مین رائے بریلی کو گیا تھا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ یہین ہین تو بغیر
ملے ہرگز واپس نہ آتا۔ نہ مل سکنے کا افسوس رہ گیا۔

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

"خود بخود ہنسنے سے یہ بہتر ہے کہ دوسرون کے آنسو پونچھے" ناصر علیت آنی تو ہو نہایت
پاکیزہ خیال ہے۔ اس ادائے بیان کا کیا کہنا۔ میری خیریت کیا پوچھتے ہو! ؎

کچھ حالت دردِ دل نہ پوچھو
زندہ ہون کمال کر رہا ہون

بارش شروع ہو جائے تو آگرہ آئیے یا آمون کی فصل مین مجھے رائے بریلی بلوائیے ....
مین جس طرح آپ جلوہ گر ہوئے ہین لائق افسوس ہے؟

کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

آپ کیا اپنی قدیم نگارش بھول گئے؟ صلائے عام مین۔ ایک بات بھی تھی وہان بسمل
تو مجھے بحرِ نگار مین سرشت ...... یہ رجعت قہقری نہین تو اور کیا ہے۔ اچھا خاصہ

انسان ہیولیٰ بنکر رہ گیا۔

بیگم نبیس کی خیریت نہیں معلوم ہوئی اب مزاج کیسا ہے؟ میرا سلام کہیئے۔ اور جلد جلد یاد فرماتے رہیئے۔

بدستور آپکا دلگیر

لسان الملک حضرت ریاض کا خط

عالیجناب چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار کے نام

مینے کی گدائی کرکے میں خود دار ہو جاتا

کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا

خدا توفیق دے تو سب کچھ ورنہ افلاس میں خودداری معلوم، مقدمہ کی مصیبت نے کہیں کا نہ رکھا ہے

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

آپ کا نوازش نامہ دیر میں ملا تجویز وسل چودھری نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدی ہے معلوم ہوا سینیر وکلا میں عہد ہوا ہے کہ کوئی قانونی مختانہ سے کم نہ لے چودھری صاحب سا شریف النفس کم نہ لینے کو شائد یوں بنا ہے کہ کچھ نہ دے۔

میں نے سنا میرا پارہ جگر وسیم صاحب کے ساتھ بیرسٹری کو فروغ دے رہا ہے ممکن ہو کہ میرا جگر پارہ میرا ہو رہے اللہ عمر و اقبال میں برکت دے اور کامیابی کا سہرا میرے سہرے کی طرح ہمیشہ اسکے سر رہے۔ آمین

اِس مرتبہ معاملہ آخر ہے آپ ہی پر سب بار ہے۔ مجھ سے اپنے لئے تار کفن کی بھی تدبیر نہیں ہو سکتی، بعد تعطیل آؤں گا اور خود کو مع کاغذات آپ کے سپرد کردوں گا۔ لکھنؤ مین قیام کی صورت تو ہے جناب راجہ صاحب بہادر فرما چکے ہین وہان کہاں ٹہینگے کیا اس مشکل کو بھی سرکار آسان کردینگے۔ آپ کی توجہ بھی شریک حال رہی تو کام بنا رکھا ہے۔ "بنا رکھا ہے" لکھ کر اس ردیف و قافیہ کا مقطع یاد آگیا ؎

خوف کیا حشر کا دن رات پیو خوب ریاض

دیر توبہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

اِس مرتبہ حاضر ہو کر مقدمہ کے ساتھ دیوان کا معاملہ بھی طے کرنا ہے۔ دنیا ہو نہ ہو ریاض ہو اور ریاض کا شفیق۔ مولانا نجیب اللہ صاحب کو سلام شوق۔

ریاض خیرآباد

۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء

سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے نام

مقبول نامقبول۔

سخت اذیت بران ... قافیہ بدلکر اس قدر اصرار کے ساتھ تکلیف دینا کسلئے تھا جو بصورت دوست کے بیجا غمزے اٹھانا اسلئے ہے کہ اُسکا تعلق کسی ایسے شخص سے ہے جو ریاض کی طرح ایک دنیا کو محبوب ہے۔ مین کل ایک تار کے جانے پر لکھنؤ آیا، امیر خلف قدیم سے معلوم ہوا کہ ۲۶ فروری کو گاندھی صاحب کے جلسے مین شریک ہونے مولانا بھی آئینگے تم تھے ہو زندہ رہا اور تم بہ اچھا رہا تو ۲۸ کو لکھنؤ آکر روانہ گورکھپور ہوں گا۔

مین ڈر گیا مولانا بھی آتے ہین نامعقول دوست کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو مولانا کے آنے پر یہ مجھ سے بُری طرح پیش آئے گا۔ شب کو فکر کی اچھے بُرے شعر کہے۔ اس وقت بھیج رہا ہون۔

نامعقول دوست، نامعقول ردیف، وقت کم، دماغ بیکار۔

خدا کرے سراپا ناز دوست کو پسند آئے، ارے کمبخت تیری صورت بُری ہے۔

تو معاوضہ مین کوئی اچھی صورت دکھا دیا کر۔ ریل کے واقعہ سے شکایت کی تلافی نہین ہوتی، بڑھاپے نے اعتبار قائم کر رکھا ہے۔ ریش مبارک جنائی بھی نہین کر کسیکو بدگمانی کا موقع ہو، خدا کرے اب بالکل صحت ہو، کوئی شکایت باقی نہ ہو۔ مولوی صاحب آئے تو ۲۰ کو مین گورکھپور جانے کے لئے ساتھ نہ دے سکون گا، شائد تمھارے پہونچنے پر پہنچ جاؤن۔

اتنا شوق ہے کہ مولانا کی صورت دیکھ لون، بات کرنے کو اُن سے جی نہین چاہتا حالانکہ صورت سے زیادہ مزا اُنکی باتون مین ہے۔ لیکن بزم مین جب تک تجھ سا پیرے و رقیب نہو کچھ لطف نہین خدا کرے وہ ہون اور تو ہو۔

مین بھی اگر تہین تو کچھ ایسا حذر نہین

فصل کیفیت مین گزر رہی ہے۔ آخری زندگی کے دن کاٹنا شکل ہو گئے ہین اللہ خاتمہ بخیر کرے۔

تمھارے ناز اُٹھانے والا

ریاض

لکھنؤ ۲۳۔ فروری ۱۹۳۰ء

مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے نام

مولانا تسلیم۔

کل کارڈ میں کیا لکھ سکتا تھا۔ اُس کا عدم وجود برابر، ابتک پاؤن مین لنگ ہے ورم ہے، ورنہ بہت پہلے آستان بوس ہو چکا ہوتا، پرسش نہو تو پروا نہیں، جاؤن اور جھڑک دیا جاؤن تو اثر نہیں، سگ در کو غیرت سے کیا کام، یہ وصل بہت ہی نکما آدمی ہے، مجھے اطلاع دیتا تو مین ضرور لکھنؤ سے ساتھ ہو لیتا۔ بلکہ مین تو لکھنؤ مین موجود ہی تھا۔

وصل نے کارڈ مین لکھا۔ سنا ہے گلچین جاری ہو گیا، آپ کو توجہ ہوئی تو ضرور انشاء اللہ جاری ہوگا۔ وصل کی مستعدی کی ضرورت ہے۔ چھپائی اچھی ہو کمیٹی کی ضرورت ہے ترتیب اچھی ہو، کلام اچھا ہو، کلام کے لئے رسم و واقف کو خطوط مین زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ لکھنؤ کی مختصر پارٹی انکی تحریک سے مستعد ہو جائے گی۔ وصل کو بھی فراہمی کلام کے لئے تکلیف کرنا ہوگی۔ مضامین کے لئے تلمذ۔ فاروقی۔ کامل یہ پرچہ کو چار چاند لگا دینگے شعرا کے منتخب کلام کے لئے بھی کمیٹی ہوگی۔ صدر آپ مسٹر فاروقی مسٹر کامل مسٹر وصل مخصوص اراکین، انکے سوا جنھین آپ بڑھا لیں، یہ سب کچھ ہوا تو گلچین معرکۃ الآرا پرچہ ہو جائے گا۔ ہزار ہا کی اشاعت چند روز مین لازمی۔ یونی ورسٹی دکن سے تعلق ہونے تو بعید نہیں مگر یہ سب کچھ آپ کی توجہ پر منحصر ہے مصرع طرح جو دیا گیا ہے، بہت ہی شگفتہ زمین ہے، شعرا پوری قوت صرف کرینگے اگر کرین تو ان کی حوصلا افزائی کے لئے اور تدبیرین بھی ہین۔

ے ابھارنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

خیر اب میں اس قصہ کو ختم کرتا ہوں گلچین جانے اور اُسکے ساتھ تعلق رکھنے والے
ہماری دولت تو آپ ہیں اگر کچھ والی پرانی دولت نہیں آپ کے بچپن کی بات ہے)
وہ دولت جو ایمان فروش وصل نے بالامو کے اسٹیشن پر مجھے دکھائی تھی تعلق اس کا بھی
گورکھپور سے تھا۔ ہر فتنہ کہ می خیزد از کوئے تو می خیزد۔ میں آپ کو سب سے الگ کر کے
دولت دین کہ دل سے

پاتا ہوں اُس سے داد میں اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہیں

معاف کیجئے گا اس تعریف سے مرتبہ آپ کا بہت زیادہ بڑھا گر کچھ گستاخی ہی سہی آپ میرے
ہمزبان نہیں، روح القدس تک شعر بالا میں مجھے غالب کا ہم خیال سمجھئے، اپنے لئے، بعد کا
مصرعہ غالب کا ہے۔ مجکو آپ کو اس سے واسطہ نہیں غزل کل ہی بھیجنا چاہتا تھا۔ مگر آغاز
ہو کارڈ سے مفلسی میں ایک پیسے کا نقصان بھی نکلے کے گھاؤ سے کم نہیں، آج بھی چاہتا تھا
کارڈ پر دو ایک شعر لکھ بھیجوں اور اگر گورکھپور جانے میں دیر ہو تو یونہی کارڈ بھیجتا رہوں
آپ ان لوگوں میں ہیں کہ مجھے برا کہیں تو بھلا معلوم ہو۔ بغیر غزل بھیجے جی نہیں
مانتا ہے

جی نہ مانا حضرت ناصح کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے

غزل کے زیادہ اشعار میں آپ کی نازک خیالی اور اپنی جوانی کے مختص واقعات سے
زیادہ اٹھایا گیا ہے۔ خدا کرے آپ پوری غزل پسند کریں ورنہ حوصلہ پست ہو جائے گا۔

اور آیندہ کے لئے عرش پیما فکر پست ہو جائے گی ؎

مجلسِ نظارہ اگر تب یسر ہوتا	ہوتے سب خلد میں زان خلد کے ہاتھو
محفلِ وعظ میں واعظ نہ سرِ منبر ہوتا	عوض تسبیح اگر ہاتھ میں پتھر ہوتا
حشر ہی حشر کوئی فتنہ گرِ ناز نہیں	آج کیوں مہندی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا
اُسکے ہر گوشے میں ہوتا شررِ برق کا رقص	میں تو میں کوئی نشیمن میں اگر پر ہوتا
آئینہ تیری طرح دیکھتے ہم بھی شبِ وصل	منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا
چل سکا زورِ جنون کچھ نہ ترے وحشی سے	دھجیاں اُڑتیں اگر دامنِ محشر ہوتا
زندگی آٹھ پہر لطف سے کٹتی قاتل	سانس کی طرح رواں سینے میں خنجر ہوتا
گھر جسے کہتے ہیں شاید کوئی زندان ہوگا	در و دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا
بار ہوتا نہ شبِ وصل نزاکت کو تری	لب ترا شکلِ تبسم ترے لب پر ہوتا

جوانی کا واقعہ ہے ؎

بہ چوری چوری یہ نہ پوچھو رات کیا کرتے رہے

ایک نامحرم نازک سے لب پر اس طرح آہستہ لب رکھنا چاہتا ہے کہ سونے والے کو حس نہ ہو ورنہ قطعاً خون کا خوف ہے۔ معاذاللہ ؎

ایک چھاڑے نہیں کوثر و تسنیم ریاض

خاک ڈالی لبِ خشک پر تر ہوتا

دعاگو ریاض

[illegible]

لہ یہ شعر واقعی بنا ہے (مولف)

مکرمی۔ شکریہ!

ذرا سا کارڈ۔ کارڈ میں تین سطریں۔ سطر میں چار حرف۔ حرف جتنی خط میں نہ مجھ سے پڑھا گیا نہ دوسرے سے۔ برابر کا جواب میرا خط نہ آپ پڑھ سکے نہ مولانا، ایک کاغذ کی چٹ اور بے تاروں کے ساتھ جن میں تاریخ کی تاکید تھی، صادق کا تار خاص بات کے لئے تھا جس سے کسی فائدے کو تعلق نہیں۔ وسیم نے بھی تاریخ کے لئے اصرار کیا، تاریخ سے مجھے مناسبت نہیں۔ پھر تاریخ حمد کے دیوان کی۔ مجھ سے مراسم نہیں مگر وہ وصل کے واجب التعظیم۔ وصل کی عظمت میرے دل میں، سنگ آمد و سخت آمد۔

ریش در دستِ وصل میدارم

کام تھا مشکل [illegible] لسان الملک، نام کا پاس کچھ کیا ہوتا تعمیل ارشاد از بس مشکل مگر یہ ڈھارس ہر غلطی کی اصلاح [illegible] مولانا اور وصل فرمالینگے۔ بہر حال قطعہ تاریخ موزون کیا، وصل قطعہ کے [illegible] بند رباعی کے بھی۔

آپ نے [illegible] صاحبوں کا حال نہیں لکھا، قیمت کتب کا جواب نہیں دیا، کتابوں کے مالک حافظ محمد سعید صاحب۔ یہ سجادہ نشین حافظ محمد اسلم صاحب کے چچا ہیں [illegible] آباد سے [illegible] آئے ہیں، خاص ضرورت سے کتابیں مجھے دیں۔

ان چار کتابوں میں ایک تصوف میں ہے جو بہت ہی گراں مایہ قیمت اسکے [illegible] زیادتی ہے جو اسی کتاب پر تحریر ہے۔ انکو خیال ہے کہ مولانا مطلوبہ قیمت سے [illegible] زیادہ معاوضہ تجویز فرمائینگے۔ مطلوبہ قیمت [illegible] اگر اس سے قیمت کم تجویز ہو تو چاروں کتابیں واپس۔

میرا مکان مجھ سے زیادہ بے سکت ہے ۶

مؤلف کے نام

خیرآباد۔ ۱۹ جون ۲۳ء

پیارے صفدر۔

اسی وقت آپ کا پیارا خط ملا۔ اسی وقت جواب لکھتا ہون سہ

رقابت اب ہے دونون سے وہ پروانہ ہو یا بلبل
عیان کیونکر کرے گلگیر اپنے سوز پنہان کو

گلگیر کی بستہ بستہ تصفا گل شمع پر ہے اسے ترجیح پروانہ و گل پر اسلئے ہے کہ دونون کے لئے شمع و گل کی عدم موجودگی مین اور بھی مشاغل ہین، گلگیر کی رقابت پروانہ و گل سے اسکے سوز پنہان کا باعث ہے۔ پہلے شعر مین کہ بزم یار انجمن بھی ہے اور چمن بھی یعنی۔ سہ

یہ گویا انجمن بھی ہے چمن بھی کیا عجب اس کا
جو لے منقار مین بلبل گل شمع شبستان کو

چمن ہونے سے گل شمع نے گل گلشن کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسے بلبل کا منقار مین لینا عجب کی بات نہین۔ یہ مثل گل گلشن کے خوشرنگ بلکہ آتش رنگ ہے۔ پروانے شمع پر نثار ہوتے ہین اور بلبل شمع و گل شمع کو شاخ گل و گل شاخسار سمجھکر ٹوٹے پڑتے ہین۔ دونون کی بے قرارانہ حالت گلگیر کو آتش رقابت کے انگارون پر نہ لٹائے تو کم ہے۔

مین تو اس شعر کا مطلب یہی سمجھا اگر کوئی نہ سمجھے تو مجھے اور آپ کو اس کی سمجھ پر اختیار نہین ہے۔

آپ کہتے ہین کہ مندرجہ ذیل مطلع پر بھی اعتراض ہے، کوئی پہلو اعتراض کا میری سمجھ مین نہین آیا۔ مین آپ کے مطلع کو لاجواب سمجھتا ہون۔ شاید ہی اس سے اچھا مطلع

آپ کو پریشان ہونا پڑا۔ وہ مکرر آپ سے [illegible] کرتے۔ کام کچھ نہ بنا۔ مصلح سنگ کی ضرورت

نہیں ایک زبردست کاپی نویس جو پتھر کی بھی وقت ضرورت دیکھ بھال کرے مطلوب ہے۔ جو

کاپی نویس ایک مہینے سے میرے پاس تھے گلچین بھیجنے پر آپ اِن کا خط دیکھیں گے۔ مگر اتفاق

کہ وہ دہلی جانے پر مجبور ہیں۔

کسی مشاعرے میں تو میں شرکت ہی نہیں کر سکتا۔ اگر احسن کے بُلانے پر میں انکے

آستانے پر جاتا ضرور لیکن اِس حادثہ کی وجہ سے کہ لڑکی میری بھانجی ہے نہیں جا سکتا،

آپ جا سکیں تو جائیں۔ آرزو کے مشاعرے میں بھی شریک ہوں۔ آپ کہیں جائیں

گلچین کو آپ کے جانے سے ضرور فائدہ ہوگا۔

آرزو کے مشاعرے کی غزل مجھے بھیج دیجئے۔ میں اپنی حالت بیان نہیں کر سکتا۔

ضعف پیری سے ناکارہ ہو سکتا ہے۔ دل و دماغ پر قابو ہے گلچین کی وجہ سے کام آتا

پڑ گیا کہ رات دن نجات نہیں۔

جالب صاحب سے آپ ملے ہوں گے۔ [illegible] پرچے میں نوٹ

شائع ہوا ہے مجھے بھیجئے اور اُن سے کہئے [illegible] میرے

نام جاری کیا [illegible] گلچین [illegible] بھیجوا [illegible] ہو تو [illegible] میں جانتا ہوں

[illegible] سب زیادہ

[illegible] کے لیے [illegible]

لکھا [illegible] بہت کچھ [illegible] کے متعلق بھی وہ کچھ نہیں [illegible]

آخر یہ مضمون کیا ہے۔

نقاد [illegible] مضمون [illegible]

تشریف لائے بہت بڑا مجمع تھا۔ نسیم صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ مرثیہ کے مضامین کا کیا کہنا، کوئی اِس مرتبہ کا کہنے والا اِس وقت نہیں۔ ایک ایک بند ایک مرثیہ تھا، نئے سلام کا ایک مطلع سنو ؎

حشر کے دن خاطرِ مداحِ سرور دیکھنا
خود بڑھے گا میری جانب حوضِ کوثر دیکھنا

کتنا اچھوتا اور نیا خیال ہے سُبحان اللہ۔

کل دو شنبہ کو مین نے آپ کا قطعہ دیکھا سالگرہ کا قطعہ اور کہین سے سالگرہ کا ذکر نہین۔ ہو تو کیونکر اس [illegible] ہو ہی نہین سکتا تھا۔ اب قطعہ دیکھکر سمجھا ہون لیکن ستم ہوگا اگر اشعار کے مرتبے کے موافق آپ کو صلانہ ملا۔ یہ قطعہ تو اس قابل تھا کہ حضور نظام کی تقریب سالگرہ مین جلیل صاحب بہ شناس تقریب پیش کرتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔ اب جلیل صاحب کو آپ لکھئے کہ اگر خدانخواستہ کافی صلانہ ملے تو آپ کسیطرح یہ قطعہ مجھے واپس فرمادین یعنی دفتر مین یہ [illegible] پائے کہ مین دربار نظام مین اِس کے ذریعہ سے قسمت آزمائی کرون۔

سالگرہ کے متعلق [illegible] لیتے نکل گئے ہین جو اردو فارسی مین میری نظر سے اِس لطف کے ساتھ نہین گزرے ہین [illegible] خیالی اب جلیل کو یا مجھے نصیب ہو سکتی ہے۔ خدا کرے آپ کو [illegible] صلا ملے کہ مین خوش ہو جاؤن۔ ورنہ حضور نظام کی سالگرہ کے موقع پر جلیل سے پیش کروایا جائے۔ [illegible] خورشید اور اُس کی [illegible] دونون اچھے ہون۔ ہمدم کے دفتر سے تعلق اب ہے یا نہین۔ آج منشی [illegible] علی کو لکھنؤ مین نے بھیجا ہے کہدیا ہے کہ آپ سے بھی ملین۔ حضرت صاحب کو سلام [illegible]

ریاض احمد۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی۔

کل خط آپ کو بھیجنے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی۔ اس وقت سے غذا نہیں ہضم ہوئی۔ چھ سات دست آ گئے ہیں ضعف بڑھ گیا ہے۔ کوئی کام نہ کر سکا۔ چونکہ آپ کو لکھ چکا تھا چند شعر ایسی حالت میں موزون کئے آپ تک روانہ کئے دیتا ہوں گے۔ لطف جب ہے کہ تمام سربرآوردہ شعرائے لکھنؤ سے داد لیجئے۔ اُمید تو یہی ہے کہ مشاعرے میں سب کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ میں نے اسی وقت اخبار میں بھی غزل شائع کرنے کو بھیج دی ہے۔ یہ غالباً بعد مشاعرے مرقع سے شائع ہو گی۔

آپ یوں میری غزل نہ پڑھیں جب تک اہل مشاعرہ خود نہ اصرار فرمائیں۔ مشاعرہ میں داد ملنا نہ ملنا موہوم ہے۔ مشاعرے کے عوض آپ ہی سے داد ملنا کیا کم ہے بشرطیکہ اشعار داد کے قابل ہوں۔ ممکن ہے محض یہ خیال خبط میرا ہی ہو۔ مشاعرے سے قبل کیسے سنائیے گا۔

یاحق، ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء

عزیزی۔

دونوں صاحبوں کی تحریریں ملیں۔ دونوں سے جی خوش ہوا۔ شوق صاحب کے نام ارشادات کی تعمیل ہو گی۔ اس مرتبہ ضرور سوال ہو گا عاقب صاحب سے بھی۔ اس طرح میں کوئی اور چھپا ہے کسی کا شعر سنا ہو تو مجھے بھی لکھیے گا۔

عشرت صاحب سے دریافت کیجیے یہ مصرعہ کا کیا مطلب ہے۔

دیوار کہہ رہی ہے کہ [illegible] شانی کا

دیوار کو جیسا ہو اپنے ذوق کے مطابق [illegible] ہے۔ دریافت کر کے لکھ بھیجیے ممکن ہے

دیوار میں چھالا رہ جانا کچھ ہو کچھ یونہی خیال تو آتا ہے کہ کان آشنا ہیں۔

ریاض

صفدر صاحب۔

آج آپ کی غزل روانہ ہے۔ آپ نے مطلع میں دلکشی لکھا ہے۔ یہ لفظ اگر دلچسپی کی طرح
آپ نے اساتذہ کے کلام میں دیکھا ہو تو لکھئے ورنہ جدید ساختہ لٹریچر کی تقلید سے احتراز کیجیے
آپ کی غزل اس زمین میں خوب ہے۔ دیکھیں اور شعرائے لکھنؤ کیا کہتے ہیں۔ میں غالباً کل تو
نہیں پرسوں انشاء اللہ روانہ ہوں گا۔ آغا صاحب میرے ساتھ ہوں گے۔ کہاں ٹھہروں گا
کچھ خبر نہیں۔ آپ کا گھر میرے لئے بے تکلف جگہ ہے مگر کام کے لحاظ سے بہت الگ۔ اسٹیشن پر
اگر آپ مل گئے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ عارف صاحب کی نشست کے کمرے چھوڑ کر الگ کوئی
جگہ ہوتا تو میں اچھا رہتا۔ اسٹیشن پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اکی صبح کو اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو دا اکی
صبح کو انشاء اللہ آؤں گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ فلک نے غزل کے مشاعرے میں سر برآوردہ شعرائے
لکھنؤ نے شرکت کی ہے۔ مگر میں نے آپ کی غزل بھی دیکھی۔ ماشاء اللہ کیا کیا شعر نکالے۔

بس یہ ہوا کہ حشر میں اک گردش اٹھی
سب فتنے انکی ایک ہی ٹھوکر کے ہو گئے

بالکل اچھوتا اور نیا خیال ہے اور اشعار بھی اسی مرتبہ کے ہیں امید تو ہے کہ مشاعرہ آپ ہی کے
ہاتھ رہے۔ تمہارے اصرار سے میں نے بھی چند شعر موزوں کئے۔ غزل کل تک روانہ کروں گا دو
ایک شعر سنئے

دامن میں اب شباب کے وہ داغ ہیں کہاں — جب بال تک سپید میرے سر کے ہو گئے
جوش نہیں ہے شباب کا دم نے کی شکل کیا — جب بڑھ کے طفل اشک برابر کے ہو گئے

اپنے مصائب و آلام کو کیا کروں۔ میں نے ایک طولانی خط اپنے زیادہ تر خیالات کے جوش میں اُن کو لکھا ہے، جابجا کا بھی خیال نہیں رہا۔ اُن سے استدعا کی ہے کہ سلطان احمد کے مقدمہ میں عقدہ کشائی اُن کے ناخن تدبیر سے ہو جائے تو میں گویا زندہ ہو جاؤں۔ دیوان بھی باسانی چھپ جائے اور مجھے وہ اطمینان ہو جائے جو اپنی بقیہ عمر کی شاعری کے لئے چاہتا ہوں اور جس کی مجھے حسرت رہی کہ میں اپنے طبعی مذاق کے شعر کہتا اور اُس کا کچھ مجموعہ قابل طبع ہو جاتا۔

دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔ آپ کے جلیس صاحب مجھ سے کچھ کشیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک مقالہ بھیجنے کے بعد پھر غزل نہ بھیجی نہ اب تک متعدد خطوط کا جواب دیا۔ میں نے لکھا بھی کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیے۔ اور تنبیہ کر دیجئے کہ آئندہ ایسی خطا نہ واقع ہو۔ مجھے انکے متعلق سب سے زیادہ اپنی کارروائی کا پاس ہے۔ خدا اُن کو اس سے زیادہ درجہ عنایت کرے تو میری خوشی کا باعث ہے۔ رہی دوسری صورت کہ موجودہ اعزاز نے انکے مزاج پر اثر ڈالا، تو مجھ پر اس کا اثر کچھ نہیں ہو سکتا۔..........

نہ اس کی کبھی پروا کہ مجھے ان کی ذات سے کچھ فائدہ ہو، نہ اعزاز کی لحاظ سے اُن کی شاعری کی وقعت سمجھتا ہوں۔ میں نے یہ الفاظ اس لئے تحریر کئے کہ آپ اس خط میں پڑھ لیں کہ آخر اس کا ذاتی سبب کیا ہے۔ وہ غزل کیوں نہیں بھیجتے، جواب کیوں نہیں دیتے۔

ریاض احمد

۷۔ نومبر ۱۹۱ء

صفدر صاحب۔

کل شوق صاحب کی غزل بھیج چکا ہون۔ آج ۲۴ کو آپ کی غزل روانہ ہے

اس وقت کمیشن بیان ایک رائے بہادر کا ہے۔ ہا ہے جس کی عمر سو کے قریب ہے فالج زدہ

ہے۔ دولت مند ہے کئی بیٹے معزز عہدون پر ہین۔ سچ کے لئے زبان نہین کام دیتی جھوٹ

خوب اد کر رہا ہے۔ خدا جلد ایسی ناپاک ہستی پر اپنا قہر نازل کرے۔

آپ کی غزل اور شوق کی غزل دونون بہت خوب ہین۔ خدا کرے مشاعرے مین

پھلین پھولین۔ یہ شعر آپ نے میرے ڈھب کا لکھا جب پڑھتا ہون حظ اٹھاتا ہون۔ اللہ

کرے زور قلم اور زیادہ ؎

صبح کو پیارے بچھڑے ہوئے شب بھر کے ملے

آئینۂ رخ سے ملاقات کی شانے نے ے

واقف کی غزل ابتک نہین آئی۔ اب وقت نہین۔ اچھے شعر منتخب کر لئے جاتے ہین الجھے

ہوئے نہ ہون جس غزل کے لئے تم اصرار کر رہے ہو اس کا اس وقت صرف مطلع و مقطع یاد ہے

وہ کاغذ ہی نہین ملتا جس پر چند شعر مین نے لکھنؤ مین لکھ لئے تھے۔

مطلع

کبھی آسمان سے کبھی نامہربان سے

منہ کھا رہا ہے آتی ہے بخت دکان سے

مقطع

ریاض ان حسینون نے بات کر لے لی

مروت نہ نکلی کچھ نوبت آنزبان سے

مکرمی!

کارڈ ملا۔ داد ملی ؎

کہئے نسیم صبح سے مجھ سے نہ پوچھئے
لڑ ئے ہوا سے کیوں مرے گیسو بکھر گئے

اس شعر کی نسبت آپ دریافت کرتے ہین کہ یہ شعر کس کا ہے۔ یہ شعر اُن بزرگ کا ہے جن کا مندرجۂ ذیل شعر ہے ؎

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے
مسجد مین آئے جیب ہماری کتر گئے

یہ شعر جو آپ تک پہنچا کیونکر پہنچا۔ مجھے حیرت ہوگئی۔ جو اُمور آپ سے دریافت کیے ہین انکا جواب دیجیے یعنی کاپیین کس کس کو دیا جائے۔ مشاعرہ کس تاریخ کو ہوگا۔ فلک منزل کے مشاعرے کی غزلین کب تک آئین گی۔ میرا قصد ہے کہ عید کے دوسرے روز ایکدن کو سندیلہ جاؤن۔ کیا آزاد صاحب وہان ہین ملین گے کاپیین نمبر ۶ دے چھپنا شروع ہوگیا ہے۔ جلد پہنچے گا۔ خواجہ صاحب سے کہیے مضامین جلد بھیجین۔

سہل ممتنع اس نظم کو کہتے ہین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہوسکے۔ کل حسن اتفاق سے کوثر صاحب بھی آگئے تھے۔ مین تمھاری غزل دیکھ رہا تھا۔ اکثر اشعار انھین بہت پسند آئے۔ اشعار مندرجۂ ذیل پر تو وہ تڑپ تڑپ گئے ؎

جو چھینٹ پڑتی وہ بن جاتی پھول اے قاتل
مرا لہو ترا دامن خراب کیا کرتا

صفدر صاحب۔ اس شعر کا دوسرا مصرع تو قیامت کا ہے۔ پہلا مصرع بھی خوب ہے ؎

پردے پردے مین قیامت نے قیامت ڈہائی

ناپ کرلائی ترے قد کے برابر سہرا

بالکل اچھوتا خیال ہے اس نازک خیالی کی داد اہل نظر دینگے - آپ کے قطعہ تاریخ مین مصرع تاریخ نہایت بے تکلف اور لاجواب ہے -

آفتاب ابر کے پردے سے نکل کر آیا

مگر افسوس اس بحر مین احمد حسین کا نام نہ آسکتا ہے -

ہے یہی بخت دل احمد بھی یہی جان حسین

اس طرح احمد حسین علیحدہ علیحدہ آجاتے ہین - نام کا پہلو نہین نکلتا - اور اس طرح بخت دل احمد اور جان حسین کہنا [illegible] ہے -

کس کے آنے سے داغ عرش برین پر ہے مرا

عرش کا عین گرتا ہے اور یہ عیوب ہے بعض وقت ایسے موقع پر خیال نہین رہتا - اور اکثر عین گرتا ہے - دوسری تاریخ مین مصرع تاریخ کے عدد صحیح ہین بخت دل کے معنی گو مجازاً بیٹے کے ہین - مگر بخت دل کا پیدا ہونا اچھا نہین معلوم ہوتا - دوسرے مصرع مین نور چشم والدین اچھا ہے - آپ اگر عام کی ہمت پر پیروی کرین تو رہنے دین مگر کوئی خوبی نہین ہے - وہی اردو تاریخ کافی ہے - مگر اس کی بحر بدلکر پھر فکر کیجیئے -

انشاءاللہ تاریخ چھ روز مین لکھوا دون گا - آپ سے ملون گا - تار سے اطلاع دون گا - رحیم صاحب سلام شوق کہتے ہین

راقم

۲۶ - اکتوبر ۱۹۱۲ء

ہوں گے، نہ وہ یہ شغل رکھیں گے۔ کیا وہ کچھ آپ سے بھی گراں خاطر ہو گئے ہیں۔ ادھر عرصے سے
ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ مجھے اُن سے دلی تعلق ہے۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔ آپ کی نوکری کا
کیا حشر ہوا۔ خورشید کو دعا۔

ریاض

۲۱-اگست سنہ ۱۹۱۹ء

صفدر صاحب!

پوری غزل مرصع ہے۔ جن اشعار پر تین تین صاد ہیں اُن کا تو جواب ہی نہیں۔ آج
شنبہ کو یہ خط ڈاک میں روانہ کیا جاتا ہے۔ کل یکشنبہ کو انشاء اللہ پہنچ جائے گا۔ بھوپال درخور مست
بھیج دیجئے۔ مجوی صاحب کا مضمون واپس بھیجتا ہوں۔ گلچین نمبر ۹ و ۱۰ زیر طبع پڑے ہوئے
ہیں مالی دشواریوں نے ہر طرح دقت پیدا کی ہے۔ دیکھوں کب گلچین نکلتا ہے۔ مایوسی ہوتی
جاتی ہے۔ باخاطر ناخواستہ مضمون واپس بھیجتا ہوں۔ مضمون طبع کے انتظار میں پڑا رہے
کیا فائدہ۔ ذوالقرنین بدایوں میں دو مضمون ایسے شائع ہوئے ہیں۔ نشتر نے غالب کی مذمت
میں گستاخیاں کی ہیں۔ آپ غالب صاحب سے ملیں تو امید ہے کہ ایک حرف بھی اس بحث
کے متعلق ہمدم میں نہ شائع کیجئے، ایسی ذلیل بحثیں ہمدم کے شایان شان نہیں نیز آپ کے
لئے بھی۔ بزم خیال کے ہے شعر اس وقت تک یاد نہیں آیا۔ دوسرے خط میں بھیجوں گا۔ دونوں
شعر جو آپ نے لکھے شرق کیلئے اچھے ہیں۔ [illegible] شائع کر دیجئے۔

سید ریاض احمد- ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء

ریاض

جن اشعار پر تین تین صاد حضرت نے کئے ہیں غالباً اُن شعروں کے دیکھنے کا اشتیاق

ناطاین کو ضرور ہوگا اس لئے مین ان اشعار کو ذیل مین لکھکر اہل بصیرت سے داد کا خواہان

ہون۔ مولف۔

دم آخر تہا مین چارہ گر نید بالین سے — کہ میری جان انکے سامنے شکل سے نکلیگی

ادب آموز ہوا سکے لئے ہر فتنہ محفل کا — قیامت ٹھوکرین کہاکر تری محفل سے نکلیگی

سنا ہی نجد مین آج اک تماشہ ہی قیامت کا — خدنگ قیس لیلی پردہ محمل سے نکلے گی

صفدر

صفدر صاحب!

شاعرے کے متعلق ابھی تک خط نہین آیا۔ انتظار ہے مفصل کیفیت لکھئے۔ دوسری غزل

واپس بھیجتا ہون۔

گور غریبان والا مطلع شعر ہوگیا۔ دونون قافیے احتیاط کے قابل تھے۔ اب دیکھئے یہ شعر

کسقدر بلند ہوگیا ؎

یہان کی خاک خون بے گنہ کا رنگ لاتی ہے

زرا دامن بچا کر آیئے گور غریبان مین

زندان والا شعر خارج کردیا گیا۔ طوفان مین یہ بھی بھرتی کا شعر تہا۔ دامان مین۔ آنسو پونچھ

ردیف کمزور ہے ۔کا۔ کا پہلو غالب اور سب شعر اچھے ہین۔

مین نے آپ کو سندیلے کے شاعرے کی طرح پر ایک شعر اور بھیجا تہا۔ جسے آپ نے

پڑھا۔ پڑھنے کی تعریف یہ تھی کہ اس لطف کے ساتھ با معنی رہا۔

رنگ کے بدلے غبار قیس ہے اس مین بھرا

خاک اڑتی ہے مری وحشت زدہ تصویر سے

عزیزی!

[illegible]- خوشی ہوئی [illegible] اس قابل ہون کہ آپ کے کارڈ کا فوراً جواب
دون- [illegible] آرزو [illegible] آیا تھا- مین اس قدر پریشان تہا کہ جواب نہ دیسکا-
[illegible] کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے [illegible] سے بہم جلے ہوے- میرے نزدیک کسیکا قصور ہو
[illegible] عمدہ چیز ہے- آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید درمیان دے کر
میل ہو گیا بحمد اللہ اس سے بہتر کیا ہے- آپ پر کوئی رشک کرے یا آپ کسی پر ہزار برائیان کی
جائین- خلاف کوشش کیجائے- اگر کلام اچھا ہے تو کچھ نہین ہو سکتا- آپ تو لکھنؤ مین ہر دل عزیز
شخص تھے- دوست دشمن سب سے انکسار کا برتاؤ یہی طریق عمل ہمیشہ رہنا چاہیئے- غلطی
انسان سے سرزد ہوتی ہے- آپ ہمیشہ اپنا یہ فرض سمجھیے کہ غلطی معلوم ہونے پر کبھی غلط تاویلات
سے کام نہ لیجئے- فوراً تسلیم کر لیجئے- اگر غلطی آپ کے نزدیک نہین ہے تو احباب سے تحقیق کیجئے
مجھے پہلے معلوم ہوا تہا کہ آپ کے اس مصرع مین- ع

مرے زخم جگر نے نوک رکھ لی تیرے نشتر کی

ذم کا پہلو بیان کیا جاتا ہے- مین نے لکھا ذم کا پہلو نہین ہے- اب آرزو صاحب کی تحریر سے
معلوم ہوا کہ نوک کی لینا محاورہ ہے- نوک رکھ لینا محاورہ نہین ہے- آپ جاوید عشرت- انجم
جو آپ کے بے تکلف احباب ہین تحقیق کیجئے- اگر یہ محاورہ نہ ہو تو مجھے بھی اطلاع دیجئے- آرزو
صاحب یا کسی کو خط کا جواب نہ دینا تہذیب کے خلاف ہے- اسلئے مین اسی وقت آرزو صاحب
کو بھی جواب بھیجتا ہون اور تاکید کرتا ہون کہ آپ سے اپنی طبیعت صاف رکھین اور ہمیشہ
دوستانہ برتاؤ رہے-

ریاض

خیر آباد ۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء

صفدر صاحب!

آپ نے اور عارف صاحب نے اس مطلع کی بے انتہا داد دی ؎

آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے
ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے

آپ نے مطلع کی تعریف اس طرح دل سے کی بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کوئی شعر آپ کو ا...
لکھ بھیجوں شرط یہ ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہ ہو تو بھی آپ اسی طرح تعریف کریں سنیئے

نسخہ بیاض ساقی کوثر سے مل گیا
گھر بیٹھے اب تو بادہ کوثر بنائیں گے

...ین مشاعرہ کا کوئی اچھا شعر سننا چاہتا تھا اگر آپ نے نہیں لکھا کوئی شعر اچھا زبان پر ہو
... آپ ضرور لکھئے ؎

ہماری طرح کسی کو یہ کیا اجاڑے گا
فلک کو دیکھ کے ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

...ر صادق ہے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ گلچین کن شعرا کو بلا قیمت دیا جائے
...پ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جاوید۔ انجم حسرت۔ یہ حضرات تو خاص ملنے والوں
...ں میں ہیں اور میرے خیال میں زیادہ فارغ البال بھی نہیں۔ آپ کی رائے ہو تو انہیں
...ہیں ضرور دیا جائے۔ اور کہدیا جائے کہ ہدیۃً ہے

ریاض احمد

خیرآباد ۔ ۲۰ مئی ۱۹۶۰ء

آخری خبر حیرت انگیز ہی نہین بلکہ حسرت و یاس کا ایک درد انگیز نمونہ ہے۔ جب تک ممکن ہو گوشہ میں بنا ہے جائیے۔ ہان صحت خراب ہو تو چلے آئیے۔ مین بہت پریشان ہون۔ سال س۔ ہ سے صحیح اُردو ہے۔ مین نے جواباً لکھ بھیجا ہے ؎

تھین بنات النعش گردون دنکو پردے مین نہان
شب کو ان کے جی مین کیا آیا کہ عریان ہو گئین

شاعر تارون کے کھلنے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اور اسکو عریان ہو جانے سے تعبیر کیا ہے بنات النعش اتر کی سمت سات تارے ہین۔ چار تارے انہین سے جنازہ ہین اور تین جنازے کے اٹھانے والے ہین۔ دیکھو بار چاچ ہین بھی اس لفظ مین تسامح کیا ہے ؎

در سیاست گاہ قہرش بر فضائے کائنات
قطب را دائم جنازہ بر سر سہ دختر است

ریاض

خیرآباد ۲۷ جولائی ۱۹۲۳ء

مولوی محمد انعام اللہ خانصاحب عالی ؔ کے نام

حضور اقدس تسلیم!

کیونکر وقت گزر رہا ہے کیا عرض کرون ہر حالت مین شکر ہے۔ نوازش نامہ آیا۔ کچھ تک نہین بیٹی عزیزہ سے مجھ نثار کا انتظار ہلال عید کی طرح ہوگا۔ گر اپنی کاہیدگی کیا عرض کرون۔ کوشش سے بھی نمایان ہو جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہین کہ آپکی یاد نہو۔ آپکے بچون کی یاد نہو۔ گھر مین کی یاد نہو۔ ہر وقت یاد کے ساتھ دعا ئین

نکلتی ہیں مگر بے اثر دعائیں جن کا اثر میری شومیٔ قسمت سے کچھ نہیں ہوتا۔

عید کے بعد میں نے سخت مجبوریوں سے نہایت دلگرفتگی کے بعد اپنے چاند انجم کو گورکھپور بھیج دیا کہ وسیم صاحب کا فیض صحبت اور تعلیم حاصل کریں۔ میں یہاں اپنے افلاس کی وجہ سے کچھ انتظام اُس کی تعلیم و تربیت کا نہیں کر سکتا تھا۔ بہت زیادہ توقع سرکار دولتمدار سے تھی مگر کاتبِ تقدیر کی کم ظرفی بجز ہمکنارے کیونکر زیادہ دے سکتی ہے۔ سرکار کی طرف سے یہ پرورش کیا کم ہے کہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہوں۔ اور دن رات دعائیں دیتا ہوں یہ مستزاد برآں کہ اللہ نے آپ سے محبت والے کو مجھے اُس کا ذریعہ بنایا ہے۔ آپ کی ہر چیز کو اپنی چیز سمجھتا ہوں اور خوش رہتا ہوں۔ آپ کو دیکھ کر سب فکریں دور ہو جاتی ہیں انشاءاللہ کبھی اتوار کو ضرور شرف ملازمت حاصل کروں گا۔ آپ کے اس مطلع نے کئی دن مجھے بے چین رکھا ؎

وہ عالم عشق تھا یا ہیجان فتنہ ساماں تھا

بیاباں جس کا ہر ذرہ تھا ذرہ میں بیاباں تھا

سبحان اللہ اس مطلع کا ایک ایک [illegible] سے آپ ہی کا حصہ ہے۔

افسوس کہ آپ [illegible] نہیں کہہ سکتا۔ کہاں تو کیا [illegible]

[illegible]

چودھری رحم علی صاحب بی اے کے نام

مکرمی تسلیم!

دونوں کارڈ ملے۔ میں شرمندہ ہوں کہ آپ مجھ سے خدمت لیں تو میں معاوضہ
چاہوں اور طلب معاوضہ پر آپ رعایت چاہیں اور میں تعمیل نہ کرسکوں۔ بہر حال میں کوشش
کرونگا کہ امکانی رعایت آپ کے کام میں ہو لیکن انکے متعلق پرچہ تیار ہونے پر عرض کردونگا
کسقدر کمی ہوسکیگی۔ امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اور کارلائقہ سے برابر یاد فرماتے
رہیں گے۔ خدا کرے میری نیازمندی آپ کی ترقی کرے کہ آپ اس پریس کو اپنا پریس اور گلچیں
کو اپنا پرچہ اور مجھے اپنا خادم سمجھیں۔

سید ریاض احمد از خیرآباد

۱۲ ستمبر ۱۹۱۰ء

نواب محمد احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نا

حضور عالی!

عتاب نامہ یا عنایت نامہ باعث عزت ہوا کئی روز ہوئے میں نے جناب کی غزا
کسیقدر ترمیم واصلاح کے بعد واپس کی میرے خیال میں ہر شعر انتخاب ہے ممکن ہے میرا خ
آپ تک روانگی خط کے بعد پہنچا ہو بہر حال بہزار دقت غزل تلاش کرکے مکرر بھیجتا ہوا
مجھ سے خدا کرے آپ کبھی خفا نہ ہوں گو مجھ سے کتنی خطائیں سرزد ہوں۔ میں بھی اس د
آپ کی خدمت میں بلاقصد روانہ ہو رہا ہوں آنے کی شرط اب آپ کے ہاتھ ہے لا

فوراً واپس کیجیے گا شرکت مشاعرہ سے معاف رکھیے گا۔ ہر قسم کا تکلف وبال جان ہوگا کام ہو جائے یہی سب کچھ ہے۔ ٹکٹ ملفوظ رکھا ہے، لفافہ تو تھا مجھے خیال ہے کہ آپ کارڈ بھیجنا ناپسند کرتے ہیں معاف کیجیے۔

ریاض خیر آباد

حضور اقدس!

کارڈ ملا۔ یہ عجب مصیبت ہے اختلاف ہوتا ہے۔ غزل مشاعرہ سے دس روز پہلے بھیجی گئی۔ اب اگر پہنچی بھی تو کیا۔ چار روز مسودہ ڈھونڈتے گذر گئے۔ خدا خدا کر کے جس خط میں لکھا ہوا مسودہ ملا۔ آپ صاف نقل کی کوشش نہیں کرتے۔ صاف کرکے بھیجتا ہوں میرے خیال میں غزل لاجواب ہے جتنے شعر ترجمہ ہو گئے ہیں۔

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

مولانا کس حال میں ہیں کچھ معلوم نہیں۔ قیوم صاحب خیر آباد آئے تھے پریشانیاں بیان کرتے تھے۔ برسات قریب۔ مکان کی جس میں خود رہتا ہوں کچھ حصہ بنوایا۔ اور زیادہ زیر بار ہوا۔ آپ کے لئے دعائیں مانگتا ہوں مگر اثر مفقود۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے مگر تعبیریں الٹی ہوئیں میرے لئے جب صابن بھیجئے تو ایک چھری بادام چھیلنے کے لئے پانچ چھ آنے کی اور ایک قلمتراش روپیہ سوا روپیہ کا۔ جی چاہتا ہے اور جب موقع ملے بھیج دیجئے گا۔ انجم تسلیمات عرض کرتا ہے۔ اسکی بہنوں کے چیچک نکلی تھی اب سب اچھے ہیں۔

ریاض

۳۔ جون ۱۹۲۳ء

والا جناب تسلیم

نوازش نامہ پہنچ کر جس قدر خوشی حاصل ہوئی عرض نہیں کر سکتا ایسی مسرت
عمر میں شاید چند بار حاصل ہوئی ہو - آپ کی ہر تحریر میرے سینہ پر غم کی ایک نئی سل
رکھ دیا کرتی تھی - آپ نے میری خطاؤں سے چشم پوشی کی اور وہی الطاف و اخلاق روا
رکھے جن کا مجھے آپ نے خوگر بنا رکھا تھا - آپ اپنے احسانوں کو اگر اپنی خطا لکھتے ہیں تو میں
معاف کرتا ہوں ورنہ میں خطا کا آپ کی نسبت گمان بھی نہیں کر سکتا جو الفاظ آپ کو لکھے
گئے آپ نے متاثر ہو کر صحیح اور ضروری جواب مجھکو دیا - اس میں اگر کوئی سخت بات میں نے
اپنے لئے سمجھا وہ یہی تھی کہ آپ نے آیندہ تعلقات منقطع کر دیئے تھے - یہ وہ سزا تھی جس نے
مجھے بے بس کر دیا تھا - آپ ہوں یا جناب منصرم صاحب یا مولانا سبحان اللہ خان صاحب
میرے تینوں صاحب محسن ہیں - میری نسبت کیسے ہی سخت الفاظ استعمال کریں - برے برتاؤ
سے پیش آئیں ان کا ہر فعل مجھے محبوب - انکی جوتیوں کی خاک بننا میرے لئے فخر - جو شکر گزاری
سے کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا ہو - وہ حرف شکایت کیا زبان پر لائے گا - آپ کے الزامی الفاظ
یا محبت سے بھرے ہوئے الفاظ دونوں میرے لئے ایک ہی درجہ رکھتے ہیں - میں خود
کو خطاوار سمجھتا ہوں اور اس کا معترف ہوں کوئی محسن جب خطا کا مجرم ٹھہرائے تو خطا کی تردید
و صفائی بھی میرے لئے گناہ عظیم ہے اب خدا کرے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں -

آپ نے اپنی نسبت جو الفاظ تحریر فرمائے - حرف حرف نے میرے دل پر نشتر کا
کام کیا - خدا کرے آپ کے دل سے بار آلام کم ہو گیا ہو - اللہ آپ کو فائز المرام کرے اور
اطمینان کلی نصیب ہو - کوئی مشغلہ اپنے لئے ضرور پیدا کیجئے دونوں مجوزہ امور یعنی چھاؤنی
میرٹھ کا ٹھیکہ یا سلسلہ جنبانی ہستی پور بہت زیادہ توجہ کے قابل تھے - مگر آپ جانتے تھے

بہرحال ابھی کثیر روپیہ اور صرف ہوگا۔ وصل آپ کام کے لئے لکھنؤ میں مقیم ہیں مجھے تو بڑی
ہے کہ کسی طرح جناب کا روپیہ بچ جائے منصور صاحب نے بھی لکھنؤ میں چلتے وقت
فرمایا تھا کہ ۱۹-۲۰-۲۱ آغا علی کے مقدمہ میں بحث ہے۔ میں پرسوں تک روانہ خیرآباد
ہو جاؤں گا۔ آج عشرۂ محرم کا دن ہے۔ ترددات میں جناب کی پچھلی غزل گم ہوگئی دوسری
غزل کو دیکھنے کا موقع نہ ملا۔ انجم آداب گذارتے ہیں۔ والسلام

ریاض احمد گورکھپور

حضور عالی تسلیم:

نوازش نامہ باعث افتخار ہوا۔ میں آپ سے بمقام لکھنؤ رخصت ہو کر جب گورکھپور
آیا تو والدۂ انجم کو سخت کرب میں پایا باعث یہ تھا کہ پانچویں محرم کو اسقاط ہوا اور وہ
ناقص رہا۔ میں نہیں عرض کر سکتا کہ یہ زمانہ کس قدر پریشانی میں گزرا اور گزر رہا ہے کئی
بار حالت نازک ہوگئی بار بار اللہ نے فضل کیا۔ علاج ہو رہا ہے۔ اب بفضلہ خطرے کی
حالت نہیں ہے ذرا اطمینان ہو تو غزلیں دیکھ کر واپس کروں۔ بچے اچھے ہیں تسلیم کہتے
ہیں۔ وصل صاحب زیادہ تر باہر رہے۔ وہ ایک روز کو آئے۔ تو میں نے یاد دہانی کی تھا
مجھے خیال ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

دعاگو ریاض

۱۰ ستمبر [illegible]

جناب قاضی زاہد حسین صاحب نیتنوی کا خط

مؤلف کے نام

الہ آباد ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء

مجکو گلے لگا کے یہ اُن کا سوال تہا
کیون جی اسی کے واسطے آنسا ملال تہا

برسات کا پیارا موسم فلک مینائی پر کالی کالی گہٹائین - ابر کے ٹکڑے پیل مست کی طرح ادہر سے اُدہر پہر رہے ہین - موسم برسات کی روح افزا ہوائین - ساقی مہوش کی مہربانیان، ہارمونیم کی سُریلی دلکش آواز، آنسوون کے سامنے کوئی مست نار - ایسے پر لطف سمان مین کسی خوش نصیب حسن پرست سے آپ کوتاہ قلمی کی شکایت کرین تو یقینی بے موقع ہے آپ کے حسن بیان کا ایک زمانہ معترف ہے سندیلے کے شاعرے مین آپ کا مطلع واقعی مطلع آفتاب ہے، اس کا جواب اب ہو نہین سکتا - کیا خوب کہا ہے ؎

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا
شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

"یہ کیا جانے سحر ہونا" اس ٹکڑے کی کس زبان سے تعریف کی جائے - ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بزم خیال جس وقت طبع ہو جائے فوراً بھیج دیجئے - میر فدا حسین صاحب آجکل یہین ہین اور سلام نیاز عرض کرتے ہین - خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہون اور سرود ہملیہ کا پورا لطف اٹھا سکتے ہون -

نیاز مند زاہد

جناب مولانا سید محمد سبحان اللہ خاں صاحب انصاری رئیس اعظم گورکھپور کا خط

جناب احسان اللہ خاں صاحب احسان بہادر گڑھوی کے نام

لکھنؤ۔ پرنس ہوٹل۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۲ء

شکوہ ساز بندہ نواز سلمک اللہ تعالیٰ۔

سلام سنت اسلام علیٰ صاحبہا الف الف الصلوٰۃ والسلام

مجھے آپ سے دو شرمندگیاں۔ آپ کو مجھ سے دو شکوے۔ اگرچہ حساب برابر اور جواب برابر کا ہے۔ مگر آخر مذکورہ بالا تجزیہ کدورت ہوں ایسا تو نہ ہونا چاہیئے۔ مجھے شرمندگی کہ آپ سے کا وعدہ نہ لے سکا۔ مجھے شرمندگی کہ رقم واجب الادا اب تک نہ حاضر کر سکا۔ آپ کو شکوہ کہ آپ کی اسکیم میرے فوائد سے لبریز تھی اس کا موقع آپکو نہ دے سکا۔ آپ کو شکوہ کہ قلیل رقم کی عدم ادائگی سے شائبہ بدمعاملگی مترشح ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ امور ایک خیر اندیش اور ایک خادم کے درمیان عداوت تک زبان زد ہونے کے لائق ہیں۔ دنیا کے ایسے تصفیے شکوے نہ شکایتیں۔ سوء ظن ہمیں رفع ہوا کرتے ہیں جب دونوں مل جل بیٹھ گئے یہ امور نام کو بھی باقی نہ رہیں گے مگر کیا میں اس وقت کچھ آپ سے نہ کہوں اور یہ کہ آپ کچھ زحمت گوارا نہ کرینگے۔ اچھا جانے دیجیے کچھ نہیں کہتا جب یہی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس مقابلہ میں ہار جاؤں گا۔ احسان اللہ خاں ایک ادنیٰ خادم ہونے ہی سہی مجھ سے اللہ پر احسان نہ ہوگا تو کیا محبت و اکرام کا خزانہ بھرا رہ جائے گا۔ میں نہیں تو دوسرا دل والا آ جائے گا۔ ذوق سخن آشنا ہوگا کہ کلمہ گو کا حق صنم پرست کے حوالے۔ میں نے تجھ کو شاید ... خدا نخواستہ [illegible] اب دعا کیا دوں۔ خدا ایمان

دنیا سے اٹھا لے۔ آمین۔ فقط خیر سگالی۔ وہی خادم نادم

محمد سبحان اللہ

خان بہادر مولوی محمد سعید صاحب انسپکٹر پولیس کے خطوط مولف کے نام

مراد آباد ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء

پیارے صفدر!

آپ کے کارڈ کے جواب میں دیر ہوئی۔ میں زیر رخصت تھا۔ اب واپسی پر کارڈ ملا۔ مبارکباد کا شکریہ قبول فرمائیے۔ کیوں؟ "تاریخ کا شکریہ قبول ہوا" تاریخ ۱۹۱۷ء اچھی ہے مجھے پسند ہے۔ بہت زیادہ پسند اس وجہ سے ہے کہ اس میں میری تعریف ہے۔ آپ کہیں گے کہ جہاں تعریف میں آپ کے نزدیک خوبیاں ہیں وہاں حماقت کا جزو بھی ہے۔ اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے۔ بہت زیادہ تاریخ یوں پسند ہے کہ پیارے صفدر نے لکھی ہے۔ ... لکھی ہے آپ چاہے کچھ سمجھیں میں خوش ہوں اور اس کو پاس رکھوں گا اور یادگار رکھوں گا۔ آپ کی چہیتی بیگم کو سلام

آپ کا نیاز مند سعید

دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء

مکرمی تسلیم!

آپ کا اخبار ایک مرتبہ آیا تھا۔ دوسری مرتبہ نظم نعتیہ مع عدل ہوئی تھی۔ یہ رسید

ہین یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے "مشتاق دید" کی ترکیب پر شک ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ "مشتاق" کے معنی خود دیکھنے والے۔ یا نظارہ کرنے والے۔ یا دیدار کی خواہش کرنے والے کے ہین پھر "دید" کے ساتھ ترکیب کیسی اُنکے خیال مین "مشتاق دید" کی ترکیب سے "دید" کا مفہوم معنوی مکرر ہوا دا ہوا یہ شک بالکل غلط ہے۔ مطلع صحیح۔ ترکیب صحیح۔ مفہوم معنوی صحیح "مشتاق" کے معنی کو "دید" کی آرزو بلکہ دیدار کے مفہوم سے کوئی خاص

تعلق نہین ہے۔

عربی کا بہت بڑا لغت اور بہت مستند لغت "لسان الغیب" ہے وہ لکھتا ہے کہ مشتاق اشتیاق کا مشتق ہے مشتاق بھی آیا ہے اور مشتئق بر وزن منفعل بھی آیا ہے۔ اشتیاق کے معنی دلی توجہ کے ہین اور مشتاق اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہین دل سے توجہ کرنے والا۔ صرف یہی ایک معنی لکھے ہین۔ صُراح مین مشتاق کے معنی آرزو مند، خواہشمند اور متمنی کے ہین "ابدا الاسالیب" مصر سے عربی کے خطوط کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اُس مین "مشتاق لروئیتکم" بہ کثرت موجود ہے۔ اسکے معنی وہی ہین جو مشتاق دید کے ہین۔ فارسی و اُردو مین بھی مشتاق کا استعمال آرزو مند ہی کے معنی مین ہے۔ جیسا عربی مین ہے۔ فارسی مین معز فطرت مشہدی کہتے ہین ؎

زندگی تنگ ہے بر جانے کہ مشتاق تن است

شاہد این مدعا از تیغ سر دزدیدن است

مشتاق تن کو دیدار سے کیا واسطہ۔ اُردو مین شیخ امان علی سحر کہتے ہین ؎

اے سحر فرمایئے جو یاد ہو

کان ہین مشتاق کچھ ارشاد ہو

کان کو دیدار سے کیا سروکار۔ مطلع اختلفظ سے صحیح ہے۔ کہیں شک کی گنجائش نہیں۔ نحوی اصول سے دو اسما کلیۃً مضاف اور مضاف الیہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اشتاق دید صحیح اور بالکل صحیح۔ اُمید ہے کہ مزاج مبارک خیریت سے ہو۔ میں تو پُرانا نیاز مند آپ کا ہوں حاضر و غائب خیریت طلب اور کبھی کبھی یاد آوری کا متمنی ہوں۔

میں بہت بیمار ہو گیا تھا بارہ تیرہ دن حالت خطرناک رہی۔ اسے کوئی بیس دن گزرے باوجود قصد کے [illegible] نے لکھنؤ جانے سے روک دیا۔ اب بفضلہ بالکل اچھا ہوں آخر دسمبر یا ابتدائے جنوری میں لکھنؤ کا ارادہ ہے۔

آپ کا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی

نواب شمشیر بہادر خاں گراجیگڈھی کے نام

رامپور ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

کرم فرمائے بندہ سلام شوق،

آپ کا خط [illegible] پہنچا۔ میں اچھا ہوں۔ بھوپال سے پہلے دو دن میں آگرے میں تھا، دہلی تک جانا تھا مگر برسات کے [illegible] نے گاڑی میں اتنا پریشان کیا کہ میں گھبرا گیا۔ سفر مختصر کر کے رامپور چلا آیا۔ رامپور میں پہنچ کے یہ معلوم ہوا کہ میں بھوپال کی [illegible] کے [illegible] مقام پر آ گیا ہوں [illegible] [illegible] پہچان [illegible] [illegible] ادب اور [illegible] کے علمی مذاق کا [illegible] علمی [illegible] تحقیق اور [illegible] [illegible] مذاق [illegible] صحبت کا

لطف ہے۔ مین ہر صورت سے آرام اور دلچسپی کے ساتھ ہون۔

مین افسوس کے ساتھ یہ عرض کرتا ہون کہ پچاس روپیہ ماہوار مین میری زندگی بسر ہو ہی نہین سکتی ہے۔ پردیس قبول کر کے پھر بھی تکلیف اور تنگدستی کی حالت مین عمر بسر کرون۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ مین نے تو صرف آپ کی محبت اور کشش سے اب گڈھ کی حاضری منظور کر لی تھی۔ ورنہ میرے اعزہ میری مفارقت اب چاہتے ہی نہین۔ مجھے نہ رام پور مین کوئی تکلیف ہو سکتی ہے نہ لکھنؤ مین۔ دونون گھر ہین۔ اور دونون گھرون مین خدا کی مہربانی سے کھانے کو کافی ہے۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ بھوپال ہی مین سرکار عالیہ کے ایک صاحبزادے نے کہلا بھیجا تھا کہ پنشن جو ریاست سے ہے اُسکے علاوہ پچاس روپیہ ماہوار مجھ سے لو۔ اور نہ جاؤ۔ مین نے عرض کرا بھیجا کہ سو سے ایک پائی کی کمی پر بھی نہین رہ سکتا۔ ترقی کی اُمید کا یہ حال کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" آخر آج مین پچاس مین کس طرح گزر کر سکون گا۔ مین آپکی خدمت اور اپنے دوستون کی خدمتون مین تو اپنے کو مثل ایک ناچیز کے ضرور پیش کر سکتا ہون مگر مین اپنے تئین اتنا ناقابل سمجھتا ہون نہ ایسا گم نام کہ گر کے اور ذلیل ہو کے ایک ریاست کو جاؤن اور وہان اپنی موجودہ حالت اور عزت کو بھی ملک کی نگاہون سے گرا کے عُمر بسر کرون۔

آپ خیال فرمایئے کہ جو ریاست ترقی فرما کے سو کر سکتی ہے کیا وہ آج سو نہین دیسکتی آج پچاس دے کے پھر سو کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ دنون تک بچتا رہے مگر یہ کونسی ایسی بڑی رقم ہے جس سے خزانہ معمور ہو جائے گا تو اب مین کیا سمجھون؟

اُمید ہے کہ آپ میری اس تحریر پر مجھے معاف فرمائین گے۔ مین نے سچا خیال عرض

کر دیا۔ اگر میں اپنی تحقیر اور تکلیف نہ سمجھتا تو آپ کی محبت اور یکجائی کا خیال کر کے ضرور قبول کر لیتا۔ ترقی معکوس جس کے معنی اپنے کو گھٹانا میں مشکل ہے۔ قصے کی داد کا شکریہ۔ دل سے میں آپ کا احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ کامیابی خدا کے اختیار میں ہے۔ مگر آپ کا احسان مجھ پر ہو چکا۔

آپ کا سچا خیر خواہ

احمد علی شوق قدوائی۔

حضرت محشر لکھنوی کے نام

رام پور ۲۰ اگست ۱۹۱۶ء

حضرت کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق۔

وہ بھی [illegible] باتیں کیا ہیں؟ میرے تو ذرا بھی [illegible] نہیں [illegible] صاف صاف ظاہر کر دیا۔ یہ بھی لکھ دیا کہ جس کا جی چاہے مجھے بد مذاق سمجھے میں شاکی نہ ہوں گا [illegible] خورشید محشر پر [illegible] میرے مذاق سے [illegible] تو آپ میں کسی پر جبر تو کرنا نہیں کہ وہ بھی خورشید محشر کو میری ہی نظروں سے دیکھے۔ جو جیسے پرکھے پرکھے۔ مجھے کیا۔ میں نے آزادی سے [illegible] نگاہ [illegible] میں نے آخر میں لکھ دیا کہ محشر صاحب سے بعض نظمیں ضرور [illegible] ہیں۔ اگر اتنا نہ لکھتا تو کوئی ذی فہم دیکھتا تو یہ کہتا شوق نے سمجھا [illegible] تاہم دو تین سے زیادہ نہ ہوں [illegible] لکھتے [illegible] ہزاروں میں وہی ایک واقعہ سمجھتے ہیں [illegible]

بکتے مجھے بدنام کرنا منظور نہ تھا۔ صرف اپنا تحفظ بند بند سے کر لینا تھا۔ الفاظ یا محاورے کی بھول چوک پر مین نگاہ بھی نہین ڈالتا۔ یہ چھوٹا اور پست خیال ہے جسے عیب بینی اور کم بینی کہنا چاہیے۔ ایسی خفیف چوکین سب سے ہوتی ہین اور سب اساتذہ سے ہوئی ہین۔ البتہ فن اور علم کی غلطی ضرور مجھے ناگوار ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ طبع ثانی کے وقت درستی ہو جائے گی۔ اضطراب کی ضرورت نہین۔ مین نے دیوان معشوق کے بعد نگین دیوان یہی دیکھا جس کا نام خورشید محشر ہے۔ مین اپنے رنگ پر پا کے سچ لکھنے کے سوا کوئی بد نفسی نہین کر سکتا تھا۔ مین نے تو آزادانہ تحریر سے اپنے استاد حضرت امیر مرحوم کے زمانے کی سخن سرائی پر بھی حرف رکھ دیا۔ حال آنکہ مین انھین کا خاک پا ہون۔ مین نے خورشید محشر سے پہلے آپ کا کلام بہت ہی کم دیکھا تھا۔ مین نے سچ یہ لکھا ہے۔ مجھے گلدستون اور رسالون وغیرہ کے دیکھنے کی فرصت کہان۔ آخر خواہ مخواہ مین برائی کیون کرتا۔ مین تو دشمن کے ساتھ بھی برائی کرنے کو اخلاقی جرم سمجھتا ہون۔

بعض باتین پھر کبھی فرصت کے وقت لکھونگا۔ آیندہ اُن سے ضرور بچنا چاہیے جن باتون پر مین نے ریویو مین نقرہ لکھا ہے وہ بھی لکھدونگا۔

احمد علی شوق

قدوائی

رام پور۔ ۳۰ جنوری سنہ ۲۴ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب سلام شوق:

پوسٹ کارڈ آپ کا پہنچا۔ صحت کی خبر مجھے ملی۔ اطمینان ہوا۔ مجھے غزل کہنے کی فرصت کہان۔ مین ان دنون کچھ نہ کہتا ہون نہ کہہ سکتا ہون۔ بعض نظمون کی ترتیب جدید مین مصروف

رام پور ۲۸ جون ۱۹۲۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب!

سلام شوق۔ جاڑا گزرا۔ گرمی ختم ہو گئی۔ برسات آ گئی مگر باوجود ہزاروں وعدوں کے
محشر صاحب نہ آئے ؎

ہزار عذر بہ یک خلف وعدہ دارد آہ
چہ خاک پا بہ سر انتظار می ریزد

جب وعدے برابر غلط کرتے ہیں تو بیماری کی اطلاع کو میں کیوں صحیح سمجھ لوں۔ یہ بھی ایک فیشن ہو اور ضرورت بھی ہے کہ بیمار سمجھ کے لوگ ترس کھائیں۔ اور سفر کے واسطے نہ کہیں۔ آپ مطمئن رہیے۔ اگر بیمار نہ بنتے۔ یا بیماری سے کمزور نہ بنتے تب بھی آجکل کے گرم موسم میں کوئی آپ کو سفر کا راستہ نہ بتاتا۔

پروفیسر احمد حسین شاہ آں حضرت اپنے وطن بلگرام میں ہیں۔ مدرسہ رام پور میں بعد امتحان طویل تعطیل تھی۔ امید ہے کہ جولائی کے ابتدائی ہفتہ میں رام پور کو آئیں گے۔ یہاں آنے سے پیشتر وہ لکھنؤ کو ضرور جائیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ کو بھی کہیں مل جائیں۔

میں لکھنؤ کی سلسلہ جنبانی سے تو واقف ہوں۔ مگر طے ہو جانے کی خبر ابھی مجھے نہیں ہے اگر شاہ آں صاحب یہاں ہوتے تو حال معلوم ہوتا۔ اُن صاحب "العالم متغیر" کا مسئلہ میں سمجھے ہوئے ہوں۔ اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ لکھنؤ میں تغیر کی صورت ہے۔ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ شاید آپ اُن لوگوں میں نہ ہوں۔ اور ہوں تو کیا عجب ہے۔

احمد علی شوق
قدوائی

کہ ترکیب فارسی ہے۔

(قصیدۂ ذوق دہلوی)

[illegible] تفسیر — کبھی میں قاری قرآں ہوں بعلم قرارۃ

[illegible] بریلوی شاگرد جناب اسیر مرحوم لکھنوی

[illegible] تورِیت — مثلِ قاری کبھی کشاف نکات قرارت

[illegible] ہیں کہتے ہیں ؎

دو [illegible] خوش لہجہ گلزار امامت کا

کہ رنگ آتا ہے نغمے میں مرے قرآں کی قرارت کا

ان [illegible] سے ظاہر ہے کہ قرارۃ بروزن فعولن بھی ہے لہٰذا صاحب غیاث کا بروزن حکمت [illegible] معلوم ہوتا۔ گر فرصت ہو تو جواب کی رسید سے مطلع فرمائیے گا اور یہ بھی لکھئے گا کہ اس لفظ کی تحقیق کی کیا ضرورت آپڑی۔ ایام بکام والسلام

ہیچمدان

شادان بلگرامی

منظوم خطوط

بابو کنج بہاری لعل صاحب شفق بجنوری کا خط جناب مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی جانشین حضرت جاوید لکھنوی کے نام

(مورخہ ۱ مئی سنہ ۱۹۲۱ء)

کہا یہ مجھ سے مرے اک شفیق نے آکر — کہ آیا ہے مرے پاس آج خادمِ اک اخبار

یہ کہہ کے ایک نمونہ بھی پھر انھوں نے دیا — کمالِ شوق سے میں نے اُسے پڑھا اک بار

پڑھا جو میں نے تو مجھکو عجیب لطف آیا — وہ نظم و نثر تھی لعل و گہر ہوں جیسے شمار

ہوا جو اُسکی عبارت سے ذوقِ شوق فزوں — کہا یہ دل نے کہ تو بھی بن اس کا نامہ نگار

مگر یہ فکر ہوئی کس طرح کروں تحریک — کہ میرا شوق اڈیٹر پہ اُسکے ہو اظہار

بڑھی جو فکر تو دل نے مجھے صلاح یہ دی — کہ پہلے خط کے ذریعہ سے کر لے استفسار

لہذا عرض یہ ہے خدمتِ مبارک میں — کہ درج کیجئے خادم میں یہ مرے اشعار

اور اسکے بعد بھی بھیجونگا میں کلام اپنا — رہا کریگا یہی شغل اب سے لیل و نہار

الٰہی آپکا اخبار اتنا ہو مقبول — پچاس لاکھ اشاعت ہو اسکی ہفتہ وار

یہ آرزو ہے شفق مجھکو آپ تمنا کی

کہ مانگتا ہوں ملاقات کی دعا ہر بار

جواب تمنا

جناب کی میں عنایت کا دل سے ہوں ممنون — کہ مجھ سے ہیچمداں کو دیا یہ عز و وقار

خیال ہے کہ اس مرقع بر میں شائد اس سے زیادہ اعانت و دستگیری کا مستحق ہوں گا۔
لیکن ان امور میں مولانا کو اختیار ہے ۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر اڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز گولہ گنج بیگ سرائے لکھنؤ

۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۲ھ

مکرمی تسلیم۔

آم پہنچے۔ خدا آپ کا اور مولانا ظفر علی خان کا منہ ہمیشہ ایسا ہی میٹھا رکھے جیسا کہ میرا منہ
میٹھا کیا ہے۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

جیسا کہ میں نے وعدہ کیا ہے اب اس کو ایک ماہ بعد شروع کرونگا۔ آجکل دلگداز کے
نمبر پورے نکالنے میں مصروف ہوں۔ صدیق کے سپرد کر دیا تھا بلکہ انھیں کو مالک کر دیا تھا۔
وہ چلے گئے اور اب پھر اس کا بار مجھے اٹھانا پڑا۔ چار پرچے تیار کرا چکا ہوں۔ دو اور تیار
ہو جائیں تو آپ کا کام کروں۔

جناب مولانا کے پریشان حال سنکر سخت تردد ہوا۔ خدا اُن کو زندہ سلامت رکھے
ملک و ملت دونوں کی بہت سی امیدیں انکی ذات سے وابستہ ہیں۔

میرا یہ کام بھی مولانا ممدوح کی خدمت میں عرض کر کے پورا کرا دیجیے تو بڑی
عنایت ہو۔ مولانا نے دو سو روپیہ سالانہ "مورخ" کے مقرر فرما دیے تھے جو معلوم نہیں کیونکر
صدیق کو دیے گئے۔ مورخ بند ہو گیا اور نہ اُس کے نکلنے کی اب اُمید ہے۔ لہذا میری طرف سے

لکھنؤ ۲۲ - ربیع الاول سنہ ۱۳۴۱ھ

کرمی و محترمی تسلیم -

گرامی نامہ آیا مین آپ کا اور مولانے محترم کا نہایت ہی شکر گزار و رہین منت ہون کہ تقریب عقد بندہ زادی مین زحمت فرماتے اور قدم رنجہ فرماتے -

آپ سے مین نادم ہون اور بہت نادم لیکن آپ میرے ساتھ پندرہ بیس روز رہتے تو معلوم ہوتا کہ مین کسقدر ہجوم افکار مختلف ذمہ داریون کے ادا کرنے اور صدہا فرایض و احکام احباب سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ہر گھڑی اپنی جان چھڑا رہا ہون - ایک فکر ختم نہین ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے -

اب اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد مین انشاء اللہ آپ کا ہون گا - بشرطیکہ آپ دو چار بار خود آنے کی زحمت کرین اور ایک بار تین چار روز میرے گھر رہین بغیر اس کے میری شرمندگی دور نہو سکیگی -

آپنے اناس کھلائے اور مولانا کی عنایت سے بڑی بڑی نعمتین پائین مگر مجھے لکھنے اور مصروفیتون مین جتنا مزہ حقہ سے ملتا ہے کسی چیز سے نہین ملتا یہی تمباکو مجھے لٹریری کام لیا کرتی ہے - لہذا کبھی کبھی چار پانچ سیر پینے کا تمباکو وہان کا بہترین مرحمت ہوا کرے تو اس سے زیادہ اچھی نعمت و مرحمت میرے لئے کوئی نہین ہو سکتی -

خاکسار

محمد عبد الحلیم شرر

جناب سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری کے خطوط مؤلف کے نام

۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء مچھلی شہر جونپور۔

شکریہ کیوں نہ ادا دل سے کروں میں صفدر

بعد مدت جو شہیر آج تمھیں یاد آیا

پیارے صفدر!

کارڈ کے پہنچنے پر بجائے اسکے کہ خوشی ہوتی، مجھے روحی صدمہ اور دلی رنج اسوجہ سے ہوا کہ آپ نے اپنی بے دست و پائی کا حال لکھ کر میرا دل دکھایا۔ جب یہ کیا ہوا بتہ تفصیل سے لکھئے کہ یہ کیا مضمون ہے۔ خدا آپکو صحت دے اور اگر یہ عارضہ اگر علاج پذیر ہو تو صحت بخشے۔ اس عرصہ مدت میں مجھ پر بہت اثر حوادث ہوا۔ مرگ اعزا کے علاوہ خود میری ذاتی صحت نہایت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ علاوہ اور مصائب جو پہلے گزرے میں سخت بیماری میں مبتلا ہو کر قریب الموت ہوتے ہوتے بچ گیا۔ دل و دماغ بیکار ہیں۔ ستر برس کی عمر ہوئی انحطاط قویٰ نے زندہ درگور بنا رکھا ہے ضعف پیرانہ سالی بڑھتا جا رہا ہے۔ پہلے بنچ میں آنریری مجسٹریٹی کا کام کرتا تھا۔ اب تین برس سے اسپشل مجسٹریٹ درجہ دوم ہونے سے تنہا اجلاس میں کام بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ دیہاتیوں کے چالانی مقدمات کثرت سے آتے ہیں۔ دماغ میں [illegible] کام کرنے کی سکت نہیں ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

شعر و شاعری سے دل ہٹ گیا [illegible] [illegible] [illegible] طبیعت کو [illegible] کر دیا ہے۔ اصول فن سے آگاہی نہیں۔ [illegible] [illegible] کا دعویٰ [illegible] [illegible]

صرف شوکت و جبروت الفاظ سے کام رہ گیا ہے، انوکھی ترکیبین بے معنی اضافت و
عطف سے واسطہ ہے۔ مجھے ادھر تو فرصت ذرا بھی نہین ہے۔ دل و دماغ قابو مین نہین
ضعف کبرسنی تو تھا ہی، آئے دن کی بیماری نے اور بھی مجبور و معذور کر رکھا ہے لیکن
مین آپ کی تعمیل خاص کے لئے کوشش کرون گا۔ ۲۰ جنوری تک تو ادر مشاغل سے
نجات نہ ہوگی۔ اوایل فروری مین انشاء اللہ کچھ لکھ سکون گا۔ غزل گوئی تو عرصہ سے
کم ہو گئی ہے۔ ہر سال یکم رجب کو صحبت مقاصدہ کے لئے ایک قصیدہ بہ تقریب لود
ولادت حضرت امام ابوجعفر محمد باقر کہنا پڑتا ہے۔ آٹھ دن صرف باقی ہین اُس مین
فکر لازمی ہے بعدہٗ دوسری فکر ہو سکتی ہے۔ اپنا حال مفصل تحریر فرمائیے۔

آپ کا دعاگو نیازمند

حقیر شہیر

۴۔ فروری ۱۹۲۵ء۔ دلگیر شہیر مچھلی شہر

جونپور

مہر پرور کرم گستر حضرت صفدر احفظہ رب الاکبر۔

عنایت نامہ مورخہ ۲ جنوری کا جواب آج بعد واپسی از سفر لکھتا ہون۔ آج
پورا خط لفظ بلفظ پڑھا۔ آپ کے انگوٹھے پر عمل جراحی کیا گیا۔ انگوٹھا اور دا ہنا انگوٹھا
قطع کیا گیا۔ افسوس کیا نہ اتنے روحی صدمہ ہوا۔ جسکے لکھنے سے قلم قاصر ہے جس کے
نہ رہنے سے حرف آدھے کٹے رہ جاتے ہین جس کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ
ہنسے گا نہین۔ بھائی تم ہنسنے کو کہتے ہو مجھے رنج سے بجائے رونا آتا ہے۔ افسوس صد افسوس
آپ پر یہ شدائد گزرے کہ ہاتھ پاؤن دونون اصلی حالت پر نہ رہے۔ پھر بھی لایق صد آفرین

نہین کرتا اگر کسیدن بشرط فرصت کچھ فکر آپ کی مرسلہ طرح مین کرونگا اور ۲۴ فروری ماہ حال تک کسی روز پانچ سات شعر کی غزل بھیجدونگا - یہ تو آپ جانتے ہین کہ مین پابند قیود بہ حضرت اُستادی اعلی اللہ مقامہ ہون اور بوڑھا قدیم مذاق رکھتا ہون - جو رنگ اب کی شاعری کا ہے اس سے کورا ہون - پُرانی تخیل جواب مسترد و مردود ہے - وہی میرے لئے مایۂ ناز ہے

دلگیر شہیر

۸ - فروری ۱۹۲۵ء

مولوی سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کا خط حضرت محشر لکھنوی کے نام

عظیم آباد پٹنہ - ۲۷ - فروری ۱۹۲۴ء

معدن لطف عمیم مخلص نواز قدیم دام عنایاتکم

تسلیم بصد اشتیاق و نیاز - مین الحمد للہ اتفاق قضا و قدر سے اب تک زندہ ہون اور آپکا ... پیری و امراض نے بدتر از مردہ کر رکھا ہے چند عرصہ سے احباب کا اصرار ہے کہ تو اپنے دیوان کو چھپوا دے - ہر چند زمانے پر اور خود اپنے ناچیز کلام پر نظر کرکے مین ٹالے جاتا تھا مگر اب چارہ نہین ہے - دوسری ایک ضخیم کتاب نئے انداز کی ۲۵ جز سے زیادہ جمع کی جس کو مین حاصل عمر جانتا ہون دو حصے اس کے ہین پہلے حصے مین زبان اُردو و ... کے متعلقات جو ابھی تک اچھوتے ہین فصاحت و بلاغت کی بحث کے ساتھ جہان جہان عربی علوم فصاحت و بلاغت و معنی بیان و صنائع مین اردو سے مخالفت ہوئی ہے - اس کا صراحت سے بیان غرض یہ حصہ بیحد دلچسپ ہے - دوسرے حصے مین ایک طویل مقدمہ ضروری کے بعد چھ مرثیہ گویان مشہور یعنی دلگیر و ضمیر و فصیح و خلیق و دبیر

مولینا مولوی محمد احمد صاحب صابر مینائی خلف اکبر حضرت امیر مینائی استاد اعلیحضرت والی رامپور خلد اللہ ملکہ کے خطوط مؤلف کے نام

کرم محترم!

سلام مسنون قبول فرمائیے۔

آپ نے مجھے جتنا اجنبیانہ خط لکھا ہے اُس کی مجھے شکایت ہے۔ مین اس سے زیادہ خصوصیت کا آپ سے متر صد ہون جتنی اس کارڈ مین ہے سنہ ۱۸۹۸ء مین جو آگ لگی تھی اُس نے کتاب یادداشت تو کوئی چھوڑی نہین۔ کہان سے لاؤن وہ جواہر جو اُن کاغذون پر بکھرے ہوئے تھے۔

ہان میرے سینہ مین کچھ ذخیرہ ہے مگر اس زمانہ مین بیحد عدیم الفرصت ہون اگر تکلیف نہ ہو تو ستمبر کے آٹھ سات دن گزرنے پر چار دن کے لئے میرے پاس تشریف لائیے مین آپ سے ملنے کا بھی مشتاق ہون۔ اور خدا جانے کیا کیا کہونگا کیا کیا سنونگا۔

خاکسار

محمد احمد مینائی۔ رام پور ۱۷ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

شفیق کرم گستر۔ سلام و دعا۔

ایک نوازش نامہ پہنچا۔ غزل اُس مین ملفوف ہے۔ مین نے غزل دیکھی۔ اچھے اچھے شعر ہین۔ بارک اللہ۔

... لکھنو تشریف لیجاتے تھے - اور حضرت استاد کی خدمت کرتے تھے - اصلاح خطوط کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی تھی - مین نے بھی چند غزلین حضرت تبحر مغفور کی خدمت مین بھیجی ہین - میرے حال پر بھی نظر عاطفت تھی - بہر حال مین نے بہر دو حضرات عالی صفات کی خدمت مین استفادہ حاصل کیا - اگر قطعہ پسند آئے تو ایک کارڈ خوشنودی مزاج کا بھیجدیجیے گا -

رقیمہ نیاز

طاہر - ۱۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

قدر افزائے بندہ جناب کمالات انتساب منشی سید مقبول حسین صاحب وصل قادری

رزاقی دام الطافکم - تسلیم!

عنایت نامہ تحائف نادرہ یعنی دربار قیصری کے ساتھ پہونچا - رہین منت فرمایا - کیا کہنا ہے بہت ہی خوب کہا ہے - آپ کے خط کا جواب توقف سے لکھ رہا ہون - معاملات خانہ داری کی وجہ سے فرصت نہ تھی - مین کل فتحگڈھ سے ہردوئی مین آیا ہون - برخوردار مظہر علی سلمہ بہت دنون سے بیمار ہین انہین دیکھنے آیا ہون - اور انشاء اللہ تعالی دو ہی چار روز مین فتحگڈھ لوٹ جاؤن گا - تاریخ دیوان کے لئے مظہر علی سے کہدیا ہے - اور ان کے بھائی نظر علی کو بھی مین نے خط بھیجدیا ہے کہ تاریخ بھیجین - شاید ہی توجہ کرین - کیونکہ ان لوگون کو شوق نہین ہے اور سرکاری کام سے فرصت بھی نہین ملتی ہے - مولوی رستم علی خان صاحب ادیب فرخ آبادی سے ذکر کر دیا ہے - اور یہان سے جا کر پھر یاد دہانی کرون گا غالبا موثر ہے -

مین نے اپنا کلام آج تک بطور خود نہین چھپوایا لوگون نے بطور خیرات چھاپ دیا ہے وہی فروخت کرکے اپنی لاگت وصول کرتے ہین - بیشتر دو دواسوخت فتحگڈھ مین چھپے تھے اور حال مین ایک گلدستہ موسومہ مرقع سخن شیخ محمد حسین صاحب سوداگر خیمہ جات فتحگڈھ نے

اپنے مطبع واقع فتحگڈھ میں چھپوایا ہے۔ شاید قیمت واسوخت کی ۲/ اور مرقع سخن کی قیمت مع محصول ۴/ روپئے ہیں اور ایک دیوان پہلا عزیز الرحمن ایک مطبع فتحپور ۔۔ شاگرد بھی ہیں کانپور میں چھاپا ہے۔ فی جلد ۱۲ ارکو دیتے ہیں سنا ہے کہ جلدیں دیوان کی کم رہ گئی ہیں اب قیمت انھوں نے زیادہ کر دی ہے۔ واللہ اعلم اگر آپ کو منگوانا ہو تو آپ ان دونوں صاحبوں کے نام خط بھیجکر منگوا لیجیے۔

باقی کلام میرا یعنی دوسرا دیوان عاشقانہ اور ایک دیوان نعتیہ تمام ابھی تک طبع نہیں ہوئے ہیں دیکھیے چھپتے بھی ہیں یا نہیں گو یہ دونوں دیوان بعض مطابع نے مانگے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ انہیں بطور خود حسب دلخواہ چھپواؤں مگر آجکل کی بیروزگاری سے [illegible] پھیکا پڑ گیا ہے ؎

جب اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں ظاہر
تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیان کے لئے

اپنے استاد حضرت فیض کی [illegible] میں میر سید [illegible]۔

خیر اندیش

طاہر ۔ [illegible] نومبر

جناب محمد علیم خان صاحب علیم الہ آبادی سکریٹری میونسپل بورڈ تلہر ضلع شاہجہانپور

(کا)

منظوم خط حضرت عطا بدایونی کے نام

نامۂ شوق چلا ہے مرا تاثیر کے ساتھ — لطف تقریر مگر شرط ہے تحریر کے ساتھ

کوئی پیمان تھا آوارۂ وطن کا لیکن — آپ کی یاد رہی کاتب تحریر کے ساتھ

اہل ظاہر مری خدمت سے شگفتہ نہ ہوئے — کیا کرے باد صبا غنچۂ تصویر کے ساتھ

کوئی تو صید فگن تھا کوئی صیاد فگن — میری تقدیر نشانہ رہی نخچیر کے ساتھ

جب نہ تھا ذوق تو خلاف امید — حسن تدبیر بھی تھا خوبی تقدیر کے ساتھ

اب وہی میں ہوں وہی حلقۂ احباب کرم
دور دورہ ہے مگر گردش تقدیر کے ساتھ

نوٹ

ان چند اشعار میں جو واقعات پنہاں ہیں انہیں کچھ وہی حضرات سمجھ کر داد دے سکتے ہیں جنسے اور جنکے حسن اخلاق سے لائق مصنف کو شکوہ ہے بہر حال دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔

(مؤلف)

مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے خطوط

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے نام

لکھنؤ نخاس جدید

سرحلقۂ ارباب کمال زاد اللہ فی دائکم

التسلیم بالتحیۃ والتکریم۔

آج جناب محوی کا عنایت نامہ ملا جس مین آپ کے دست مبارک کی بھی چند
سطرین لکھی ہوئی تھین۔ اِس یاد آوری اور حوصلہ افزائی کا منت پذیر ہون۔ مین ایک
عرصہ سے آپکا غائبانہ مداح اور آپ کے اس فلسفیانہ طرز سخن پر فریفتہ ہون۔ مجموعی
حیثیت سے آپکی شاعری جس قدر پُر زور ہے دوسرے کی نہین۔ آپکی نظمین رسائل
مین نہایت شوق سے دیکھتا ہون۔ لسان الملک کا خطاب بقول اڈیٹر شرق آپکے
واسطے سزاوار ہے اور آپ اُسکے اہل ہین۔ مین آپکی توجہ خاص اور عنایت پر اگر فخر و مباہات
کرون تو بیجا نہین۔ کیونکہ مین اپنے نزدیک آپکو اُن مستند اہل کمال مین جانتا ہون
کہ جنکی تعریف ہر شخص کے لئے ایک سند ذاتی کمال ہو۔ شکر ہے کہ مجھ ایسے ہیچ مایہ اور
بے بضاعت شخص کے لئے۔ مین نے اس سے پیشتر بھی جناب محوی کی خدمت مین آپکا
شکریہ ادا کیا تھا۔ اور اب بھی ادا کرتا ہون کہ آپ نے لفظ تمغا پر متنبہ کیا۔ آئندہ بھی
امید ہے کہ آپ میری نظم و نثر مین اگر کوئی لغزش دیکھین تو ضرور کہین۔ مین اسے ہر گز
عیب نہین سمجھتا۔ اگر نفس الامر مین وہ غلطی ہے تو شکر قبول کرلون یا اگر غلط ہو تو اس کا
جواب دون۔ اور حضرات کا مین ذمہ دار نہین۔ سہو الفکر و غلط نظر تو انسان کی فطرت

آجکل میری رائے قابل اعتبار نہین - آپ خود ملاحظہ کر لیجئے گا - میرے نزدیک تغیر کی کچھ
ضرورت نہ تھی - آپ بہت سمجھ کے کہتے ہین -

عزیز

لکھنؤ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیب قلبی و طبیب نفسی!

نامۂ گرامی پہونچا تحریر جواب مین تاخیر اسلئے ہوئی کہ مین عشرۂ محرم مین کوئی کام
نہین کرتا - کربلا کے غریب الدیار مظلومون کی مصیبت ایسی موثر ہے جسکی یاد کسی دوسرے
کام کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی عشرۂ محرم ختم ہوا اور سب سے پہلے مین آپ کے خط کا جواب
لکھنے بیٹھا ہون -

محبت وہ طلسم ہے جو دوست کے معائب پر بھی محاسن کا پردہ ڈالتی ہے - آپ کو
اسی سبب سے میرے نظم عبارت بھی لطف دیتی ہے - یہ میری خوش نصیبی ہے - اور کیا کہون لکھنؤ
آجکل تمام امراض سے پاک صاف ہے - سوائے مرض الموت کے جس سے دنیا مین مفر نہین
جنگ مشورہ کی رفتار بہت سست ہے - اب تک کوئی رسالہ نہین نکلا - اور نہ انکا کوئی خط آیا -

عزیز

جناب احمد علی خانصاحب عاصی (ا ع) شوخ بیچین کسمنڈوی کے خطوط

عالیجناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

یں وہ نہیں ہوں تو اُس بت سے دل مرا پھر جائے
پھر دل جو اُس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

قاضی صاحب۔ اے ذرا سننا تو یہ کون فقیر ہے کیا اچھی آپ کو دعا دے رہا ہے ؎

رہے شاداب نخل جاہ و دولت
پھلو پھولو فقیروں کی دعا سے
(آمین)

آہا۔ یہ فقیر کاہے کو ہمارا عاصی ہے۔ خیر جی تو نہیں چاہتا مگر اندر بلا لو۔ دعا دیتا ہوا ڈرتے ڈرتے اندر حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی۔

قاضی صاحب۔ میں تجھ سے خفا ہوں۔

عاصی۔ واقعی میں قصوروار ہوں۔

قاضی صاحب۔ یہ تو نے کیا سمجھ کر لکھا۔

عاصی۔ خطا ہوئی۔ بُرا کیا۔ اور کہو تو سچ کہہ دوں مجھے تمھارا پیارا غصہ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہو کہ میں نے تمھارے چھیڑنے ہی کے لئے لکھدیا ہو۔ اچھا اب میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں حضرت امام مہدی آخرالزمان کے پیدا ہونے سے کہیں توبہ کے دروازے تو نہیں بند ہو گئے ہیں۔

قاضی صاحب۔ توبہ کرو۔ دروازے کیوں بند ہونے لگے تھے۔

تو لے لو میں توبہ کرتا ہوں۔ جھٹ من جاؤ۔ ذرا میری بیری محبت تو دیکھو کہ میں خود
منانے آیا ورنہ بخدا میں بڑا بیمروت ہوں۔ خواہ مخواہ لوگوں سے لڑ بیٹھتا ہوں۔ جھوٹ
موٹ کی بات نکال کر الگ ہو بیٹھتا ہوں۔ واللہ قاضی صاحب مجھے سخت تعجب ہے......

حافظ مجازی و حقیقی تم سے خوش ہو۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ بزرگان دین اور فقرائے
باخبر سے مجھے آج تک پہنچا سب سوائے نیک خیر کے اور جو کچھ قدرت چھپا لوں اُسکے عوض
دوزخ خدا سے پاؤں اور یہ میرے ہاتھ یقین تیرے واسطے کیا ہوں۔ دیکھو پھر خفا
ہو جاؤگے میں کچھ کہتا ہوں۔

کیوں صاحب بتوں کا غصہ حاکم کی خفگی تو ہمارے لیے اور ہے۔ تعجب محو فنا فی تم
مست و مدہوش نے ایک رقعہ دیکھ کر مزاج زلف یار کی طرح برہم ہو جائے۔ قسم باللہ اور اپنے
پیرو مرشد کی قسم میں تمھیں نہایت نیک اور اچھا جانتا ہوں اور صاف کہ دیتا ہوں
یہ تو فقط چھیڑ تھی ۔

ستم اُسپہ کرتا ہے حد سے زیادہ — جسے باوفا جانتا ہے

اللہ تم کو خوش رکھے اور جو طلب کرو دے۔ اور دل کو یہ شعر اپنے استاد کا پڑھ کر سمجھا لو

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

راقم

آپ کا عاصی خاطی

۔۔ جنوری [illegible]

اچھے قاضی صاحب!

خدا آپ کو عمر خضر، مرتبہ سکندر نصیب کرے۔ اے لیجیے روزمرہ دیکھیے آپ کی سچی عنایتین بڑے قاضی صاحب کی مہربانیون کو بھلائے دیتی ہین۔ ناہہائی لوگ قرآن کے تیس پارے یاد رکھتے ہین۔ مین آپ کے اُن کے الطاف کو کیون بھولنے لگا تھا۔ مین کس وقت آؤن۔ جواب مین مین نے دہلی کے متعلق کچھ حالات لکھے ہین آپ کسی وقت دیکھ کر یہ اخبار واپس فرما دیجیے گا۔

آپکا دعاگو بندہ عاصی

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء

جناب مولوی قاضی محمود خلیل صاحب!

خدا تم کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے ضعف نے مجھے نہایت کمزور کردیا اب حسینون کی نزاکت بھی میری نقاہت پر صدقے ہوتی ہے۔ گو دوا وغیرہ مین خرچ بہت ہوا مگر آپ کی عنایت سے بچگیا لیکن ضعف سیدھا ہونے نہین دیتا۔ طاقت کی چیز سے ہاتھ خالی ہے۔ آپکی مہربانی کی امید پر جیتا ہون۔ شاید آپ گلاب کو بھول گئے۔ ایک نئے شوقین میری جان کو آگئے ہین کہ مجھے اینچ کی جلد دیدیجیے۔ مین نے اُنکو ٹالنے کے لئے کہدیا ہے کہ وہ جلد قاضی صاحب کے یہان ہے۔ اگر رقعہ لیکر کوئی آئے تو آپ بھی ٹالدیجیو مین ان صاحب سے اچھی طرح واقف نہین ہون، جو مضمون آپنے سالگرہ مین پڑھا تھا اگر وہ چھپ جائے تو کیا کہنا مین ایک عالیشان تاریخ اور نئے ڈھنگ کا ناول لکھکر آپکی نذر کرنا چاہتا ہون میرا جی بہت بُرا ہے۔

آپ کا قدیم دعاگو بندہ - عاصی

حضورِ عالم۔ آداب۔

کیا مین اپنے شبہ کو یقین کے ساتھ بدل دون۔ اس لئے آپ کو جو میرے ساتھ سچی محبت ہے آپ مین اُس مین ضرور کمی دیکھتا ہون۔ جو محتاج دلایل نہین۔

۱۔ مجھے آپ پہلے سے زیادہ مطیع۔ بہی خواہ اور خیر طلب سمجھین۔

۲۔ اس کتاب کے چھپنے مین خواہ آپ مدد دین یا نہ دین مگر مین اپنی دلی محبت کے سبب سے آپ ہی کو اِس قومی اور اسلامی تصنیف کا اصلی محرک ثابت کرنا چاہتا ہون اگر حکم ہو تو ایک نقل اس کتاب کی شاہی منشی صاحب کو بھیجدی جائے۔

آپ کا وفادار۔

عاصی

۲۔ جولائی ۱۸۹۵ء
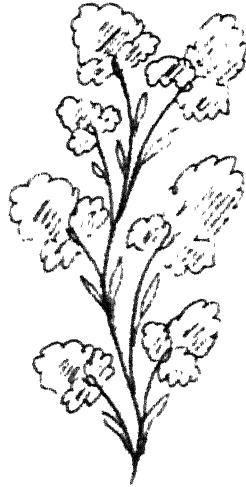
جناب خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی کے خطوط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

مکرمی دام مجدکم۔ تسلیم۔

دور دورہ ہوئے کہ کارڈ اعزاز بخش ہوا۔ قیصر نامہ کیلئے الٹا یا لکھنا بھول گیا تھا۔ آپکے کارڈ نے یاد دلا دیا۔ ایک نسخہ میں نے ایک دوست کو دیدیا تھا۔ اُن سے میں لیکے آپ کو بھیجتا ہوں۔ آپ جو منگاوٗں گا اُس میں سے اُنھیں دیدوں گا۔ اغلاط کے باب میں جو تحریر کیا ہے سو آپنے کوئی کلمہ بادی النظر میں نہیں چھوڑا ہے۔ بادی النظر کیا چشم غور سے بھی کوئی کلمہ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر کسیوقت کوئی لفظ خیال میں آئے گا تو لکھ بھیجوں گا۔ لیکن بظاہر کوئی نظر نہیں آیا۔ "علالت"، مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں میں نے دیکھا کہ یہ غلط ہے لیکن یہ یاد نہیں کہاں دیکھا ہے۔ لغات سے اس کی تحقیق کر لیجیے۔ اِس رسالہ کو ضرور طبع کرا دیجیے۔ والسلام مالوف الاحترام

عزیز الدین عفی عنہ

مکرمی دام مجدکم۔ تسلیم!

عنایت نامہ نے سرفراز کیا۔ طلائے خام کی پڑیاں بھی پہنچیں۔ آپکی عنایات و دردمندی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ چند روز برسات[1] کے نکل جادیں اور موسم سرما شروع ہو تو اُس کو کھاوٗں اسواسطے کہ ابھی کسیقدر حرارت خفیف کبھی کبھی وقت ہو جاتی ہے۔ انھیں بھی پہنچیں۔ از خواجہ نور الدین صاحب تسلیم قبول باد۔ انشاء اللہ آئندہ دوا کا استعمال کیا جاوے گا۔ والسلام مالوف الاحترام۔ عزیز الدین عفی عنہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء یوم دوشنبہ

---

[1] خواجہ صاحب نے اصل خط میں لفظ برسات کو ہائے مختفی کے ساتھ لکھا ہے۔

بن بیٹھا، اور آپ براہ کنعان کی سی نظر ڈال رہا ہون چشم بد دور۔

برادر محترم مولانا عمر جعفری کی ملاقات اور لطیف صحبت کا ذکر میرے لئے قابل رشک رہا مین تو دو سال سے وطن کا خواب شیرین دیکھ رہا ہون۔ ابکی شاید پر پرواز پیدا ہوا ہو۔ اپنے نیاز غیبت کو لطف صحبت، و لذت حضور سے شاید بدل سکون، اگرچہ مین ایک نالایق آدمی ہون، نہ سخندان ہون، نہ شاعر، نہ ارباب ذوق کی محفل رقصان کی بزم نشینی کے قابل، مگر دل کو کیا کرون خواہ مخواہ بھی اُسکی فضائے سادہ آپ حضرات کے نیازکیشون کے گلہائے سدا بہار سے رشک ارم بنی ہی رہی۔ مین بھی اُس کو بُرا نہین جانتا ایسی آرزو بھی قربانی چاہتی ہے۔

عم بھائی کی زبانی آپ کو میری سرگزشت سرسری ہی سہی پر معلوم ہوئی ہوگی۔ بظاہر تو میری سیاحت کی کڑی ٹوٹی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کہہ نہین سکتا کہ نصیب مین اور کیا لکھا ہے۔ پاؤن کا چکر اور کہان لے جاتا ہے پچھلی شہر کجا اور بھوپال کجا حیدرآباد کہان، بالفعل حیدرآباد سٹی کالج مین عربی اور اسلامیات کی پروفیسری ہے یا معلمی خدمات تعلیمی انجام دے رہا ہون، ان دنون باب مراثی زیر درس ہے۔ باور کیجئے دل بلیون اچھلتا ہے جب کوئی مرثیہ پڑھتا ہون۔ جب سے یہ باب شروع ہوا ہے جی چاہتا ہے کہ عربی مرثیہ گوئی پر تبصرہ کرون اور اُردو دنیا کو عربی جذبات اور عربی تخیل عربی اسلوب عُریان کرکے دکھا دون یقین مانیئے اِس مین ذرا شبہ نہین اگر دہ لوگ عربی ادب العالیہ یا ادب القدیم پر توجہ خوانی نہ شروع کر دین تو میرا ذمہ۔

مرقع ادب کے حصہ دوم کی ترتیب کی نسبت آپ کی توجہ فرمائی معلوم کرکے غیر معمولی اور بے پایان خوشی ہوئی۔ وہ ایک غیر فانی نعمت ہے اور لذیذ ترین فاکہہ۔ خوان ادب کا

پیارے پن کے اثبات کے لئے کافی سرمایہ ہے۔ مگر آپ کی "عثمان نوازی" کی
زبان ایسی نہ تھی جس کی جانستانی کی فضا میں میری قلم کاری اپنے جذب دل، کیف
نیاز نوازش نگارش کے پردے میں دکھلا سکتی۔
آپ کے محترم سلام کا خوشترین جواب ادا کرتا ہوا اپنے سلام نیاز کا گلدستہ
آپ کی بے نظیر نظر کو نذر کرتا ہوں گر قبول فتد الخ
آپ کے حالات پڑھ کر سچ کہتا ہوں گھنٹوں ہاتھوں سے کلیجا تھامے رہا
ہوں اور دل سینے میں اچھلا کیا ہے۔ کنول کی سی آنکھوں کی سحر آگین آنکھیں بڑے بڑے
بوند کے آنسوؤں کا کٹورا بن رہی ہیں تصنع نہ سمجھئے۔ بناوٹ نہیں ہے۔ کشمکش زندگی چاہے
حق نہ دے اور فرصت نہ ہو اس سے اپنے "رہین نیاز" تخیل اور دل، فکر و نظر کی
نیاز کیشی کی تصویریں پیامبری کی رنگین ڈوری میں لپیٹ کر نہ پہنچا سکوں لیکن بخدا
یقین مانئے ہمیشہ دونوں ہاتھ آپ فدا کاران "ماہ ناز"، "اردو" کے سلامت جوئی
عافیت طلبی صحت و بقا کے لئے درِ رب العلا پر پھیلے رہتے ہیں۔ من دانم و بینا،

من منم و تو دانا!
زندگی کے پنگھٹ پر (یعنی وقت دعا) جہاں اور بہار آفرین آرزوؤں کی
جھنکار اور ان کے ریشمی ملبوس کی سرسراہٹ دکھائی اور سنائی دیتی ہے جہاں یہ تمنا
بھی اب دلکش انداز سے آسمانی رنگ کا سراپا ناز جوڑا پہنے ہوئے میرے "حرم کدہ دنیا"
میں خراماں خراماں اگر سرو قد ہم پہلو کھڑی ہوتی ہے کہ اللہ آپ جیسے حضرات کو
فضائے آسمان ادب پر جگمگانے والے تاروں کی طرح بسیط زمین کے لئے رونق بزم
بنائے رکھے۔ آپ کی دل آویز نثروں اور گل ریز نظموں کی روح نواز نغمہ سنجیاں میرے

اپنے رنگ کی ہولی کھیلنا اور آپ کو اپنے رنگ مین شرابور کرنا ہو مرقع ادب کا اڈیشن مرقع نظر، نکلنے مین نے حصہ اول کی طباعت کا مرقع دیکھا ہو جو بہت ہی عمدہ ہو جس کا ٹائیٹل گلابی ہو جس کو میرے احباب نے میری فرمائش سے منگوایا تھا۔ خدا جھوٹ نہ بلائے جی چاہا کر چولھے مین جھونک دون۔ بھاڑ مین جائے ایسی شیرینی جس کو دیکھ کر جی مالش کرے اور ابکائی آئے۔ اعلی لٹریچر کے لئے اعلی طباعت درکار ہو۔ نزاکت آفرین گلبدنون کے لئے پھول ہی جیسے نرم اور صحیح رنگ برنگ کے ریشمی ملبوس قدرت نے فراہم کئے بلاشبہ حسن طبیع، حسن مصنوعی کا محتاج نہین ہے۔ مگر نفاست اور نزاکت کی کشمکش سے کسکو انکار ہو سکتا ہے۔؟

کسی نازک اور سراپا نزاکت کے جوڑے ململ کے دوپٹے گاڑھے اور کھدر کی ساڑی پہنا کر حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را کا کوئی صاحب ذوق مزہ لین تو مین دیکھون۔

آپ کے نزاکت آفرین سرمایۂ ناز ہا آپ ہی کا مرتب کیا ہوا مرقع ادب۔ اردو ادب العالیہ (کلاسیکس) کا بہترین البم ہے۔ سخت ظلم ہوگا اگر اس کو قدردان مطبع کے سپرد کر دیا گیا۔ آجکل کے مطبع والے کہ تمام تجارت کرتے ہیں کیڑے مکوڑون کی طرح نکل سے [illegible] اپنے تجارتی مفاد کی نظر سے ہمارے ملک کی تہذیب و حسن طبیع کو حسن مذاق کو غارت کر رہے ہین مرقع ادب بلاشبہ اردو ادب کا [illegible] اڈیشن کہلائے [illegible] صحیح معنون مین کہلائے جانے کا شایان ہو اس لئے اس کا بہترین اڈیشن مین شائع ہونا از بس ضروری ہے۔ [illegible] آگرہ [illegible] یا تو نذر سمجھے گا تو شاید [illegible] ثابت ہو۔ "حسن ادب" کے متعلق مرقع کی رخصتی کے بعد جی

کھول کر کہوں گا۔ اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ دھن کو دھن کے پورا کرنے کا آکر تو
قدرت ہی نے بنایا ہے اس لئے اس کا معمولی تو الگ غیر معمولی جزو بھی کوئی اہمیت نہیں
رکھ سکتا۔

سچ مانئے "حسن ادب" کے بہار حسن کے نکھرنے کے لئے میرا تن من بھی کام آئے
تو میں دریغ نہ کروں گا۔ میری آرزوئے دیرینہ ہے کہ لکھنؤ سے کوئی اس شان کا پرچہ
نکلے جو "شمع ادب" بننے کا صحیح مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو اور بیساختہ دنیا پکار اٹھے
کہ "بڑی شان سے نکلا ہے وطن سے"

میری بے حسی بکواس اور ہم کلامی کے فرط شوق میں یہ نیاز نامہ فراق نصیبوں
کے "شب فراق" کی طرح آشنا دراز ہو گیا کہ آپ کی پیاری غزلوں کے لطیف شعروں
کی نسبت کچھ جرأت نہیں کر سکا، کھٹکا لگا ہے، جی دھڑک رہا ہے کہ کہیں میری اس
"بے شرمی" سے آپ کی طبع نازک کو زحمت نہ ہو۔ اور میری یہ ہرزہ سرائی بار نہ گزرے
دل سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج اب اچھا ہو اور طبیعت پورے طور سے اب صحیح ہو
آجکل یہاں طاعون کا سیلاب بہ رہا ہے۔ حیدر آباد کا شاذ ہی کوئی کوچہ اس کے سیلابی
اثر سے محفوظ ہو [illegible] دو فصلوں کے جولا دینے کی گھڑی۔ زکام۔ نزلہ، کھانسی بخار کا
ماننا ہی ہے [illegible] ہے۔ کہیں بچہ دو بخار میں پڑ گئے تھے۔ سارے جسم کا لہو
خشک ہو گیا تھا شکر خدا کہ اب ہر طرح کا اطمینان ہے۔

[illegible] کے بالے [illegible] وطن کے اور نونہال بغرض تعلیم ہمراہ ہیں
سلئے [illegible] کے آثار سے کبھی طبیعت گھبرا اٹھتی ہے گویا در پردہ اپنی
"بیرنا بالغی" کا ایک خاموش اعلان ہے، انھیں ترکا دکھوں سے دیر کرائی اور مجھے حجاب ہے

کہ آپ کو انتظار میں رکھا حالانکہ یہ وصف .... کا ہے اور میں آپ کا آپ کی شبنمی انگلیوں کا نیاز کیش اور خادم فدائی ہوں - زیادہ والسلام

آپ کا نیاز کیش فدائی

عثمان جعفری

لکچرار سٹی کالج

حیدرآباد دکن شیدی عنبر بازار

۸ دسمبر ۱۹۲۴ء

دلنواز روح پرور صفدر!

سلام شمیم ناز میں بسایا ہوا کاش قبول فرمالیجئے تو نہ صرف سلام کی بلکہ اُس کی اوٹ میں میری نیاز بھری ہستی کے لئے نازش کا کافی سرمایہ ہے -

اسوقت آپ کے نیکش ہاتھوں کا چھوڑا ہوا تیر یعنی دل آویز خط جو ۱۱ نومبر کو محمود نگر سے جدا ہوا ہے میری نظر کا نوید بنا ہوا ہے اُس کا جواب میں دے رہا ہوں - بلکہ اِس حسرت کو عریاں شکل میں آپ کی نگاہ ناز کو دکھانا چاہتا ہوں جو تین دن سے میرے بھولے اور البیلے دل کو بیچین کئے ہوئے ہے - اور مجھے حلال کئے جا رہی ہے میرے کالج میں طاعون کی وجہ سے خدا اُس کا بُرا کرے مہینہ بھر کی تعطیل ہوگئی تھی کالج بند تھا میں کاہیکو وہاں جاتا آپ کا پیارا محترمہ نامہ کالج کے پتہ سے تھا وہاں آیا اور کسمپرسی کے عالم میں پڑا ہوا تھا چپراسی وغیرہ تھے دفتر گھنٹے دو گھنٹے کے لئے روز کھلتا تھا کیسکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ میرے پاس بھجوا دیتا - کہ مبادا اس کے اندر میرا دل رکھا ہوا ہو اور اُس کی طرف میری آنکھیں لگی ہوں - دنیا میں اندھیر ہے، جذبات شناسی کا

کے پتے سے میرے پاس خط نہ بھیجو

کال ہے...... ہان ایک عرض ہے آپ سے کالج

عثمان جعفری شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن کافی ہے - پروفیسر کے عنوان کو پیچ کہتا ہون

اپنی ردائے کہن کے لئے سلمہ یا تارا نہین سمجھا گھر کے پتے سے وقت پر ملجائے گا۔ خدا

کرے آپ اچھے ہون اور اچھے رہین۔

مجھے دنیائے شاعری کے باشندون سے زیادہ الفت ہے کہ خدا واسطے بھی وہ

ہم جیسے آوارہ خیالون کی قدر افزائی کرتے ہین اور اس عالم کے سکونت گزینون سے

اللہ واسطے وحشت اور نفور ہے خیر بہرحال مدت کے بعد خط ملا جس مین مرقع ادب کے

مقدمہ کی نسبت مجھ سے فرمایش کی گئی ہے - آپ کی قدر افزائی کا قدردان اور آپ کی

دلکشی کے قربان - مجھے بڑے لوگون کی طرح انکسار نہین آتا اور اہل کمال کی طرح تواضع

مین ایک بے مایہ آدمی ہون اپنی بے مائگی کے عالم مین جو کچھ بن پڑے گا اپنے خیال کا

تانا بانا دیجئون کی صورت مین آپ کی خدمت مین پیش کرون گا - پسند آئے گا تو مرقع کا

پیوند بنا لیجئے گا اور نہین تو شکوہ نہین گلا نہین - من آنم کہ من دانم! اگر دیر بہت ہو گئی

اسلئے مجھے فوراً اطلاع دیجئے - ضرورت ہو تو مین مقدمہ لکھنا شروع کرون - ورنہ کالج

کی نذر۔

آپ کا نیاز کیش

عثمان جعفری

حیدرآباد دکن - ۲۲ دسمبر ۳۶ء

پیارے صفدر! دلارے صفدر! آنکھون کے تارے صفدر!

مجھے میرے اس سرنامہ کی وجہ سے اپنی ملامت کے نشانون کا ہدف نہ بنائیگا -

للہ اپنے نکتہ چین الفاظ کے ریزون سے میرا سینہ فگار نہ کیجئے گا - اپنی گرم نگاہون کے

شعلہ نما آرون کی چھریون سے میرے بھولے اور معصوم جاذب طبع کو لہولہان نہ فرمائیگا
میرا خدا گواہ ہے مین خود چاہتا ہون میرا جی چاہتا ہے اور میری چاہ کی یہ چاؤ
ہوتی ہو کہ آپ کو اپنے دلی احترام اور عزت کے لہجہ مین مخاطب کرون۔ مگر دل کو مین کیا
کرون وہ میرے بس کا نہین نہ میرے قابو مین اُس کی ڈوری آپ جیسی آنکھون کو ان
لفظون سے پکارنا بے شبہ بلاغت کی رو سے بے محل ہونا چاہئے مگر خدا کے واسطے کائنات
محبت عالم اُلفت کے مد و جزر کو بھی نگاہ مین رکھئے گا۔ جہان ہر حرام حلال اور ہر بدنمائی
حسن اور ہر بے وضعی تناسب اور ہر ننگ و عار صداقت و نیاز کا جوڑا پہن لیتے ہین۔
اگر آپ دریا کے جگمگاہٹ کے دلکش سین کو اور متوالے پن کے گلابی ڈورون مین ڈوبی
ہوئی نظرون کی نیچی نیچی نگاہون کے نظارہ کو جو زمین تک پہونچتے پہونچتے آنکھون ہی آنکھون
مین ہزار بار پردہ کرتی ہین اور بے محابا ہو کر فضائے آسمان تک جاتی اور وہان قیامت
برپا کرتی ہین کوئی وارفتہ طبع شوریدہ سر دیکھ کر بے قرار و خود رفتہ ہو سکتا ہے اور سنجیدگی و
متانت کا ڈراپ سین ممکن ہے تو یقین کیجیے کہ آپ کے کنول کی سی آنکھون سے زیادہ دلکش
خط کو پڑھ کر دیکھ کر بے دل کا آدمی بیخود و سرشار مخمور بھی ہو سکتا ہے اور اس کے سنجیدہ و متین
انداز و طرز مین بے شبہ تلاطم برپا ہونا ایک امر واقع ہے۔ آپ کی جان نوازیون کے قربان
دل موہنے جی لبھانے مین جادو ہونے کے آپ بے شبہ رسیا ہین۔ یہ بھی ہر شخص کا کام نہین
خوبان معنی ہی کو یہ ستم ظریفیان خوب آتی ہین۔ لکھنؤ جس کا نشیمن ہو۔ شام اودھ جس کا مرغزار
ہو اس مین ان دلکشیون اور ادائون کا ہونا بھی قدرت کا ایک کھلتا ہوا عطیہ ہے۔
۱۱ دسمبر کا لکھا ہوا یہ دلچسپ خط مجھے ۱۳ کو مل گیا تھا۔ آج آٹھوین دن جواب
نہ دینا مناسب جانا کہ جواب کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤن لیکن کسی کا [illegible]

ہوتا کب ہر کہ پھر جاتا اپنے وقت پر ہو جاتا۔ کالج کے کام کے بوجھ سے میری پیٹھ دوہری
ہو جاتی ہے۔ اور چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے، کسی طرح سے ٹالنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی
میں دیر پر دیر لگتی گئی، جمعہ کو یہاں چھٹی ہوتی ہے، یہ وہاں کے روزگار کا بدلا ہے۔ فرصت
لگی کو اور بند کر کے بیٹھ گیا۔ پتا چھوٹا مقدمہ اپنی ٹوٹی پھوٹی مگر بے ریا زبان میں بہاتی
لب و لہجہ میں لکھ دیا ہے۔ بات کرتا تھا، دو دن اس میں صرف ہوئے۔ آج وہ شعبہ ہے آپکی
خدمت میں جاتا ہے۔ اچھا ہو کر برا مجھے اس سے بحث نہیں آپ کا کہا کر دیا ہے۔ مجھے
لکھنا وکھنا نہیں آتا اردو سے خالی خولی محبت البتہ عشقیہ لکھتا ہوں پسند آئے اس کی
خوش نصیبی ناپسند ہو میری گردن پر من خود را خوب می دانم اپنے سچے سچے خیالات کو
ظاہر کر دیا ہے تصنع نہ آتا ہے نہ کر سکتا ہوں۔ کاش فرصت کا دامن وسیع ہوتا۔ اور دامان نظر
کو گل چینی کا موقع مل جاتا تو شاید اپنی مرضی کے مطابق مرقع میں جوڑ ملا سکتا۔ مگر افسوس۔!!
خدا کرے مرقع جلد نکلے اور شان سے نکلے۔ سج دھج نرالی ہو سجاوٹ اپنی آپ نظیر
ہو۔ بن ٹھن کا بھی جی دیکھ کر تڑپ اٹھے اور وہ بھی دل ہار دینے کو تیار ہو جاویں دیکھنا
ہے عروس سخن کے بناؤ چناؤ میں کہاں تک اپنے حسن طبع کو کام میں لاتے ہیں۔

آپ برا نہ مانیں تو ایک بات اور کہوں گا۔ مرقع کے شروع میں اپنا ایک فوٹو بھی
آویزاں فرمائیے۔ خدا جھوٹ نہ بلائے اس تصویر کا غذی میں جان آ جائے گی اور
شوخی تحریر کا رنگ کھل جائے گا۔ غیر ممکن کی نظر سے میری اس تجویز کو نہ دیکھئے گا رنگ
پھیکا پڑ جائے گا۔

بازار حسن متاع حسن پر نظر کے ڈورے پڑتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اردو مینا بازار
ابھی ایسا ٹھنڈا نہیں ہوا ہے۔ قیمت بڑھ جائے بڑھ جائے۔ احتمال ذہن کے خریدار ایک نہیں

ہزاروں میں تو یہی کہے جاؤں گا ترجمہ یا اللہ کی [illegible] ہنوز !!

طباعت سے نکلنے کے بعد پانچ جلد ان کا دیوان میرے نام سے فوراً بھیجیے گا دن گنوں گا رات اختر شماری میں گزرے گی۔

داد دی ایمن والی غزل کو کئی بار پڑھ چکا ہوں مگر ہر دفعہ آنکھوں کی رشک حور بن بن گئی ہے۔ اٹھا دو تم بھی چلمن، ذرا پھر دیکھ لیں۔ آہ غضب کے نظارے دن کا مرقع ہے آپ نے چلمن کی اوٹ میں لباس مجاز جس کا دوسرا نام ہے قیامت کی حقیقت کی جھلک دکھلا دی کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں۔ اب آگے کچھ نہ کہوں گا تکفیر کے [illegible] لگ جائیں گے۔

کہاں تک باغ میں پھر پھر کے گلچیں پھول توڑیں گے
لیے پھرتی ہے بلبل اپنے دل میں سارے گلشن کو

اس شعر میں جوش شاعری کا چمن زار ہے جس کی پنکھڑی پنکھڑی میں شعریت سمائی ہوئی ہے [illegible] گلشن کا دل میں لیے پھرنا ایک عجیب عالم اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔ کس کس شعر کے اثر کو دکھلاؤں؟

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

انشاء اللہ مجھے وقت مل جائے کہ آپ کے دیوان پر تبصرہ کروں عقل والے دیوانے نظر والے مدہوش نہ ہو جائیں تو سہی۔ جواب میں دیر لگی آپ کی انتظار بھری نظروں کو بھی بڑی الجھن ہوتی ہوگی۔ دیر کے لکھ دی ہے مگر بہتر بھی ہے۔

لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

[illegible]

۲ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء شیدی عنبر بازار
حیدرآباد دکن

قدر افزائے جعفری سلام مسنون۔

آج جمعہ کا دن تھا۔ کل ابجو دن سے دھیما دھیما درد سر میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ رات سویرے ہی سو گیا کہ یہ "زہر آگین تلخی" خواب نوشین سے بدل جائے گی۔ رات ساری الجھن میں کٹی، جامتوں کی سی کالی رات کے بھونریلے بالوں کو سپیدۂ صبح سلجھانے ہی کو تھا کہ آنکھ لگ گئی، ایسی لگی کہ فجر کی حاضری بھی نہ ہوئی۔ کم ہونے کو تو کون کہے درد سر دوران سر بن گیا۔ بدمزگی اور بڑھ گئی۔ اسی حالت میں مولانا عنایت اللہ جو پروفیسر ذکاء اللہ مرحوم کے صحیح معنوں میں جانشین ہیں۔ ناظم دار الترجمہ کے یہاں۔ ان سے ملنے چلا گیا شہر کے باہر انکا بسیرا ہے "باغ عام" کے پاس جس کی شاہراہ بے شبہ کہکشان سے بڑھ کر دلپذیر اور کسی مہوش کی چندن لگی مانگ سے زیادہ جانستان ہے صبح کا سہانا وقت تھا نکہت آفرین کی ہوا لگی خاصی تفریح ہوئی لیکن شکوہ نہ گیا میری طبیعت کا عجیب افتاد ہے یہاں اس بھی گرتی ہے تو جب تک نکل نہ لے جی کو چین نہیں ہوتا۔ کرنے کا کام دھرا رہتا ہے۔ خدانخواستہ مرزا پھوا نہیں ہوں، کام کا دھنی ہوں، ثبات کا پتلا ہوں۔ اور اسی جمعہ پر اپنی ایک آرزوئے دیرینہ کو اٹھا رکھا تھا۔ دل کو اس کی کاوش اور خلش الگ چھیڑ رہی تھی، تمنا یہ تھی جنھیں میں نے غبغب حور وش ماہ تمثال پری جمال (۔) سے کم نہیں سمجھتا اور [illegible] آنکھ اور انہیں اتنی ہی دلگداز لیکن اس دم میرے جی کے بہلانے میں [illegible] تھا وہ دل کشیوں کا کوئی حصہ نہ تھا، نگار، معارف، جامعہ، نیرنگ خیال، اردو، ہمایوں، [illegible] [illegible] معانی، [illegible] خیالی سرہانے اور آس پاس گل اندام ناز آفرینوں کا کام [illegible] رہے تھے۔ لیکن جی کو نہ بہلنا تھا نہ بہلا۔

نمازِ جمعہ کی گھڑی نزدیک آتی جاتی تھی اور طبیعت سنبھلتی نہ تھی کہ شاعرِ زمان کے نامہ بر کبوتروں سے زیادہ پیارا نامہ رسان آیا جس کو دنیا "ہرکارہ" اور روشن خیال "پوسٹ مین" کا خطاب دیے ہوئے ہیں۔ اس نواح میں "ٹپہ والا" کہلاتا ہے جسے میں اس اُجڑے ہوئے دیار کے دُور دراز کونوں کی بستیوں کی یکدلی اور یکجہتی اُس دہر کا سنجوگ سمجھتا ہوں!! میں تو کیا میرا خدا جانتا ہے ڈاکیہ کو لگاؤ اور لاگ کی دریتی جانتا ہوں!! میری نظر میں تو وہ دردِ اُلفت اور سوزِ محبت کا چقماق ہی چقماق نظر آتا ہے۔ میری رجسٹری کی رسید اور اُسی کے جلو میں آپ کا بے نقاب خط مجھے ملا۔ میں نے ابھی ہاتھ ہی میں لیا تھا کہ اُس کی عنبر بیز ہوا اُن نے بادِ فردوس کا کام دیا۔ اس کا ہر ہر لفظ میرے حق میں امرت کا پیالہ اور آبِ حیات کا سیگون جام تھا۔ آپ کا خط خط کاغذی نہیں ہوتا لفظوں کا گلدستہ ہوتا ہے جن کے خوبصورت پھولوں کی حسین اور نازک پنکھڑیاں خارِ حُسن سے متوالی جھومتی نظر آتی ہیں، بے ساختہ کہہ رہا ہوں تحریر نہیں ہوتی تخیل کی نزاکتوں اور نازش و نوازش کی زمزمہ سنجیوں کا ایک نظر فریب اور دلکش مرقع ہوتا ہے۔ آپ کے قلم کے ٹپکے ہوئے لفظوں کی نغمہ ریزیاں جو خود میری زبان کے زیر و بم سے بہت کچھ متاثر ہوا کرتی ہیں آہ میں نہیں کہہ سکتا اسقدر خمار آگین ہوتی ہیں۔!!

چنانچہ پڑھتے پڑھتے درد کافور ہو گیا۔ گویا خط کیا تھا! مسرت کا تنزل تھا یا سرور یا تازگی کا چہرہ جس کے گل تر کے شرما دینے والے رُخساروں کی شفق نما نگینیاں انتہائی دلنشین اور جان آفریں تھیں کہ درد کے زخم میں صندل کا کام کیا۔ دردِ سر کی ۔۔۔ گھسا گیا اور درد دور ہو گیا۔

محترم صفدر! یہ نئی بات نہیں آپ کی تحریر ہمیشہ میرے ساتھ یہی عمل کرجاتی ہے

سچ مانیئے گا کہ جب آپ کا خط میرے پاس آیا ہے میرے دل مین میرے دل کی عمیق
گہرائی مین ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا تار چھیڑ گیا ہے جو راگنی کے سکون کے بعد بھی تھرتھراتا
رہتا ہی۔ کئی بار مین اس کیف سرشار سے شرابور ہو چکا ہون، میری یہ ایک کیفیت ہے
اور دل آپ جانتے ہین کہ صدہا کیفیتون کا آماجگاہ ہی۔ کسی کا اُس پر تصرف تو ہی نہین
مجھے آپ سے آج سے نہین تقریباً دس سال سے دلی اور بیحد اُنس ہی اور مین آپ کو ایک
"محترم ہستی" کے لباس مین دیکھتا ہون۔ آپ کی قلم طرازی کو "عروس اُردو" جس کی
ہمیشہ ممنون رہے گی چشم امتیاز کی تپلی سمجھتا ہون۔ آپ نے انہین اضطراری جذبون کے ساتھ
جلدی جلدی مقدمے کے نام کی سطرین لکھدی تہین۔ دھڑکا لگا ہوا تہا کہ کسی بربادگنہ لازم کا
ٹوکرا سر نہ پڑے، مگر یہ بھی آپ کی دلنوازی کا ایک "دل کے نپار ہونے والا بے پناہ تیر"
ہی شکر ہے کہ وہ آپ کے برق نگاہ سے سرسرہ ہوگا، مین تو پاپی ایسا جلا سر مہ بھبوت راکھ!
خدا کرے اب جلدی طبع ہو کر مطبوع طبع اور منظور نظر ثابت ہو، مین تو ابھی سے

مرقع کی دعوتین دے رہا ہون۔

آپ نے میرے التماس کا جواب نہ دیا جس کا اشارۃً یہ مفہوم مین نے سمجھا ہے
کہ یہ سب خام خیالیان ہین یا آپ "زمرۂ تقدس شعاران" کے ایک رفیق ہین، غالباً میرا
مطلب سمجھ گئے ہون گے کہ مرقع مین آپ کے فوٹو کا چوکھٹا ہونا چاہیے۔ ایک تکلیف
دیتا ہون حضرت ریاض (عمرش دراز باد) کا پتہ بھیجدیجیے۔ مجھے اُن سے کام ہے، آپ کو
پھر لکھون گا، مرقع کو تو آپ دُلھن بنا چکے اب نہ جانے آپ کے پیارے اور نشاط صفت
ہاتھ کیا کرین گے؟

آپ کی "ہلال عید" والی غزل کی وہ کنوارپن اور دوشیزہ گرایائی شیرینی الفاظ

کی لڑیوں میں مجھ سے دوچار ہوئیں، فی الحقیقت میں خوش نصیب ہوں کہ بزم شاعری کی
حسن نمائی کے قبل میری آنکھیں انھیں دیکھ رہی ہیں اور میرے کان سن رہے ہیں مطلع
سے پہلے میں دو شرارت والے شعر کی داد دیتا ہوں [illegible] آپ کی دو
شرارتوں نے انھیں قیامت بنا دیا ہے،،، [illegible] کا، مزہ مجھ سے پوچھیے [illegible]
کی نجوگ ،، وفا ،، پھر کیسی کچھ ہونا چاہیے سب کا حلیہ بگڑ [illegible] بیداد گر ہو گی سے بڑھ کر میٹھی
اور معنی خیز ترکیب میں نہیں سما سکتا۔ بیداد گری وفا کی توجیہ کس قدر البیلی ہے کہ بے مانے
رہا نہیں جاتا وفا اور بیداد کے اجتماع کا بھلا اس سے زیادہ رسیلا اور شوخ انداز بھی
کیا سکتا ہے؟ مطلع کی داد کی گنجائش نہیں رہی، آپ نے حسرت عشق کا [illegible] کر دیا، ایک
چھوٹا سا شعر اور اس میں عالم حسرت سما دیا، آہ کس قیامت کی حسرت اور کیسی ضبط کا تماشہ
جو دنیائے متانت اور سنجیدگی کو تہ و بالا کر دینے کا آرزو مند ہو تو ایسی [illegible]
رشک و رقیبی کو بے شبہ آپ نے ثابت کر دیا کہ دل کا ایک روگ ہے جس کا ایک خلجان ہوتی
ہیں ورنہ میں تو شاعرانہ سوکن اپا یا سوتیا ڈاہ کے مرادف سمجھتا تھا۔ پوری غزل کا مشتاق
رہوں گا۔

آپ کے پاس خط لکھنے بیٹھتا ہوں خدا کو علم ہے کہ اختصار اختصار میں اتنا وقت
آپ کا لے لیتا ہوں، میری نظر سے اپنے اخلاق سے گرانی خاطر معاف فرمایئے۔ اب زیادہ
نہ ستاؤں گا۔ میں بار نشاط بننا چاہتا ہوں نہ کہ بار خاطر!! خدا کرے آپ اچھے ہوں اور
خوش، والسلام۔

آپ کا نیاز کیش ازلی عثمان جعفری مچھلی شہری

نوٹ: مولانا نے اپنے اس بے نظیر خط میں جو بہ تشبیہ خط رخسار جاناں کا

جواب ہو۔ ناچیز مؤلف کے ایک مطلع اور ایک شعر کی جو قبل مشاعرے کے
موزون ہو گئے تھے، داد دی ہے ہمارے پیارے ناظرین قبل اس کے
کہ ہم سے دریافت کریں ہم ذیل مین لکھے دیتے ہین۔ مطلع و شعر کی تو حقیقت
نہین مگر ہمارے محترم لایق و فایق مولانا عثمان جعفری کی داد البتہ قابل ناز
ہے۔

مطلع

عدو کے گھر ہلال عید پر انکی نظر ہو گی
شب وصل عدو آج عید بھی دشمن کے گھر ہو گی

شعر

یہ دن بھی ہین شرارت کے یہ سن بھی ہے شرارت کا
وفا بھی تیری اد کم سن بڑی بیداد گر ہو گی

(مؤلف)

حیدرآباد دکن

۵۔ نومبر ۱۹۲۴ء

گلزار اُردو کے مالی حضرت صفدر!

سلام شوق!

خط کے ہم پہلو وقت کی مناسبت سے یہ اوراق پراگندہ ملاحظہ مین بھیج رہا ہون

ابتدا سے طبیعت مین بے نیازی کا عالم تھا۔ اور شان استغنا کا افراط سے [illegible]

تھا، ان کے ہاتھون عالم شباب مین دست شوق کے بنائے ہوئے گلدستے [illegible] دکھا رہین

رہ نہین گئے،، اب تو آسیائے فلک کا ایک دانہ ہو رہا ہون شمع طبع بجھنے کو ہے [illegible]

کا چراغ، چراغ سحری ہو رہا ہے، مین تو سمجھ رہا ہون کہ لکھنے پڑھنے کے دن گئے، کام

کرنے کا زمانہ نہ رہا، اور دل جس کو مین سینہ سے لگائے رکھتا تھا دنیا کی بے [illegible] ریون سے

کافور ہو رہا ہے، بے قراری طبیعت اور بے تابی دل جس کو مین اس دنیا سے [illegible]

کرتا تھا اور یقیناً دنیا کی بے مہریون کی ان سے کچھ تلافی ہو رہی تھی بچھڑ [illegible] اس طرح جدا ہوئے

ہین جیسے، حسن کی بہارین،، انحطاط شباب سے قبل کی حالت نہ پوچھیے شوریدہ سری کا عالم

تھا نچلا بیٹھا نہین جاتا تھا۔ فکر و خیال کے نکلنے کے ساتھ ہاتھ پاؤن بھی چلبل چلبل [illegible]

تھے، چار دن کونے کے مشاہیر اور اہل سخن سے اردو اور عربی مین [illegible]

بہلانے داد سخن دیا کرتے تھے۔ جھوٹ نہ جانیے اکثر تحریرین اور تحریرین [illegible]

اور بیشتر جلے قلم سے نکلنے کے بعد خود اپنی رقاصیون سے مجھی کو نچانے [illegible]

گانے لگا کرتا تھا، باغ اُردو کے رنگ برنگ کے پھولون سے میرا دامن [illegible]

لیکن آہ جفا شعار آسمان کو کیکی یہ کامرانی کاہین کب بھلا معلوم ہوتا ہے [illegible]

ٹھوکرین کھلانے کے لئے دیس بدیس مارا مارا پھرا۔ اس گردش فلکی کے دور مین وہ سرمایۂ نظر پھولون کی پنکھڑیون کی طرح نہ جانے کہان تتر بتر ہو گیا۔ اب انکی حسرت دل کے بہلانے کو باقی ہے۔

کاش میرا کشکول بے مایگی بھرا ہوتا تو مین مرقع کے دامن مین ٹانکنے کے لئے بہترین ستارے پیش کرتا۔

حضرت مضطر خیرآبادی کا ایک خط ابتدائی نہ جانے کیسے بچ گیا، بھیج رہا ہون۔ مولانا عبدالحق بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو کے دو خط ہین مجھے ان کی سادگی بڑی شیرین معلوم ہوتی ہے۔ شائد آپ کو بھی میٹھی محسوس ہو۔ سید محمد ہادی ہادی مچھلی شہری وکیل علیگڈھ کا ایک ابتدائی خط ہے۔ اور باقی تین چار خط میرے ہین۔ مرقع کے چوکھٹے مین جڑنے کے لائق یہ نہین مگر شائد آپ کی نظر انتخاب انھین بھی چن لے۔ مجھے اپنی نکمی تحریرون کے عکس لینے کا کبھی شوق نہ ہوا یاد نہین کہ کیونکر یہ مسودے رہ گئے تھے اُن کی نقلین بھیج رہا ہون۔ مرقع کے خریدارون مین میرا نام بھی چڑھا لیجئے۔ والسلام

آپ کا شیدائی

عثمان جعفری مچھلی شہری

بمولینا عبدالحق صاحب خضابی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکے نام

جہان آرائے اردو، گیتی افروز ادب مصباح فیض، منبع کمالات، عالیجناب فیضمآب حضرت مولانا دامت ریاض الادب بمارحیو آیکم فاخرۃ دباشند۔

سلام مسنون کا تحریعضہ عقیدت مندانہ آداب کے ساتھ پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہون۔ میری بےچینی کے عالم مین پیش کی ہوئی رجسٹری کا جواب جس شان کے ساتھ مجھ ذرہ بے نوا کو مرحمت فرمایا گیا۔ اس کا شکریہ۔ میرا دل میری زبان۔ میری قوت تخیل دس حصہ مین ایک حصہ نہین ادا کر سکتی۔ اور ذرہ نوازی محتاج مدح گستری نہین۔ حسن کرم کا غذی گہنون کے سنگار سے بے نیاز ہے۔ ارباب نواز کی نیاز پرور یان با ہم ایسے نیاز کیشون کے حق مین نوازش گرائیان تعریف و ثنا سے مستغنی لیکن کاش جذبات دلی کی تصویر میری زبان کاغذی فوکس پر کھینچ جاتی تو باوجود اپنے عجز کے شکرگزاری کا مرقع ضرور پیش کرتا جس کے بستان خیالی کے نظارہ شیرین کے سامنے دریا کی روانی، روانی مین موجین موجون کی رین لہرون کے لہرانے کا دل فریب منظر پریاگ کے لب گنگا کا سین، صبح بنارس کا جانستان نزہ، شام اودھ کے بہار کی لذت آفرینیون کو نہ صرف سیر بینان عالم کی نظرون سے دین بلکہ حسن معانی کی دلدادہ ہستیان بھی اُسے دیکھ کر مثنوی سحر حسن سے آنکھ چُراتے بنوئے غالب کے شیدائیون کو بے التفاتی کا پامال کر جاتا۔ گلستان بوستان کے سرمایہ ل نرگس مزار کی طرح سرنگون ہو جاتے۔ مگر افسوس زبان قلم ترجمان دل نہین بن سکتی س ذرہ نوازی کا شکرانہ ادا کیسے ہو جس نے تخیل آرزو کو برگ و بر کا گہنا پہنانے لے اس کی درخواست سے پہلے تحریک فرمائی گئی ہو۔

بے طلب جو مِلا مِلا مجھکو

بے سبب جو دیا دیا مجھکو

کاش وہ گھڑیان جلد آئین جب مین مجھے فخر حضوری حاصل ہو اور فرط انبساط سے
مثل حباب جامے سے باہر ہون اور مارے خوشی کے میرا پاؤن زمین پر نہ پڑے
اور دماغ آسمان پر ہو۔

کام رُکنے کا نہین اے دل نادان کوئی!!

مہتمم صاحب دورے پر تھے آج چھ سات دن ہوئے آ گئے۔ ناظم صدیقی غازیپوری
ایک لائق و معزز آدمی ہین، میرے آبائی مراسم کی زندہ نشانی ہین اُن سے مین ملا تھا۔
استفسار پر معلوم ہوا کہ عالیجناب کا مراسلہ میری تحریک کی بابت اُن کے پاس نہین پہونچا
کیونکہ اُس کا ذکر مذکور نام کو نہین آیا اور ہر قسم کے کاغذات خطوط مراسلات اُنھین کے
تفویض ہوتے ہین۔ ذکر نہونا تعجب ہے۔ میری صرصر بحث مراسلہ کو اڑا لیجانا یعنی ابتک
سررشتہ عالیہ نظامت سے کسی قسم کا استفسار نہین فرمایا گیا، عالی جناب کی کریمانہ فیاضیون
نے گستاخ بنا دیا ہے۔ آتش سوزان حریق اشتیاق بنائے ہوے ہے۔ پانی چھلنی مین
ٹھہر نہین سکتا۔ توجہ کی آنکھین پرتو حقی سے ضیا پذیر ہو چکی ہین جس کے ذرۂ وجود کو
حقانی مہر افروز یون نے ضیا فگن بنا دیا ہے۔ جس کا سویدائے دل نقشہ جمال حقی کے
انعکاس سے غیرت طور بنا ہوا ہو۔ جس کو فرط جذب نے وارفتہ بنا کر کباب سیخ بنا رکھا ہو۔
آہ اُس کے دل کو قرار کیسے آسکتا ہے، اُس کی جان بیتاب صبر کیسے کر سکتی ہے۔ اسی اضطرا[ب]
کے خدا اس کی اور بڑھائے پھر مجھے بیتابی اور بے قراری اور سچے فدائین کا مرقع بنا کر عجز

[۱] مرقع ... خو... کے ... (مولف)

اور دردمندی کا کشکول ہاتھ مین دیکر عالی جناب کے فیاض اور گہربار در پر کھڑا کیا ہے
اور مین بھیک منگون کی طرح عالی جناب کے دروازے پر اپنی صدائے دردسول دینگ
التجائے جگرتاب پہونچانے کے لئے مجبور ہون کہ ایک اسلامیری تحریک کے متعلق جناب
سید علی اکبر صاحب صدر مہتمم کی خدمت مین اور پہونچادیا جائے۔ نظامت مین تو غالبا
تحریک پہونچ چکی ہوگی، ورنہ وہان بھی ارقام فرمایا جائے۔ مین نے سید محی الدین صاحب
بالقابہ کی خدمت مین گذارش کیا ہے۔ محمود احمد خان صاحب کو توجہ دلائی ہے کہ نظامت
سے جلد کاغذات نکلوائے جائین۔ اپنی آرزوے دیرینہ صورت امید بن کر کسی کا شعر
سنا رہی ہے ؎

انسردہ دل نہو در رحمت نہین ہے بند
کس دن کھلا ہوا در شاہ زمان نہین

اپنی جہان افروز ذات عالی صفات کی نسبت عالی جناب کے قلم گہر رقم نے جو کچھ ارقام
فرمایا ہے، وہ بھی بجا شیوہ کمال ہے، اور حسن رقم، جمال قلم، ورنہ اردو کو آج عالی جناب
ہی پر ناز ہے۔ اردو کی عزت، پائیداری جناب کے دم سے ہے۔ خاص کران آنکھوں
مین جو میری آنکھون کی پتلی ہین۔ اور میرے سر کی زیب۔ بلے مبالغہ عرض کردن گا۔
گرما مین دیکھتا رہتا ہون، غالب، سرسید، محسن الملک، حالی، آزاد، نذیر احمد صاحب
مرحوم کی نصرت مرزا مظہر جانجاناں وغیرہ سلاطین اردویت کی روحین، اور روحانیتین
چکور کی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہین۔ اور آپ کی مبارک ہستی مین ان تمام
ہستیونکی نمود نمایان ہو

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا مجھے ایک بار کچھ دنون کے لئے جناب کے قدمون تک پہونچا دے اور میرا حریم آرزو شبستان نصرت بن جائے - زیادہ حد ادب -

کمترین عثمان جعفری مچھلی شہری

۱۰ فروری سنہ ۳۲ف گلبرگہ

سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے وکیل علیگڈھ کے نام

گھٹا جاتا ہے دل اندوہ بے پایان سے اے ہادی

سلام مسنون :

جو جان پہچان والے تو الگ انجان اجنبی کو ملانے کا ایک واسطہ ہے اولسلام علی من تعرف ولا من تعرف (بخاری)

جی چاہتا تھا بے سلام ہی اپنے جوش درونی کا اُبال دکھلانے لگون، لیکن سلامت نے عنوان خط کی کایا ہی پلٹ دی، آئینہ، ادیب، الہلال، مدینہ، مین اکثر آپ کے جلوے نظر آئے - بلا مبالغہ لکھ رہا ہون، جب کبھی بھی پرچون مین اخبار دن مین آپکا نام دیکھا آنکھون مین بجلی چمکی معلوم ہوا کر طور ہے، بار بار دل چاہا کر آپ کے پاس اپنی دلی نسبت اور اُس خیالی کا اظہار کرون اور کسیوجہ سے نہین تقاضائے الفت، محبت لاکھ پردے مین چھپائی جائے، لیکن میرا خیال ہے چھپ نہین سکتی، جگر مین ہمیشہ ایک کھٹک ہو جاتی تھی - آپ علی گڈھ کے نامی وکیل ہین، اور مین مچھلی شہر کا ایک بدنام و بدنام کنندہ، چہ نسبت و بہ بین تفاوت، حرکت تخیل کو سکون سے

مبدل کر دیا کرتا تھا۔ ہر بات کے لئے ایک گھڑی ہوتی ہے جس میں اُس کا ظہور ہوتا ہے، اکتوبر کا "خادم کعبہ" نظر پڑا، آپ کی غزل سے آنکھ لگ گئی۔ جوں جوں پڑھتا جاتا تھا دل پر کٹاری لگتی جاتی تھی، آپ سے ربط معنی قائم ہوتا جاتا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا غزل پوری کرتے کرتے میرا کیا عالم ہوا ہے ؎

مری عمر دو روزہ پر ہے احسان تیغ قاتل کا
کہ ہر ہر قطرۂ خوں میں نہاں اک زندگانی ہے

سچ باور کیجئے ہر ہر دفعہ پڑھنے میں نہ جانے کے بار مر ہوں اور جیا ہوں، آہ شعر کیا آپ کے قلم سے نکلا ہے موت، زندگی کا عجب سنگم یاد آ گیا۔ ع

مرے زخموں میں پنہاں راز ہے تسکین کامل کا

دوسرا مصرع تمہاری نوک نشتر میں ہے پانی آب حیواں کا

واقعہ تو یہ ہے کہ مرہم شفا اور آب حیات ہے، درد کا چاہے درماں نہ ہو لیکن دردِ دل کی تسکین کا سرمایہ ضرور ہے مجھے ان دونوں مصرعوں نے جتنا تڑپایا ہے اور تڑپ میں جو سکون پیدا کر دیا ہے وہ نوک قلم پر نہیں آ سکتے۔ غزلوں کی مجموعی کیفیت نے اتنا وارفتہ بنایا کہ بیخود ہو گیا۔ اسی عالم محویت میں محو تماشہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو رہا ہوں، نہ اور تو ہے نہ اور لاگ۔ آپ کے مقطع نے تو کہیں کا نہ رکھا قسمت ہی کاٹ ڈالا چنانچہ بجائے القاب خط کے آپ کا مقطع زبان قلم پر آ گیا۔ اندوہ بے پایاں نے سینہ میں آگ لگا دی، دل گھٹنے کی کیفیت نے ایک قیامت برپا کر دی، پھر اگر گویم زبان سوزد، کا دھڑکا لگا ہوا ہے، ڈرتا ہوں کہ کہیں کاغذ نہ جل جائے۔ اور قلم سے آگ نہ جھڑنے لگے۔

سینہ ہی آتش داں بننے کا حق رکھتا ہے۔ع
بر لبم قفل است و در دل رازہا

دعا کرتا ہوں کہ آپ کے قلم میں روانی ہو اور آپ کے ناہید آسا اشعار سے افق جرائد آسمان صحائف تاباں و درخشاں نظر آئے۔ آپ کے پیارے نام سے مچھلی شہر کا نام روشن ہوتا ہو آپ مچھلی شہر کی نگری کا نام جگاتے ہیں اور میں مچھلی شہری جگمگاہٹ کا سچ جاننے پروانہ ہوں، مچھلی شہر کی شمع اللہ کرے شمع طور بن جائے، اندوہ بے پایاں میں مچھلی شہر کا بھی لگاؤ ہے!!!

مجھے شاید آپ نہ پہچانتے ہوں، مچھلی شہر سے برسوں ہوئے نکلا ہوں، کہ غربت اب میرا وطن ہو گیا، بدیس رہتے رہتے پردیسی بن گیا ہوں۔ ہاں جہاں کہیں رہوں اور جہاں کہیں رہا وطن کی لو لگی رہی۔ اور وطن کی دھن میں رہا، خدا کرے اسی دھن میں جیوں، اور اسی دھیان میں مروں اور وہیں دفن ہوں۔ نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، بدنام کنندۂ نکونامے چند ہوں ؎

نام نہ پوچھو مرا بدنام ہوں
کام نہ پوچھو مرا ناکام ہوں

بھکاریوں کی طرح مارا مارا پھرتا پھرتا حیدر آباد پہنچ گیا ہوں، زندگی کے پانچ دن یہیں اُجلے کالے تیر کر رہا ہوں خدا کرے ایسی ہی گزر جائے۔ تین چار لڑکے بھی آپ کے وطن کے ساتھ ہیں، وطن کی خدمت کے لئے اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہوں۔ خدا سوارت کرے، اور ان کی معصومانہ محنت اکارت نہ کرے، پیارے وطن کے کام آئیں۔

زیادہ والسلام مع الاکرام۔ بے مایہ عثمان جعفری

مولانا عمر جعفری ایم۔ اے کے نام

سرمایہ سرور رمایۂ انبساط عم بھائی ادام اللہ ظلہ العالی۔

تسلیم ادب! کل بھائی جان کا خط پہونچا، لختِ جگر فاطمہ کے مفارقت دوام کی بےچین کن، زہرہ گداز، دل دوز خبر لے آیا، آہ یہ معلوم کرکے کہ ... کی سوگوار زمین کو تیرہ و تار بنا گئی، اس کے حسرت ناک در و دیوار کو وحشت ناک چھوڑ گئی۔ عجیب حال ہے۔ صدمہ جس سے مصیبتوں کا مارا دل بھی پاش پاش ہے کتنا ہوا! نہ میں ظاہر کر سکتا ہوں نہ اظہار سے کچھ سود، باوجودیکہ رنج کا خوگر غم و الم کا عادی ہو چکا ہوں اور سولہ سو میل کی مسافت پر بیٹھا ہوں۔ بارہ بجے اطلاع ملی دل آتشکدہ بن گیا۔ داغ آتش زمانہ، فطرت کا تقاضا، بقائے وجود کے لیے ہر چیز کا مصلح اندرون جسم رکھ چکا ہے، دونوں آنکھوں نے سیحون اور جیحون کا کام کیا، و شام تک اس لگی آگ کو بجھاتی رہیں سنا ہے آگ پانی پڑنے سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے یہ آگ پانی کے چھینٹوں سے اور شعلہ خیز ہوتی تھی نہ بجھنا تھا نہ بجھی، رات بےچینی سے گذر چکی ہے لیکن آتش زدہ کی بھڑک اور لپٹ کا عالم جو کل تھا وہ آج بھی ہے، اگرچہ مرورِ ایام اس آگ کو بھی ایک روز قابل برداشت کر دیگا جیسے اس نے پہلے کی لگی ہوئی آگ دھیمی اور ہلکی کر دی ہے۔ اپنے جی کا جب یہ حال میں مشاہدہ کر رہا ہوں، صرف چچا ہونے کی نسبت سے، تو آہ آپ کی طبیعت کا عالم تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اور ہونا چاہیے۔ آہ میں تو جب خیال کرتا ہوں، فاطمہ مری نہیں معلوم ہوتی، زندہ ہے، اور بلاشبہ زندہ، صرف ہم لوگوں کو خواب سرشار سے جگانے کے لئے وہ میٹھی نیند سو گئی ہے!!!

آہ فاطمہ ہی نہیں ہے، وہ یقیناً حیات ہے اور حیات کے ساتھ خود اُس کی ابدی زندگی بھی ہمیں تسلی دے رہی ہے، ہمارے رنج و غم کو ہلکا کر رہی ہے، میں کتنا ہی اپنے دل بیقرار کو سمجھاتا ہوں لیکن وہ نہیں مانتا وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ زندہ ہے، اُس کی زندگی اب بے لوث ہو گئی ہے، وہ ہر قسم کی دنیوی تیرگیوں سے صاف ہو گئی ہے۔ صرف اُس نے اپنی جگہ بدل لی ہے، گویا ہمیں وہ یہ ثابت کر رہی ہے کہ دنیا عیش کا مقام نہیں، اور دنیا کی رعنائیاں دل لگانے کے قابل۔

فاطمہ کے کھیلنے کودنے کے دن تھے، چہلیں کرنے کا وقت تھا، وہ یک بیک قبر جیسی تیرہ و تار کوٹھری میں عزلت نشین کیوں ہو گئی؟ آہ وہ ہمیں بتا گئی کہ دنیا کی سرزمین رہنے کے قابل نہیں ہے، دنیا کی کوئی لذت اپنے اندر بقا و استحکام کا ذائقہ نہیں رکھتی، دنیا کی ہر لذیذ اور خوشگوار چیز اپنے پہلو میں فنا یا فراق کی تلخی ضرور لیے ہوئے ہے جس سے ہر لذت آشنا کو آشنا ہونا ناگزیر ہے۔

آہ فاطمہ، پیاری فاطمہ، ہم لوگوں کی گندہ معاشرت، سقیم زندگی اور شرمناک حرکات قابل افسوس اعمال، کے بار سہار نہ سکی، وہ نازک تھی، نزاکت اُس کا خمیر تھا، کڑھ کڑھ کر چلی گئی ہے، گویا ہماری موجودہ سوسائٹی اُس کے قابل نہ تھی، آہ فاطمہ جان سے عزیز فاطمہ معصوم تھی، عصمت اُس کی سہیلی تھی، ہماری گناہ میں آلودہ و سرشار اور عصیاں میں گھری ہوئی زندگیاں اُس کا دل نہ بہلا سکیں، وہ ایسی سیہ کار دنیا میں رہنے کی تاب نہ لا سکی، اسی لیے ہماری بیچینیوں اور بیکلیوں کا احساس کئے بغیر ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو گئی۔

آہ پیاری فاطمہ ایسی روٹھی کہ ہمیشہ کے لئے منائے نہ مانے گی کاش ہماری محبتوں

اُس کے حریم قدس کی پروردہ روح کے لئے دل بستگی کا سامان بہم پہنچا سکتیں، تو وہ یون منہ پھیر کر خلاف وقت خلاف موسم چلی نہ جاتی، آہ اپنے عما (عمر) کو، زکا (رقیہ) کو، عشا (عشمان) کو یون تڑپتا، دل گرفتہ اور تڑپتا چھوڑ نہ جاتی، ہمیں حقیقی محبت اُسکے ساتھ تھی اُسکو بھی ہمارے ساتھ اُتنی ہی محبت تھی، مگر وہ اُس کی محبت ہر آمیزش سے پاک و صاف تھی، اور ہماری محبت تیرہ و مکدر، گویا وہ یہ بتانے کے لئے ہم سے روپوش ہو گئی ہے کہ فاطمہ جیسی بے بہا نعمتون کے قیام اور بقا کے لئے ایک صاف باطن اور شفاف دل، پاک روح کی خاطر داریون کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ دنیا فاطمہ جیسی نور کی دیویون کے کرشمہ ناز سے خالی نظر آتی ہے۔ وہ سرچشمۂ حیات کے کنارے پر کھڑی کھیل رہی ہے، اور ہم لوگون کو اُسی سرچشمۂ حیات سے پانی پلانا چاہتی ہے، تاکہ ہماری یہ مستعار اور دو روزہ زندگی ہر قسم کے آلام و کدورت سے آئندہ پاک اور صاف رہے اے مرے بھیا!!! خدا بھاوج کو صبر جمیل دے۔ اور اُنکی جلتی ہوئی آنکھون کو گرم گرم آنسوؤن سے ٹھنڈی کر دے۔ تڑپتے ہوئے جگر اور بیتاب دل کو سکون اور قرار بخشے، آپ کو سکون! اور آپ دونون غم نصیبون! ... [illegible] ... ان کو اللہ صحت و عافیت زندہ و سلامت رکھے۔ [illegible] ... گی مگر اینما نعم البدل بھیجیگی انشاءاللہ ضرور ... آپکو اور بھاوج کو ثابت قدم رکھے اور طاقت ... [illegible] ... مگر پھر وہ دیکھے گا۔ اور ضرور دیکھے گا۔ دنیا اسی کا نام ہے، [illegible] ... ہو۔ اور زیادہ کیا عرض کرون۔

[illegible] دل بریان مگر [illegible]

غم نصیب حزین عثمان جعفری

حضرت رنگین کے نام

حیدرآباد دکن۔ ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

بزمِ معنی کے صدر نشین رنگینؔ! محفلِ سخن سنج کے مولانائے معنی آفرین!!

سلام نیاز خردانہ آداب، جیسے مین نظرون کے سامنے بجا لاتا تھا اور اس کے ایک مستانہ کیف سے خود نشہ مستی کا سرشار بن جاتا تھا، اسے اُجلے اُجلے دو دو ورق کے کاغذی پردون کی آڑ مین بجا لاتا ہون۔

بجا آوری آداب یا سلام تو اس کاغذ پر کئی نیلی نیلی سطرین کسی شکل مین سہی اور کسی صورت سہی، آپ کی نظر نظیر نواز تک پہونچا ہی دین گی، لیکن حیرت تو یہ ہے کہ خود اپنے "کیف مستی" کا مستانہ تماشا آپ کی نظرون تک پہونچانے کا کوئی ذریعہ نہین، کیونکہ میرا خیال ہو کہ الفاظ و حروف تو محض تمثال قالب ہین!! اگرچہ اکثر ارباب علم کا خیال ہے کہ وہ قالب ہین، مگر مین اپنے ذوق کو کیا کرون، قالبیت تسلیم کرنے کو کسی طرح راضی ہی نہین ہوتا۔ اور حقیقت بھی کم از کم میری بے مایہ نگاہ مین یہی نظر آتی ہے۔ قالب مین ایک حد تک اپنے قلب کے انعکاس کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً عالم قلب کے حسن و جمال کا پرتو ہے اُٹھاتا ہے۔ اور کسی جگہ پیکر ناز آفرین نظر آتا ہے۔ اور کہین پیکر بیجان، مگر افسوس اور آرزو بھرا افسوس تو یہ ہے کہ حرفون مین لفظون مین انعکاس حقیقت تو کیا نقل حقایق کی بھی اہلیت صحیحہ موجود نہین" چہ جائیکہ کیف دردنی" کی کیفیات، رقص طرب کا تماشا دکھانا، اس لیے میرے سلام نیاز کی صحیح اور اصلی تصویر کاغذی پردون کی تہون سے نظر آنی محال ہے، اور خالی خولی کاغذی سلام ہین۔ ع

وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی !!

گزشتہ عنایت نامہ کی یاد دلانا فضول ہے، رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے، چہ جائیکہ بیسوں راتیں درمیان آ چکیں، اور میں یاد دلاؤں بھی تو کیوں؟ وہ مولانا کا جوابی خط تھا جو میرے ایک نیازنامہ کے جواب میں بھیجا گیا تھا، اگرچہ مولانا نے مجھ سے ہر ہفتہ ایک عریضہ بھیجنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ اور میرا خود جی ہمیشہ چاہا کرتا ہے کہ ساتویں آٹھویں ایک پیام نیاز ضرور پیش کیا کروں مگر کیا کروں حیدرآباد کی فضا کبھی جی کا چاہا پورا نہیں ہونے دیتی، دل کی آرزو دل ہی میں رہ جاتی ہے، مصروفیت کا ہجوم نہیں اژدحام رہتا ہے گویا میں "مجسمہ کردار" ہوں کہ میرے لئے اس دوروزہ زندگی میں کاموں کا اس قدر تانتا بندھا رہتا ہے کہ سر اٹھانے کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے صرف اس سبب کتنی راتیں اور کتنے دن گزر جاتے ہیں کہ استدراک مزاج کا بھی شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ چودہ پندرہ دن ہوئے ضرورتاً بمبئی گیا تھا چار دن رہا۔ مراجعت میں اسٹیشن گلبرگہ پر جن عواطف اور جواذب نے کھینچا ہے، اور جس کشش کی کشاکش میں پڑا ہوں اس میں مولانا کا غالباً بڑا حصہ تھا۔ گر ناگزیر سبب سے قیام نہ کر سکا۔ ورنہ آرزو سے دید بر آتی، خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج وہاج مع الخیر والعافیت ہو اور ساتھ ہی وابستگان دامن بھی بعافیت و بخیر و خوش ہوں خاص کر ریحانۃ الدنیا۔ بی بی آپ بھی بحمدللہ آرام سے ہوں مسرور ہوں، بی کے بچے کے نئے جوڑے اُنکے معصومانہ اور پیاری محبت کے مزے اور لطف لطیف لوٹ رہے ہوں، شاید اسی وجہ سے کہ مجھے بھی آغاز سے بلی اور اُسکے مسکین بچوں سے بیحد اُنس رہا ہے، اسوجہ سے کہ مجھے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہایت ربط رہا ہے۔ اپنی عزیزہ بہن اور مولانا کے چشم و چراغ زندگی، ربیع حیات، یعنی

بی رابعہ سلمہا سے ایک خاص رابطہ یا اُن کی لطیف طبیعت سے ایک طرح کا خاص اُنس و خلوص پیدا ہوگیا ہے۔ خدا کرے اُن کی لطافتین روز افزون رہین - اور آپ جیسے شفیق ولی نعمت کے سایہ عاطفت مین اور اپنی امی جان کی آغوشِ اُلفت مین عمر طبعی پوری کرین اور رابطہ اوصاف ثابت ہون - آمین!

میری بہت سی دعائین فرمادی جائین - میرے یہان بھی تعطیل ہوگی مگر اس سال بھی قصد وطن نہین ہے، وہان جاکر اور درد مول لینا ہے - والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا، پریم کی دیوی کے ساتھ محبت و شفقت کے نظارون کا خاتمہ ہوچکا - اور اب جاؤن تو درد والم کے لئے، بے مہری وطن کا خدانخواستہ شکوہ سنج نہین، وقت ہے، اور حسن روئی اندوہ نہانی، اس وجدان کو کیا کرون!

چھ روزے ہوگئے، اچھے ہوئے ایک روز (روز اول) سحر کے بعد روزہ دارون پر رحمت باری کا نزول ہوگیا تھا پھر بوندا باندی دو ایک روز رہی پھر برسا برسایا نہین گرمی اچھی خاصی رہتی ہے، روزون کا تو شباب یہی ہے اور ہر چیز کا شباب ہی پیارا ہوتا ہے مجھے تو گرمیون کے روزے مزے دے جاتے ہین کیا ایسی گرمیون مین بھی اُم ہریرہ رابعہ بی روزے رکھتی ہین، آپ کی تراویح اس سال کہان اور کس مسجد مین ہوتی ہے -

نیاز کیش ازلی

خادم ابدی

عثمان جعفری
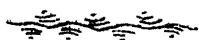
مولانا عبدالحق صاحب بی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے خطوط

مولینا عثمان جعفری ایم اے [illegible] حیدرآباد دکن کے نام

کیمپ مچھلی گاؤں - ۱۵ جنوری سنہ ۲۳ء

تحقیقی وغیرہ کا سلسلہ۔ آپ کا خط نہیں پہنچا اگرچہ میں اس سے قبل ہی آپکے متعلق سید علی اکبر صاحب کو لکھ چکا تھا آج پندرہ روز یا زیادہ ہوتے ہیں مگر اب تک انکا جواب وصول نہیں ہوا شاید وہ تحریر نہیں ہیں۔

آپ کے محبت آمیز خط اور اشتیاق کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں ہر طرح آپ کی مدد اور ہمدردی کے لئے حاضر ہوں لیکن آپ نے جیسا مجھے سمجھ رکھا ہے ویسا نہیں ہوں۔ بقول مولانا حالی ؎

جیسا نظر آتا ہوں نہ ویسا ہوں میں　　اور جیسا مجھے سمجھے ہیں ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے　　بس مجھکو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہاں آنے کے بعد آپ کو مایوسی نہ ہو مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کی صواب بین اور عیب پوش نگاہ میرے آڑے آئے گی مجھے خود بھی آپ سے صاحب ذوق اور صاحب علم کی ضرورت ہے، میں یہاں یکہ و تنہا ہوں اور جو کچھ بھی برا بھلا کر رہا ہوں میں کوئی میرا ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے۔ آپ کے آجانے سے مجھے بڑی تقویت ہو جائے گی۔ نظامت نے یہ عجیب قاعدہ قرار دیا ہے کہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ

مین تبادلہ کے لئے دونون صدرمہتمون کی رضامندی کی ضرورت ہے تاہم مین نظامت
مین لکھتا ہون شائد وہ تبادلہ کردین، اس عرصہ مین ممکن ہو کہ سید علی اکبر صاحب کا بھی
جواب آجائے۔
آپکا ہمدرد
عبدالحق

اورنگ آباد - ۲۳ فروری ۲۲ء

شفیقی دعزیزی سلمیٰ - آپ کا محبت نامہ پہنچا - آپ نے جن محبت آمیز الفاظ
مین یہ خط لکھا ہے، حیران ہون کہ اسکا جواب مین کیونکر ادا کرون، بہرحال آپکی اس عنایت
اور ارادت کا بہت ممنون ہون، آپ کے اشتیاق نے میرے شوق کو اور مشتعل کر دیا
ہے، اور مین چاہتا ہون کہ اس انتظار کا پردہ جہان تک جلد ممکن ہو اٹھ جائے، اگر یہ
معاملہ صرف دفتر نظامت تک محدود ہوتا تو اسکے طے کرنے مین ایک دن کی بھی دیر
نہ لگتی، لیکن اس مین صدرمہتمم صاحب کی بھی منظوری ضروری ہے اور یہی وجہ تاخیر
ہے تعجب ہے کہ میرا خط سید علی اکبر صاحب کو نہین پہنچا، یہ خط خانگی تھا سرکاری نہ تھا
کیونکہ خانگی خط کا اثر زیادہ ہوتا ہے، آج مین نے انہین پھر لکھا ہے، خدا کرے وہ
راضی ہو جائین، وہ آپ کے کام اور قابلیت سے بہت خوش ہین، اور ممکن ہے کہ
یہ سد راہ ہو۔

مجھے افسوس ہے کہ گلبرگہ مین آپ سے ملاقات نہو ئی: مین نے دو بار رنگین صاحب
سے کہلا کر بھیجا مگر نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ آپ نہ آسکے، ایک بار اورنگ آباد مین آپ سے
ملاقات ہوئی تھی اور اس کے بعد پھر آپ کی صورت دیکھنی نصیب نہوئی، میری
بدقسمتی ہے کہ گلبرگہ پہنچکر بھی آپ سے نہ مل سکا، اب سید علی اکبر صاحب کے خط کا منتظر

ہون مین حیدرآباد سے کل ہی واپس آیا ہون۔ اس وقت آپکا عنایت نامہ ملا اسلئے جواب مین تاخیر ہوئی۔

آپکا خیر طلب
عبدالحق

خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی سکرٹری انجمن اصلاح سخن کے خطوط

اکمل الشعرا مولوی کامل صاحب عظیم آبادی کے نام

لکھنؤ ۔ ۷ نومبر ۱۹۱۹ء

مولوی کامل صاحب۔ دعا۔ خلش سلمہ میرے پاس آئے تھے۔ میرے خیال مین دوسری طرح معنی خیز ہے جناب آسی غازیپوری کا مین شکر گزار ہون لیکن اس پیرانہ سالی مین مین شریک مشاعرہ ہو گیا۔ زمان حال کی تہذیب سے نابلد ہون اگلی تہذیب تو اب قصہ کہانی [illegible] اب جو رنگ مشاعرون کا سنتا ہون تو دل کانپ جاتا ہے پچھلی صحبتین بچھڑے ہوئے احباب یاد آجاتے ہین۔ اگلی تہذیب یہ تھی کہ مشاعرون مین بزم ادب کا لطف آتا تھا۔ ایک شخص تحت اللفظ غزل پڑھتا تھا لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے اور داد حسب آداب ہم حسب لیاقت دیتے تھے کوئی غلطی ہوتی تھی تو سب کے سب خاموش رہتے تھے۔ نو مشق پہلے پڑھتے تھے کہنہ مشق آخر مین۔

ایک صحبت کا ذکر ہے کہ نواب مظفر حسین صاحب فاخر مرحوم کے یہاں مشاعرہ
تھا، مولوی تقی میاں کامل کا پاؤں سُن ہو گیا۔ انھوں نے نواب صاحب سے عرض
کیا، نواب صاحب نے کہا کیا مضائقہ ہے پاؤں پھیلا دیجیے اول تو آپ بزرگ ہیں
دوسرے شکایت بھی ظاہر ہے انھوں نے پاؤں پھیلا دیا۔ سب شعرا نے مشورہ کیا کہ یہ امر
تہذیب مشاعرہ کے خلاف ہے اگر طرح دے جائے گی تو تہذیب باقی نہ رہے گی سب کے
سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ جناب کامل کی طبیعت ناساز ہے تو مشاعرہ بے لطف
رہیگا، ہر چند معذرت کی مگر قبول نہ ہوئی۔

قدیم مرحوم کا ذکر ہے ایک مشاعرے میں مرحوم شریک بزم تھے۔ ایک شاعر نے ٹوپی
اُتار کر اپنے دماغ کو ہوا دی۔ آپ نے غزل نہیں پڑھی اور منہ کر کے چلے آئے۔ اُس دن سے
مرتے دم تک کسی مشاعرے میں نہ گئے ؎

اے مصحفی میں رو دوں کیا پچھلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

اس تہذیب کو دیکھتے ہوئے تو مشاعرہ اب مشاعرہ نہیں رہا اور بہت سے کہنہ مشق
خوشگو شعرا گوشہ نشین ہو گئے۔ لسان الملک حضرت ریاض احسن اللہ ولد جناب فضل خلف
جناب امیر جناب انجم لکھنوی تلمیذ جناب امیر اور بہت سے شاعر شریک نہیں ہوتے
مجھے نہ گانا آتا ہے نہ تبانا اگر میر تقی مرحوم کی بھی غزل پڑھوں گا تو رنگ نہ دیگی اسلئے کہ
آجکل داد بقید علم موسیقی ملتی ہے پھر مجھ ایسے ناکارہ شخص کو مشاعرے میں بلانے سے کیا
حاصل دوسرے میں اپنی موجودگی میں اپنا کلام کسی خوش گلو سے پڑھوانا معیوب جانتا
ہوں ایسی حالت میں کیا آؤں کیا سناؤں۔

ہاں صاحب۔ روپیہ تو آپ کے حامد صاحب نہایت اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے صرف کرتے ہیں مگر اپنی اپنی رائے ہے کہ اگر ایک ہزار روپیہ اس مشاعرے کے سازوسامان اور شعرا کی آمد و رفت میں صرف ہوا ہوگا۔ اسی روپیہ میں انکے کئی دیوان چھپ جاتے جو ان کی یادگار رہتے۔ ستدیلہ کا مشاعرہ اتنا عظیم الشان ہوتا تھا۔ مگر آج کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔

میری تو رائے اس بارے میں بالکل جناب حامد کی رائے کے خلاف ہے بات یہ ہے کہ جب ہمارے گرد و پیش کے رؤسا ایسی باتوں پر خیال نہ فرمائیں گے تو ایک اکیلی ریاست حیدرآباد دکن کس کس صوبہ کے علمی کارناموں کی اشاعت میں حصہ لے سکتی ہے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جناب حامد کو اس طرح روپیہ برباد نہ کرنا چاہئے بلکہ کسی مفید کام میں صرف کر کے کچھ ملک کی زبان کی خدمت کرنا چاہئے۔

دعاگو

عشرت

مولوی اکمل الشعرا اکمل صاحب تسلیم

میں آپ کی غزل میں دیہ صلاح نہیں لکھتا میرے خیال میں آپ ان باتوں کو خوب سمجھ لینگے اگر کسی شعر میں کچھ عذر ہو تو ضرور دریافت کر لیا کیجئے میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں۔ میں نے جو باتیں بتائی ہیں وہ کچھ ایسی مشکل نہیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ مصرع بہت صاف با معنی لگاتے ہیں مگر بعض بعض مصرعوں میں اکثر جلی تعقید نظر آتی ہے۔ بندش سست ہوتی ہے اور حشو قبیح کی غلطیاں اکثر نکلتی ہیں۔

تعقید کی مثال۔ ؎

نہین مرغوب ہو گی فصل گل کی غیر موسم مین

یعنی فصل گل غیر موسم مین مرغوب نہو گی۔ اتنی سی بات کو اسقدر تبدل تحرف کے بعد لکھا۔

سستت بندش کی مثال۔ مصیبت کو جہان کی۔ یہ کو۔ کی مُخّل فصاحت ہے

بدل دی گئی۔

حشو قبیح کی مثال۔ ؎

کہ دیکھون آج ساقی کی مرے ہمت کہانتک ہے

اس مصرع مین آج اور میرے دونون حشو واقع ہوے ہین۔ ان باتون کا آیندہ خیال

رہے اگر اصلاح سمجھ مین نہ آتی ہو تو مین وجہ اصلاح بھی لکھدیا کرون۔

مین شیخ محمد جان شاد پیر دہیر کا شاگرد ہون جو گیارہ برس کے سن مین ملک الشعرا

میر تقی میر دہلوی کے پاس اصلاح کو غزل لے گئے میر نے اپنے بیٹے سید محمد عسکری عرف

میر کلو عرش کے حوالے کردیا۔ شیخ صاحب کا ایک دیوان عہد شاہی مین چھپا تھا۔

ایک حال مین جسکو پندرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے طبع ہوا۔

عشرت لکھنوی

۲۔ جولائی ۱۹۱۸ء

مولوی کامل صاحب۔

ادہر میری طبیعت نادرست تھی اور ابھی تک بالکل اچھا نہین ہون۔ تمھاری

غزل سرسری طور پر دیکھ کر بھیجے دیتا ہون۔ اُمید تو نہین مشاعرے کے وقت تک پہنچ

تاہم اپنی سی کوشش کرتا ہون۔

فک اضافت کو تم کیا پوچھتے ہو۔ جب ترکیب اضافی ہوتی ہے یعنی مضاف مضاف الیہ واقع ہوتا ہے اس وقت اضافت حذف کر دیتے ہیں اس کو فک اضافت کہتے ہیں۔ جیسے قلب سیاہ فارسی والے بدلکر سیاہ قلب بول جاتے ہیں یا جام بلورین کو بلورین جام کہتے ہیں تو اس طرح کا حذف جایز ہے اور اگر تربت مجنون کی اضافت کو حذف کرکے کوئی تربت مجنون کہے تو یہ ناجایز ہے۔

اب سنو! مضاف اور مضاف الیہ دو اسموں کے درمیان واقع ہوتا ہے فعل اور حرف کے درمیاں نہیں واقع ہوتا۔

روش کے چار معنی ہیں۔ ایک تو باغ میں مہندی کی قطار کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ ہر روش باغ کی گویا ایک صف قائم ہے یعنی مہندی کی قطار۔ دوسرے اس راستے کو کہتے ہیں جو باغ میں مہندی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب بہادر روش باغ پر ٹہل رہے ہیں تیسرے روش چال کو کہتے ہیں داغ کہتے ہیں ؎

وقتِ خرام ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

چوتھے روش حرف ہے بمعنی طرح۔ ع

پامال ہوتے ہیں گُل ہر ہر روش چمن میں

یعنی ہر ہر طرح پامال ہوتے ہیں اس میں روش کو چمن کے ساتھ کوئی تعلق اضافی نہیں ہے پھر مضاف مضاف الیہ کیسا اور اضافت کیسی اور فک اضافت کیسا۔

دعاگو عشرت

۲۲۔ جولائی ۱۹۱۸ء

مولوی کامل صاحب۔

تمھارا خط آیا طوفان نوح کی خبر لایا۔ بھائی وہان تو طوفان آیا اور یہان ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہ برسا صحیح لفظ گنجلک ہے گجلک نہین ہے جب کسی شعر مین زیادہ حرف تقطیع سے گرتے ہین تو کہتے ہین کہ اسمین گنجلک ہے بعض ناواقف تعقید کو بھی گنجلک سے تعبیر کرتے ہین مگر یہ غلط ہے۔

معشوق کے کسی واقعہ کو یا عاشق کے کسی حادثے کو نظم کرنا معاملہ بندی ہے جیسے ع

کیونکر اس کی نگہ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

دوسرا مصرع معاملہ ہے اور داغ نے معاملہ بندی کی ہے۔

شیوا بیانی شاعر کی صفت ہے، جو شاعر شعر کو صاف کرکے کہتا ہے اسکو شیوہ بیان کہتے ہین شیوہ کہتے ہین کام کو اچھی طرح کرنے کو۔

عشرت

۳۱۔ اگست ۱۹۱۶ء

لکھنؤ۔ احاطہ خانساماں۔

مولوی کامل صاحب۔ وعلیکم السلام

رباعیاں آپ ضرور لکھین، ممکن تھا کہ دو چار رباعیان مین لکھکر بھیجتا مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم خود [illegible] قادر ہوجاؤ۔ اس کا وزن یہ ہے۔ لا [illegible]

اردو کے دربار سے نکال کر پھینک دیا گیا اسی طرح حرکت مجہول اور معروف کی قید خلاف فصحائے عجم اضافہ کی گئی ہے اگر آزاد یا تمنا جمہور کے خلاف حکم دینگے وہ مقبول نہیں ہو سکتا۔

عشرت لکھنوی

۱۵ - دسمبر ۱۹۲۱ء

جناب منشی بہاری لعل صاحب مشتاق دہلوی تلمیذ حضرت غالب کا

خط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

مکرمی

تسلیم و نیاز کے بعد عرض یہ ہے کہ الموڑہ آکر حاضر خدمت ہو کر آپ کی مدح میں مولانا حالی نے جو رباعی رقم فرمائی مجھے بیحد پسند آئی آپ کی تازہ غزل سنکر جو فرحت مسرت ہوئی اسے بیان نہیں کر سکتا مگر اسی زمانہ میں مزاج مبارک جیادہ اعتدال سے منحرف تھا یہ تردد تھا اس وقت رفع ہو کہ جب آپ صحت یابی کا مژدہ رقم فرمائیں اور نشان مذکورہ بالا پر آپ کا عنایت نامہ مسرت ورود لائے اور اس میں رقم ہو کہ آپ کے والد ماجد کے نام جو مرزا غالب کے خطوط ہیں انکی نقول کے واسطے کاتب کو ہدایت کر دی گئی ہے تاکہ پہلے خطوں کے تلف ہو جانے کا رنج رفع ہو جائے۔

ہاں خاکسار جب آپ کے ہمراہ رکاب نینیتال گیا تھا اور وہاں تذکرہ شعراء کی جلدیں دیکھی تھیں لیکن میں انکا نام بھول گیا ہوں۔ آپکو یاد ہو تو مطلع فرمایئے تاکہ اپنے عزیز کے کتب خانہ میں دیکھوں جہاں آجکل میں قیام پذیر ہوں۔ عزیز موصوف

کا نام لالہ سری رام ایم اے ہے خمخانۂ جاوید شعراء کا تذکرہ ایسا لکھا ہے کہ اب تک آپ ایسی
شعراء کے حال کی تاریخ نگاہ سے نہیں گذری، نہ ترتیب ہوئی۔

خاکسار بہاری لعل

۹ جون ۱۹۲۸ء

مولوی نواب علی صاحب نواب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خطوط
[illegible]الف کے نام

بڑودہ ناگر واڑہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء

کرمی تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا اور ساتھ ہی مرقع ادب کا ایک نسخہ بھی۔
یاد آوری کا شکریہ۔ اپنی اعتراضات علیحدہ لکھکر خط کے ساتھ ملفوف کرتا ہوں۔

حضرت زاہد نے آپ کو لکھا کہ صفحہ ۱۰۲ کی آخری سطر کو میں نہ دیکھوں۔ میں نے
سب سے پہلے اسی سطر کو دیکھا۔ کیوں نہ دیکھتا ہمارے جد امجد سے کہا گیا کہ باغ عدن
میں جو جی چاہے کرنا لیکن اس درخت کو نہ چھونا مگر انھوں نے چھو لیا یعنی مزہ سے
خوب چکھا پھر میں اس سطر کو کیوں نہ مزے سے بار بار پڑھتا۔ حضرت میں آدمی ہوں فرشتہ
نہیں ہوں۔ الانسان حریص فیما منع۔

زاہد نے میرے چند خطوط آپ کو دیدیے۔ غضب کیا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی
پبلک کے سامنے پیش ہوں گے۔ زاہد کا گرچہ لفٹنٹی کے دفتر سے تعلق ہے لیکن اب مجھے
یقین ہو گیا کہ حضرت کا تعلق کراماً کاتبین کے سی آئی ڈی سے بھی ہے میں خوش تھا

رجب قیامت مین حساب وکتاب ہوگا تو مین جھٹ یہ شعر پڑھ کر بری ہو جاؤنگا۔

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

مگر اب ڈرتا ہون کہ کہین میان زاہد جنکو مین اپنا آدمی سمجھتا ہون وہان بھی کوئی پرچہ پیش نکردین جناب اب آپ بھی زرا ہوشیار رہیے اور زاہد کو سمجھ بوجھ کے خط لکھا کیجیے۔

مین نے زاہد کو لکھا ہے کہ اپریل کے پہلے ہفتہ مین لکھنؤ آؤنگا کیا اُنکے ساتھ آپ سے بھی وہین ملاقات ہوسکتی ہے۔ فقط والسلام

نواب علی عفی عنہ

مرقع ادب

مرقع ادب زمانۂ حال کے مشاہیر کے اُردو خطوط کا ایک نہایت دلچسپ معنی خیز اور مفید مجموعہ ہے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور اپنی آپ مثال ہے۔ لائق مصنف نے نہ صرف اُردو لٹریچر کی ایک بیش بہا خدمت سرانجام دی ہے بلکہ ایک ایسا قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہے جو آیندہ زمانہ مین جب مشاہیر حال کی سوانحعمریان لکھی جائینگی نہایت کارآمد اور پُرازمعلومات ثابت ہوگا۔ کیونکہ بہت سے مکاتیب ایسے جمع کئے ہین جو اِن مشاہیر کی پرائوٹ زندگی کا آئینہ ہین اور جنکی نسبت کاتب کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی پبلک کے سامنے پیش ہونگے۔

اس مجموعہ مین مختلف رنگ کے خطوط جو زبان اُردو کے آسمان پر قوس قزح

کی طرح جلوہ گر ہین شیدائیان اُردو تو یہ بہار ضرور ہی دیکھین گے لیکن ہمارے وہ نوجوان تعلیم یافتہ جو اپنی مادری زبان مین خط و کتابت کرنا فیشن کے خلاف سمجھتے ہین بیچارے بوجوہات خود ہی معذور رہین انکی بھی آنکھین کھل جائینگی انشا امید ہے کہ وہ اس پُرلطف مجموعہ سے ضرور مستفید ہونگے یہ کتاب اس قابل ہے کہ سررشتہ تعلیم اس کی خاص طور سے قدر کرے اور لائق مولف کی ہمت افزائی کی معقول سبیل کرے لائق مولف سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جو بے شبہ نہایت مفید ہے جاری رکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ انکی بیش قیمت ادبی خدمت خاص و عام مین ضرور مقبول ہوگی۔

نواب علی

بڑودہ سناگرواڑہ - ۱۷ - جولائی ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم۔

یقین مانیے روز ارادہ کرتا تھا کہ آپ کے محبت نامہ کا جواب لکھوں لیکن نوبت نہین آئی تھی آج اس وقت آپ کا دوسرا عنایت نامہ پہنچا۔ تذکرہ کا لطف آیا الناظر مین آپ کے مشاعرہ والی غزل پڑھی ماشاءاللہ بہت مزہ دار اشعار ہین۔ اُمید ہے کہ آیندہ پرچون مین آپ اپنا کلام شائع فرماتے رہین گے۔ مرقع ادب کے دو نسخے میرے نام روانہ کیجیے قیمت وصول کرکے روانہ کرونگا۔ میری کتاب پر مولانا شرر جولائی کے دلگداز مین ریویو لکھین گے۔ اپنے خط مین انھون نے بہت کچھ پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ ریویو معرکۃ الآرا ہوگا۔ الناظر مین آپ شرر کے ریویو کے بعد کچھ لکھئے گا۔

دس جلدین الناظر یک ایجنسی مین روانہ کرتا ہون۔ بعد فروخت اور طلب کریجیے گا

کمیشن کی شرح کیا ہے میری تالیفات علی گڈھ بکڈپو میں پچیس فیصدی کمیشن پر جایا کرتی ہیں۔

معاملات تو ہو چکے اب فرمایئے کہ آپ کی فرمائش کا کیا جواب دوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا معاملہ ہے معارج الدین کے موضوع پر غور کرنے سے آپ کو میرے کام کی اہمیت، وسعت و انہماک کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ ایسی حالت میں الناظر کے واسطے نظم لکھنا معلوم۔ دوسرا حصہ آجکل لکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسری کتاب تاریخ صحف سماوی بھی جس میں توراۃ اناجیل اور قرآن مجید کے جمع و ترتیب وغیرہ پر مفصل بحث ہے لیکن چونکہ آپ اس مرتبہ زبان سے کہہ چکے ہیں۔ اس لئے ایک نظم جو میں نے اس سفر میں الہ آباد سے واپس آکر لکھی تھی بھیجتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ زاہد نے اس مرتبہ اپنے چند احباب شفیق الحسن علوی کاکوروی احسن و حمید الہ آبادی وغیرہ کے ہمراہ مجھے جمنا کی سیر دکھائی۔ کشتی پر ستار، نغمہ سرائی، نظر بازی غرضکہ مختلف دلچسپیاں پیدا کی گئی تھیں جن کا فوٹو ان اشعار میں کھینچا ہے۔

سنگم کی سیر

کشتیِ عمرِ رواں پھر سوئے جمنا ہو رواں — نگہ شوق دکھا پھر مجھے سنگم کا سماں

وہ شفیق آتے ہیں مانند نسیم سحری — زاہد خستہ ہے بلبل کی طرح زمزمہ خواں

یاد آتا ہے بہت نغمۂ جان بخش حمید — وہ نشانہ ترا احسن کہ قضا کا فرمان

لو وہ سنگم نظر آتا ہے عجب رنگ سے واہ — چاک گنگا کا گریبان ہے جمن کا دامان

نیلگوں رنگ جمن اگر ہے رنگِ گنگا — دیویاں حسن کی شاید ہیں تہِ آب نہاں

ملتے جاتے بھی ہیں اور ملنے سے انکار بھی ہے — وصل میں فصل کی اک صورت دلکش ہے عیاں

چھپکے ملتے ہین نظر آتے ہین ظاہر مین الگ
کہین ملنا علانیہ نہ کبھی ہوا ہے یہ کہین پنہان

گو ہین پیوست بہ دل پھر بھی کنارہ ہے مگر
ذہن مین بیٹھے ہین کھلتے نہین [illegible]

دو تہ کیا عالم برزخ کا کھنچا ہے نقشہ[1]
آیہ یلتقیان یون ہوا ہے ورد زبان

اپنی ہستی کو مٹا دیتے ہین جب عاشق
ملکے گنگا سے جمن ہو گئی بے نام و نشان

دل مضطر بھی بیتابیان ابتک ہین
دیکھا اس راہ مین جینا ہے [illegible]

زاہد و آتن نواب شفق آ او ادھر
ناؤ منجدھار مین ہے ہمت مردان یاران

ڈگمگاتی ہے بہت کشتی ایام شباب
ناخدا مست ہے فتنون کا ہے اٹھا طوفان

چھٹنے لڑنا ہے جسے [illegible]
ہان مگر تیر کسی صورت ہوا پار امان

خیر تم سے جلوہ قدرت کا تماشہ دیکھو
لیکن اس راہ مین جینا نہ [illegible]

شل آئینہ ہے [illegible] دل اپنا ہمدم
گرچہ ہون جلوہ فگن سیکڑون [illegible]

پاکبازی کا تجھے شیخ جو دعوی ہے تو ہو
ہم تو انسان ہین خطا وار ہے ہر ایک انسان

سر کے بل چلتے ہین ہم گنگ جمن کے مانند
سیل کی طرح رواں [illegible]

زندگی جسم کا اور جان کا ہے سنگم نواب
دیکھ لے دیدہ باطن سے [illegible]

یہ نظم الناظر کے لئے بھیجتا ہون۔ اور جو زبان سے آپ کہہ چکے ہین اس کو گنگ جمن کر دکھایئے۔ مگر للہ اب تو ایسا دعوی نہ کیجئے گا ورنہ مجھے سخت وقت پیش آئے گی۔

گزشتہ ماہ مین میرے ایک دیرینہ کرم فرما نے ایک خط لکھا تھا جس مین میری [illegible]

---

[1] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔

قلمی اور احباب فراموشی کی شکایت تھی۔ میں نے اُس کے جواب میں یہ قطعہ لکھدیا تھا۔ یقین ہے آپ اس کو بہت پسند کرینگے۔ اور ناظرین میں شائع کرسکتے ہیں بشرطیکہ آپ اپنے قلم سے اس کی توضیح و شرح بھی شائع کریں۔

گو محبت دیرینہ بھی کی درہم و برہم — بگڑا نہ کچھ اے چرخ ستمگار ہمارا

عکس رخ احباب ہیں سینہ سے لگائے — البم ہے محبت کا دلِ زار ہمارا

نیاز آگیش

نواب

اعتبار الملک حضرت مضطر خیرآبادی کا خط

مولانا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کے نام

جناب جعفری سلام مسنون!

آپ کا خط جسکو دوسرے الفاظ مین آپ کے خیالی جذبات کا نمونہ کہنا چاہیے
غیر متعارفانہ حالت مین اس تعارف معنوی کو ساتھ لیکر میرے پاس پہونچا جو بجواری
کی خوبصورت ڈوریون سے بندھا ہوا تھا ۔ نہ مین اس قابل ہون کہ نا خدائے سخن بنکر
دریائے نظم کی موجون کے تھپیڑون سے کسی ڈوبنے والے کی کشتی امید کو بچا سکون
نہ اس لایق کہ گرداب آرزو کی چکر کھانے والی ناؤ کو ساحل نجات کی طرف جانے
کو کوئی سہارا دے سکون، ہدایت و رہنمائی کے کھیے اور تعلیم عہدہ برائی کی بلیان جو ہاتھ
مین تھین وہ قلزم سخن کے ناپید اکنار منظرون نے عرصہ ہوا کہ گوشہ ترک مشاغل مین
رکھوا دین، بادبان استدراک پھٹے پرانے کپڑے اب تو اس قابل رہ گئے ہین کہ زخم
ہن کے پھاہون کے کام مین لے لئے جائین تاہم جو امداد اصلاح شعر مجھ سے ممکن ہے
وہ مین آپکو بدل دے سکون گا۔ اگر آپ کوئی مضمون لکھا کرین تو شوق سے دکھا لیا کرین
نظم کی اصلاح اور اس کی واپسی بعد اصلاح میرے خیال مین کچھ ضروری نہین ہے۔

العاقبة بالخیر واللہ معنا و معکم اینما کنا و کنتم

مضطر تاب اللہ علیہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

لشکر گوالیار

ایم مہدی حسن افادی الاقتصادی مرحوم کے خط

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی کے نام۔

الہ آباد

جناب والا! تسلیم [illegible] عروس جمیل لباس حریر" لاجواب نکلا،
[illegible] کے ساتھ صنعت [illegible] کا اچھا خاصہ مرقع ہے جو یہاں اس سے
[illegible] آپ کی نزاکت خیال میری آنکھوں سے آنسو بنکر ٹپکی لیکن
[illegible] آپ کی تحریر سے دل کو چوٹ لگتی ہے۔ جیسے
[illegible] ہو۔ آپ لکھتے نہیں دونوں ہاتھوں سے کلیجا نکالتے
[illegible] ...... [illegible] ناصر کتنے ایک ایک کو یاد نہیں کے دفعہ پڑھا اور ابھی

[illegible] اچھی رہی، آپ نے جن ٹکڑوں کی
[illegible] دل پر نقش ہو گئے جس طرح چھری گلے مل کر تڑپ کر
[illegible] آپ کی تحریر آشناؤں کو مل کر مارتی ہے۔ آپ کے قلم
میں زبان کی جگہ چھری تو خنجر [illegible] سبھی کچھ تو ہے، خدا ہی ہو جو جان بچے......
[illegible] عنوان زندگی کے لحاظ سے میرے ڈھب کا تھا جس پر لوٹ لوٹ ہو گیا!
[illegible] جب [illegible] پھر کر [illegible] کے نئے کھڑی ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ چاہتی ہے کہ کوئی
[illegible] کتنا اچھوتا خیال ہے "دائرہ ادبیہ" آپ کی نظر سے گزرا اور نہ
آیا یہ میرے [illegible] کا بہترین حصہ تھا جو آپ سے زبردست انشا پرداز کے ہاتھوں لگ گیا

"کھلی چٹھی نے مار ڈالا اس کام کے لئے نیچر جلدی کر رہی ہے تو اپنے ذمہ [illegible] نہ لو - میں تم سے جیت نہیں سکتا تم نے اپنے مضمون میں جوانی کا زور دکھایا ہے -

کیا بتاؤن ان فقرون نے مجھپر کیا ستم ڈھایا!

آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لئے مستقل عنوان چاہتا ہے میں اس لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہون اس لئے جستہ جستہ داد دیتا رہون گا -

آپ کا فدائی

مہدی - ۲ نومبر ۱۹۰۹ء
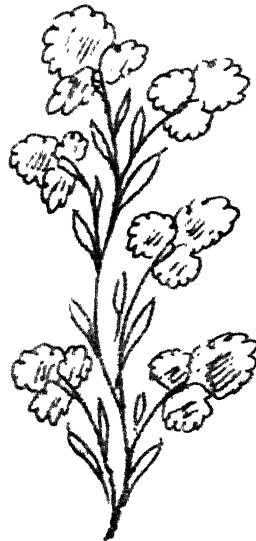
انشاپردازی کا دورِ جدید

حکیم برہم صاحب اڈیٹر مشرق گورکھپور کے نام

پیارے برہم! مین دیکھتا ہون "مشرق" موضوع اخباری کے لحاظ سے نسبتاً
اور پرچون کے مقابلہ مین اس قدر سطح فایق ہے کہ مین نہین جانتا کہ غور کرنے پر بھی
کوئی نئی بات کہہ سکون گا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ اس کے قوام مین بہتر سے
بہتر اجزا سے مدد لیتے ہین جو لایق حصول ہو سکتے ہین لیکن اس وقت مجھے اس کی
ایک حیثیت اضافی یعنی انشاپردازی پر مختصراً کچھ عرض کرنا ہے، کچھ دنون سے آپ نے
لٹریچر کے بعض نازک مسائل چھیڑ دیے ہین آپ کی دلچسپ عالمانہ تنقید کے سوا بہری
کا پہلا مضمون نہایت قابلیت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مشرق مین
ایک مستقل بعنوان "دائرہ ادبیہ" قائم کیا جائے جس کے تحت مین شایقین ادب کی نکتہ
سنجیان بیکہ یافتی رہین، آپ کے ساتھ اگر اور صاحبون نے بھی توجہ کی تو اس سلسلہ
کا جاری رکھنا بڑی بات نہین۔

مین اس لحاظ سے کہ آپ میری تحریک کو محض زبانی جمع خرچ نہ سمجھین اپنے
خیالات کی پہلی قسط بھیجتا ہون جس کا موضوع سخن ناصر علی کا اردو لٹریچر ہے جنکو
پاکیزہ خیالی اور بندش بیانی کی نسبت مجھے اصرار ہے کہ ملک کی انشاپردازی مین
امتیاز خاص رکھتی ہے اور ظلم ہے اگر اردو کے آشنا اس کے کمالات کی داد نہ
دیجائے جس کا فیاضانہ اعتراف خود لٹریچر کے فرایض مین سے ہے، آپ نے میری

ایک سرسری تحریر کو پچھلی دفعہ اس قدر چمکایا کہ میں دیکھتا ہوں مجھے بے تکلف بنا پڑا جس کے آثار آپ کو ان اوراق پریشان میں ملینگے جو بھیج رہا ہوں۔

آپکا فدائی

نہٹور، ۱۷ ستمبر ۱۹۰۹ء

"دائرۂ ادبیہ"

بخدمت جناب خان بہادر سید ناصر علی صاحب بالقابہ اڈیٹر صلائے عام دہلی

جناب من! یاد فرمائی کا شکریہ! پرچے دیکھے: مدت کی چوٹ جو دل کا چور بنی ہوئی تھی ابھر آئی آپ کے لٹریچر کا میں اُس وقت سے دلدادہ ہوں جب لٹریچر کا صحیح مفہوم بھی میرے ذہن میں نہیں تھا کم وبیش بیس برس ہوئے جب آپنے ایک وضع خاص پر لکھنے پڑھنے کا مشغلہ جاری کیا یعنی "تیرھوین صدی" میں داد سخن دی "تہذیب الاخلاق" کے ساتھ ساتھ آپ نے جس ٹھاٹھ سے دھواں دھار مضامین لکھے اور سرسید کے لٹریچر پر جس سلیقے اور سخن گسترانہ شوخیوں سے آپ نے انتقادات کی ٹھہرائی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اردو لٹریچر کی جان ہیں۔ آج سنجیدگی اسقدر رہ گئی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ملک کے نامور اہل قلم آپ کے گزشتہ کمالات کی داد دینگے۔ لیکن میں کھل کر کہتا ہوں کہ آپ نے اُس وقت انشاپردازی کو چمکایا جب بہتوں نے قلم بھی ہاتھ میں نہیں لیئے تھے۔ آپ کا ادبی مذاق اور ایک خاص طرح کا مادہ اختراعی (اوریجنیلٹی) دراصل آپ کے اولیات میں داخل ہونے کے لائق ہے!

موجودہ نسل تمام تر تہذیب الاخلاق کے ادبی دور کی پیدا کردہ ہے جب آپکے

اشباب تھا اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے "تیرھوین صدی" مین بلاخوف تردید

ہون کہ آپ کا عنصر غیر فانی ہے لیکن افسوس ہو آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ جس سے

نون دماغی سابقے رہے وہ ہیئت مجموعی کتابی صورت مین جلوہ گری کا حق رکھتی

پاکیزہ مجموعے کی ترتیب سے اُردو ادب العالیہ (کلاسیکس) مین آپ کی طرف سے

ایک قیمتی اضافہ ہوتا۔ جو یادگار زمانہ رہتا۔ آپ معاف فرمائین گے یہ بدترین

تھی جو آپ اپنی کر سکتے تھے۔ یہ خیال قطعاً صحیح نہین ہے کہ ملک مین اچھے لکھنے

پیدا ہو گئے ہین، نئی نسل کو آپ کی اُردو سے کچھ واسطہ نہین ہے نہ ہیئت مجموعی

مین یہ صلاحیت ہو کہ وہ آیندہ کچھ کر سکے۔ صاف بات یہ ہے کہ جس لٹریچر پر آپ

ہوے ہین سرے سے اس کی جان ہی کے لالے ہین جس زبان کی حیات طبعی

ھے نذیر احمد اور حالی اور شبلی کے دم تک ہو وہ بہ مشکل کب تک

سکتی ہے؟ آپ سے کچھ امیدین تھین مگر اس وقت تک آپ کا صحیح مصرف کچھ

معلوم ہو سکا ستا تھا لٹریچر بڑھاپے مین جوان ہوتا ہے لیکن مین دیکھتا ہون کہ آپکے

تھ آپ کی طبیعت کا رنگ بھی کچھ بدل سا گیا ہے یعنی خیالات مین ایک طرح کی بے نمکی

جاتی ہے اور وہ بات نہین رہی جو کچھ پہلے تھی شاید اس لئے کہ تہذیب الاخلاق

طرح کوئی چیز اُبھار پیدا کرنے والی نہین رہی یعنی جذبات کے اُکسانے کا سامان

ہین رہا۔

ملک مین اچھے لکھنے والے کم ہین ان مین بھی تھوڑے ہی ایسے ہین جو آپکے

ملک مین دو سطرین بھی لکھ سکین مرحوم ریاض (خدا اُسے مدتون زندہ رکھے) اور

جم شہر ہی کے دل سے پوچھئے، ناصر علی پھر کہان؟ صلاے عام کی ترکیب باوصف

کسی اور کے بس کی چیز نہین اور سچ یہ ہے کہ آپ فن کے اختصاصی (اسپلسٹ) ہین۔
مین آپ مین یونانیون کی سی لطافت خیال پاتا ہون، آپ کی چشم سخن جہان
"جنس لطیف" اور اس کے متعلقات کی طرف اشارے کرتی ہے وہ نزاکت خیال کی
آخری حد ہے "تیرھوین صدی" مین بہتیرے نشتر ہین جو آج تک دل مین چبھ رہے
ہین ابھی ابھی ایک فقرہ نظر سے گذرا "یہ پان اُنکے لئے ہے" بے اختیار جی بھر آیا
اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے، پوچھئے تو بتا نہین سکتا لیکن کچھ تو ہے جو دل پر چوٹ
لگی رکھ رکھاؤ اتنا تو ہو ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔
بوڑھے حالی جو شاعرانہ جذبات کے ساتھ بھی عورت تو خیر "چھوٹے چھوٹے
کپڑے" سے گھبراتے ہین اس قسم کی نزاکت خیال کو پسند نہین کرتے لیکن انشاپردازی
ان سے کبھی قطع نظر نہین کر سکتی، شوق کی مثنویون مین سے اگر زوائد کو نکال ڈالئے
تو جو کچھ بچ رہے گا فلسفۂ اخلاق کی جان ہو گا ؎

یاد اتنی تمھین دلاتے جائین
پان کل کے لئے بناتے جائین

ان سیدھے سادے مصرعون مین جو رکھ رکھاؤ ہے کسی رازدار فطرت سے پوچھئے۔
کیا دنیا کی شاعری اِس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ یورپ مین جو آج بڑے پایے کے
لکھنے والے ہین اُنمین مذاق حُسن پرستی اس قدر رَچ گیا ہے کہ قریب قریب اُن کی
ہستی کا ایک جزو ہو رہا ہے، عورت جسے "خواب طفلی اور آرزوے شباب" کہئے۔

"ہر بات تری فسانہ حسن"

ہیئت اجتماعی (یعنی سوسائٹی) کی روح رواں ہو رہی ہے جس سے کوئی شائستہ

طرزِ تحریر دست بردار نہیں ہو سکتا۔ آپ ان نزاکتوں سے خوب واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ "عکسِ رُخ موتیوں کے دانوں میں"

صنفِ نازک آپ کے دائرہ تحریر میں کسی نہ کسی حیثیت سے آہی جاتی ہے۔ مہرالنسا کا وہ واقعہ کس قدر دلچسپ ہے جب اس نے باغ کی ایک روش پر جہانگیر کے ہاتھ سے کبوتر لیکر چھوڑ دیے تھے پروفیسر آزاد نے جس خوبصورتی سے اس کو دکھایا ہے انشاپردازی کو اس سے بہتر الفاظ آجتک نہ مل سکے۔ آپ وہ سماں دکھائیے جب مہرالنسا جوان بیوہ کی حیثیت سے شاہی محل میں رہنے سہنے لگی ہے لیکن ہاے وہ حسنِ افسردہ جو خود اپنی توتوں سے واقف ہو۔ خوب جانتی تھی بجلی کدھر گرے گی ؎

شب امیدیہ از روز عید می گزرد

کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتم

جہانگیر ایک روز اس کے کمرے میں جا نکلا جو ضیائے حسن سے شیش محل ہو رہا تھا خوروش کنیزوں کی زرق برق پوشاکیں آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں اور فطرت کی لاڈلی "ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز" نہایت سادے باریک لباس میں تھی لیکن شیشہ کی طرح صاف صاف جسم جھلک رہا تھا ؎

کلائی وہ نازک سی ہیرا تراش

وہ محرم میں سربستہ اک راز فاش

"مقیاس الشباب" کی سرکشی بتا رہی تھی کہ وہ دستانے کی طرح چھبی محرم سے زیادہ اودی اودی رگوں کے پیچ و خم اور اعصاب کی قدرتی کھینچ تان کی ممنون ہے۔ اس پردہ کافوری برہنہ حصہ فقط اخیال کے لئے کیا باقی رہا غرض مہرالنسا عالم تصویر بنی ہوئی

تھی شاہی نگاہیں جم کر حسن سراپا کا جائزہ بھی نہ لینے پائی تھیں کہ ایک کہربائی قوت نے
بجلی کے تاروں میں نہیں زلف عنبرین کے پیچوں میں "جہان پناہ" کو جکڑنا شروع کیا،
شاہانہ تمکنت نے دیکھتے دیکھتے حسن گلوسوز سے شکست کھائی جہانگیر سے ضبط نہ ہو سکا دل

کا چور زبان پر یوں آیا۔

تمھارے اور تمھاری باندیوں کے لباس میں کیوں فرق ہے؟ اس کا جواب جو

کچھ ملا اسی کا حصہ تھا جو آگے چل کر نور جہان ہونے والی تھی۔

جی میرا لباس لازماً اوروں سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ اسے شاہی خواہشات

کے زیر اثر ہونا چاہیئے" ذرا دیکھئے کتنا کیا کہہ گئی جتنا کہا نہیں اس سے زیادہ تخیل کے

لئے گنجائش چھوڑی۔

ایک فلسفی نے کیا چبھتی ہوئی بات کہی کہ "دنیا میں جہاں کہیں حسین عورت ہے

میری رشتہ دار ازلی ہے یہ تعلق فرد انسانی میں ہمیشہ ہے اور وراثت طبعی کے قاعدے

سے ہمیشہ رہے گا ہماری تمھاری خاک سے اور اٹھیں گے اور یہ سلسلہ قائم رہے گا"

وہ کہتا ہے "مجھ کو صرف ایک تخیل کی ضرورت ہے جو فانی زندگی کا ایک خیالی

سہارا ہو اور اسی پر نہایت خوشی سے قانع رہوں گا۔ کیونکہ معلوم ہے دنیا دیکھنے کیلئے

ہے برتنے کے لئے نہیں ہے۔

اس قسم کے بہتیرے نکتے ہیں مگر کہاں سے کون؟ آزاد جیتے جی مر گئے آپ باتوں باتوں

میں ٹالنا چاہتے ہیں، کیا اچھا تھا اگر آپ بیسویں صدی کا مناظرہ لکھتے "اخوان الصفا"

کے رنگ میں ایک خیالی مجمع نفسی، لٹریری اکیڈمی ترتیب دیجیئے پورا ادارہ جوان کر دے

بحث یعنی اخلاقی، مذہبی، افادی، اقتصادی اور فلسفی وغیرہ مختلف الموضوع عناصر

اگر جمع ہو گئے اور ان بھون مین آپس مین دماغی ٹکر ہوئی تو لطف اٹھائے گا۔ کچھ نہ بھی
خیام کے فلسفہ پر ریویو کر ڈالے اور جو پتے پتے کی کہہ گیا ہے نا آشنایان حقیقت کو سمجھا
دیجئے بیچارہ یورپ کے ہاتھون جی رہا ہے ایشیا مین بے طرح اس کی مٹی خراب ہو
نقد لوگ اُسے ہاتھ بھی نہین لگاتے نہ جاننا بھی مزے کی بات ہے اس قسم کی سرد
مہربان لٹریچر پر ایک بدنما داغ ہین۔

آجکل سرمایہ دار وہی سمجھا جاتا ہے جو تھیلیون کے جمع کردہ مواد مین تصرف بیجا یا
بجا کر سکے، آپ مین وہ اختراعی کی [illegible] مواد موجود ہو یورپ سے لیجئے اور خیالات
کو پھیلا کر بیٹھئے اور لیجئے غزالی اور [illegible] بہت دلچسپ تھا۔ لیکن ضرورت
تھی کہ زیادہ پھیلاؤ نہ دینا اور نگے پلٹے مسائل مین کچھ رہ جاتا مختصر یہ کہ جس پیمانہ پر آپ
لکھ رہے ہین میرے توقعات اس سے کہین بڑھے ہوئے ہین۔ اور یہ امر آپ کی عظمت
کے ثبوت مین جو نری باتون سے خواہ وہ کتنی ہی پیاری ہون اگر بار بار دہرائے
تو جی اُکتا جاتا ہے استعداد موجود ہے مضامین کی جگہ ایک آدھ لکھئے لیکن ذرا جی لگا کر۔
کم سے کم ایک مضمون خالص فلسفیانہ رنگ مین ہو جسے ہمیشہ لکھ رکھاؤ کی حیثیت سے آپ
اختراع فایعہ (ماسٹرپیس) کہہ سکین؛

نئے گروہ سے کچھ امید نہ کیجئے، ان کے ہان اس وقت تک صحیح علمی مذاق کا پتہ
نہین، نہ پڑھنا لکھنا ضروریات زندگی مین داخل ہے۔ قومی لٹریچر سے بیگانگی جیسا
اس سے پہلے کسی موقع پر لکھ چکا ہون اور سچ تو یہ ہے کہ انگریزی شاید کچھ آتی بھی ہو
اردو تو خیر سے قطعاً نہین آتی۔ انگریزی غیر ضروری آمیزش نے روزمرہ کا جسطرح
خون کر رکھا آپ دیکھ رہے ہین، مغربی تمدن اور شائستگی کے دلدادہ جہان یورپ

کی تقلید پڑتے ہوے ہین ایک خاص مسئلہ مین اجتہاد سے نہین چوکتے اس پر ستم ظریفی یہ ہے
کہ کسیکو احساس نہین یعنی تکلفات زندگی کے اسرار کے ساتھ بھی قومی لٹریچر پر کچھ صرف
کرنا جرم ہی نہین بلکہ ایسا گناہ ہے جس کی باز پرس ہو کر رہے گی ایسے افراد کہان تک
آپ کے توقعات پورے کر سکتے ہین۔ بہرحال آپ سے جو کچھ ہو سکے کئے جایئے اور یہ
تو مین تفصیل سے عرض کر چکا کہ آپ سے کیا چاہتا ہون مغربیت کے اثر سے نئے نئے
عنوان زندگی پیدا ہو گئے ہین انمین سے کسی بحث کو چھیڑیے آجکل کے عوائد رسمیہ
(ایٹی کیٹ) اور ارتقاء لباس پر جو نہایت اہم مسائل ہین کچھ لکھئے لکھایئے تو سب سے
پہلے آپ کے دل و دماغ کے نتائج کی داد جس سے ملیگی وہ

مین ہون

آپ کا نیازمند

ایم مہدی حسن (افادی الاقتصادی) الہ آباد۔ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء

مداح آلِ محمدؐ حضرت محشر لکھنوی کا خط مؤلف کے نام

مکرمی جناب صفدر صاحب زاد لطفہ تسلیم

آپ کی تصنیف رسالہ مشاطۂ سخن میں نے اول سے آخر تک دیکھا، واقعی دور شاعری میں آپ کے دماغ نے وہ کام کیا جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔ اساتذہ قدیم و جدید کی اصلاحیں مع اپنے تنقیدی خیالات ارباب نظر کو دکھا دیئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ فن اصلاح کو زندہ کر دیا۔ ہر شعر پر متقدمین کا زور قلم متاخرین کے لئے ایک کافی سبق ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ دنیائے ادب میں اس مقبول تالیف سے اضافہ ہوا تو کیا کیا سمجھنے ہی نہیں یہ سب کچھ کہہ چکے ہونگے سمجھ میں نہیں آتا مشاطۂ سخن کی حقیقی تعریف میں کیا کہا جائے بجز اس کے کہ خلاق سخن آپ کے زور تحریر کو ہمیشہ یونہی کامیاب رکھے۔ مشاطۂ سخن اسم با مسمی ہے یہ کتاب موجودہ یا آنے والے شاعروں کو طرز اصلاح سکھاتی ہے اور سکھاتی رہے گی۔ مشاطۂ سخن ایسی کتاب ہے جس کو دیکھ کر اہل قلم صحیح جدت طرازی کی طرف مائل ہوتے ہیں مشاطۂ سخن ارباب ادب کا ذوق سلیم درست کرتی ہے۔ مشاطۂ سخن پرانے اُستادوں کے جوہر کمالات کا آئینہ ہے۔ مشاطۂ سخن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دماغ و فکر نے کیا کام کیا اور اُستاد کے پُر زور قلم نے کون سا صحیح راستہ دکھایا۔ مشاطۂ سخن وہ چراغ ہدایت ہے جس کی روشنی میں فکر شاعر منزل مقصود تک بے خوف و لغزش پہونچ سکتی ہے مشاطۂ سخن اہل علم و کمال کے کتب خانوں میں عزت سے جگہ پانے کے قابل ہے مشاطۂ سخن میں جہاں تک آپ کی فکر نے کام کیا سونے میں سہاگہ کہنا چاہیے آپ کا زور قلم آج سے نہیں بلکہ مدتوں سے ملک میں مشہور ہے مشاطۂ سخن نے اور بھی زائد کر دیا۔ مشاطۂ سخن میں

اکثر مقامات پر بعض اساتذہ کی اصلاحیں دیکھنے والوں کو سرمہ چشم ہین۔ میرا جی چاہتا ہے
کہ مین آپ سے فرمایش کرون کہ ایسی ہی ایک اور کتاب تیار کیجئے۔ ابھی اساتذہ کا سرمایہ
بہت کچھ باقی ہو آپ کی کوشش سے صفحات کاغذ پر آجاے گا۔ ورنہ بہت جلد ضائع
ہو جائے گا۔ آپ نے اس کے جمع کرنے مین جو کچھ جانکاہی کی یا دقت اٹھائی وہ آپ
ہی کا دل جانتا ہو میری راے ہے کہ مشاطۂ سخن ایسی کتاب ہے جس کی تالیف مین تصنیف
کے اسرار ظاہر ہوتے ہین اردو زبان کے ادبار کور دکئے اور جہان تک ہو سکے قلم کی
روانی غضب روز بروز برابر جاری رہے۔
اہل کمال کے تغافل نے فن کو مردہ کر رکھا ہے۔ خیر آپ ہی ایسے دو چار لکھنے
والے ہین جن کی کوشش باطنی و ظاہری اردو کی مسیحائی پر آمادہ رہے۔ آپ کا قبضہ
جتنا اقلیم نظم پر ہے اتنا ہی نثر پر پھر کیون نہ آپ کے قلم کی نکلی ہوئی کتابین ادب کی
محفلون مین آئینون کا کام دین کوشش سے باز نہ آیئے برکت دینے والا کوئی اور ہی

آپ کا دیرینہ نیاز مند مداح آل محمدؐ
محشر لکھنوی

مولینا محمد حسین محوی کے خطوط مؤلف کے نام

لکھنؤ ۲۷ مارچ ۱۹۱۶ء روز دوشنبہ

برادرم تسلیم!

پرسوں آپ کو لفافہ روانہ کیا تھا۔ کل [illegible] میری بیوی کو رحمت حق کے حوالے اور سپرد خاک کیا۔ بھائی زندگی کی خوب بہار دیکھی۔ جوانی کے جو عیش دیکھے [illegible] سنا تھا کہ جوانی میں عیش ہوتے ہیں اور زندگی کا مزہ شباب میں آتا ہے لیکن ہم کچھ نہ [illegible] اور کچھ نہ دیکھ سکے اور جو دیکھا وہ بیان کرنے کے قابل نہیں کل ساڑھے نو بجے دن کو مرحومہ کی سانس آخر ہوئی اور تمام تکالیف و آلام سے نجات حاصل ہوئی۔ دو بجے دن کے قریب تجہیز و تکفین سے فرصت پائی۔ ایک انیس زندگی کی دائمی مفارقت میرے عمر بھر رونے کے لئے کافی تھی جو یہ دوسری مصیبت مجھ پر ٹوٹ پڑی کیا لکھوں میرے حواس درست نہیں اور نہ کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے بجز خیریت کے سب، دیکھئے آپ کب تک ادہر آتے ہیں غالباً میں چہلم تک یہاں اور رہوں گا پھر بھوپال کا کوچ ہے۔ اب خدا جانے کب آنا ہو کیا عجب خاک بھوپال مجھے بھی زیادہ مہلت نہ دے۔ فقط

محمد حسین محوی

جامعہ الٰہیہ کان پور [illegible] مارچ ۱۹۲۱ء

بھائی جان سلام مسنون۔ آج جناب مولانا نے آپ کا کارڈ مجھکو دیا جس میں آپ نے تازہ مشاعرہ کے تین شعر لکھے ہیں ابھی میں حسن کو یہ کارڈ نہیں دکھا سکا تینوں شعر لاجواب ہیں اور بہت خوب ہیں "منظر خون شہیداں" والا مجھکو بہت پسند آیا۔

اور دین و ایمان بھولنے والے تو موجودہ دور کے لئے حاصل زمین ہی۔ اس رنگ کا شاعرہ بھر میں صرف ایک شعر ہوگا۔ اب اسی شاعری کی ضرورت ہی۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہی۔ مطلع کی سادگی اور ادائے بیان قابل داد ہے "جی بجا ارشاد ہوتا ہی" کا ٹکڑا دوسرے شعر میں قیامت کا ہے ہائے کیا اچھا شعر کا مفہوم ہے۔ آپ نے تو مجکو فراموش ہی کر دیا جو صاحب لکھنؤ سے آتے ہین آپ کو ضرور پوچھ لیتا ہون۔ مدت کے بعد آپ کا یہ ہدیۂ رنگین پہونچا۔ یاد تازہ ہو گئی خدا جانے کتنے اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے۔ بیساختہ جی چاہا کہ کاش آپ بھی سامنے ہوتے۔

میری جانب سے خورشید کو پیار۔ گھر مین سلام

محمد حسین محوی

شیخ محمد مختار احمد صاحب عرف منے میان قدوائی بی اے ایل ایل بی کے خطوط حضرت زاہد تنوی کے نام

بارہ بنکی ۲۶- اپریل ۱۹۰۳ء

زاہد آؤ تمھین بھی دکھلا دین

سیر بتخانے مین خدائی کی

کہو زاہد کیا حال ہی۔ کس دھن مین ہو۔ مین نے تو ۸ تاریخ کو ایک خط لکھا تم نے آج تک جواب نہ دیا۔ کیا تم بھی میرے آتے ہی الہ آباد سے نکل کھڑے ہو اگر یہ صحیح ہے تو کدھر گئے اور کہان۔

محرم کی تو خوب بہارین لوٹی ہون گی۔ سید زیدون کے وہ چمپئی رنگ پر دا

جوڑے - دست نازک مین ریشمی لچھے اور اُس پر یاد کی اُف غضب! ؎

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بھئی اس وقت تو الہ آباد کی دسوین کا سمان آنکھون کے سامنے پھر گیا - کربلا مین کیسی مست الست سیدانی کا جلوہ ! اور وہ بھی کس انداز سے - سر پر آب رواں کا دھانی دوپٹہ جسم پر ایک مہین تنزیب کا کرتہ - دن بھر کی پریشانی سے آنکھون مین حلقے پڑے ہوئے لب جن پر پانون کی ہلکی ہلکی سُرخی یا خون شہیدان کبھی رنگ لاتا تھا - آج پیاسے خشک ہین اور ان سب پر غضب ہے کہ تمھاری شوق بھری للچائی ہوئی نگاہین - دل ہی دل مین کھبی جا رہی ہین - بس بس زاہد زو سنبھلو محرم ہے اور دسوین ہے - یہ علوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھا، مگر یہ تمھاری مایوس اور حسرت آگین نگاہین آنکھون کے سامنے پھر رہی ہین تمھاری یاد ہے اور میرا دل - اللہ تمھین خانہ آباد کرے - ہم تو تمھارے دعا گو ہین - خیر اپنی سرگزشت تو کہہ جاؤ اور ہماری نہ پوچھو - بس بلبل شیراز کا یہ شعر پڑھ لو اور سمجھ لو کہ ہم کس رنگ مین ہین ؎

آہ ازان نرگس جادو کہ چہ بازی انگیخت
وائے ازان مست کہ با مردم ہشیار چہ کرد

تمھاری یاد ہے کہ دستِ ستم سے دل کو پامال کر رہی ہے - آج کل یہان بے طرح شکار ہو رہا ہے والد صاحب قبلہ بھی یہین ہین اور مصطفےٰ بھائی بھی موجود ہین - دن بھر شکار اور رات کو خواب خرگوش - دل ہے کہ بلا تمھارے کہین نہین بہلتا تم ہو کہ تمھاری خیالی تصویر آنکھون مین، تمھاری دُھن دل مین، تمھاری یاد قلب مین

تمہارا سودا دماغ مین غرضنکہ ۔۔

جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

تم یہ کہو گے کہ میں کیون ہونے لگا وہ جو تمھین زیادہ عزیز ہوگا ۔ مگر اس کہنے
تم پہلی نہ پاؤ گے مین نے جو کہا ہے یہی کہون گا تم جو چاہو کہو ۔ رہی اپنی اپنی سمجھ مین
... تم اپنی سمجھنا سمجھ مین ممکن ہے فرق ہو مگر قول فعل کا اعتبار دنیا دارون
کے ... کیا سکتا ہے ۔ خدا جانے کہ تم مین کیا لعل لگے ہوے ہین کہ جسے دیکھو و
تمہارا ... ہے اور تم کو بہت عزیز رکھتا ہے ۔ خیر رخصت مدن سے میرا سلام کہنا
... سے سلام لکھین اور کس کی مزاج پرسی کرین ۔ خیر تم خود سمجھ بوجھ لینا ۔ لو خدا حافظ

خرم آن دم کہ چو حافظ بہ تمنائے وصال
سر خوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم

مین ہون ایک دلدادہ

ہو العزیز

... فروری ۱۹۰۳ء

اگرچہ مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری
بہ تیر غمزہ صیدش کرد چشم آن کمان ابرو

...

... خط پڑھ کر مجھے نہایت افسوس ہوا ۔ تم نے محض مجید بھائی کی خوشامد
... لکھا ۔ اس سے پہلے جب مجید بھائی سے مجھ سے خاص سبجکٹ پر چھڑی
تھی تو یہ تم بھی جانتے ہو کہ میرے پاس دل تھا اور جو بحث تھی وہ محض ایک لطف

گھونگھر والے ہون گیسو ہون اور پیچ و خم اُن مین سیاہی ایسی کہ قیامت مین بھی ایک

دوسری قیامت اٹھ کھڑی ہو اور زبانون پر یہی ہو ؎

وہ اندھیرا ہے کہ دیدار خدا بھی ہو محال

کون کھولے ہوے آیا سر محشر گیسو

ہائے وہ آنکھین فتنہ زا اور نرگس مخمور جن کا جادو سحر سامری کی طرح ایک نظر مین سارے

عالم کو تسخیر کرے۔ لب ہون گر پتلے اعجاز مسیحائی بھی جس پر صدقے ؎

لطافت وہ کہ جسپر جان دیتی ہو مسیحائی

حلاوت وہ کہ جس سے آب حیوان پانی پانی ہو

غرضکہ یہ سب پرانی باتین ہین اور اگلی تصانیف مین مل جاوینگی مین کیون بکون

یہ سب اگر پڑھو اور غور سے نظر پھیلا کر دیکھو تو الہ آباد مین اس حسن و صورت کا کون

نظر آئے گا وہی ایک قتال عالم جس کا اثر ہر دل پر جس کا ذکر ہر زبان پر اور جو ہر دلعزیز

غریب ہے جس کی نظیر اگر مشعل ماہ بھی لیکر آپ تلاش کیجیے گا تو نہ پائیے گا۔ مین لاکھ

سمجھاؤن مگر تم سمجھتے ہی نہین مگر خدا کے لئے اتنا تو کہہ مان لو کہ کسی حسرت مند دل کو

ستانا برا ہوتا ہے میرے دل کی پریشانی کا صبر کس پر پڑے گا اگر تم دل والے ہو

تو خوب سمجھ سکتے ہو کہ میرے دل کی کیا حالت ہوگی۔

تین بارہ سال سے الہ آباد مین ہون کبھی یہ تکلیف گھر آنے کے بعد نہ ہوئی

جو اس مرتبہ ہو رہی ہے۔ خدا جانے تمھاری اور کس کس کی یاد ستا رہی ہے اور کہا

کہان درد ہے کیا دکھاؤن اور کسے دکھاؤن ؎

کبھی دل مین ہے کبھی سر مین کبھی سینہ مین چارہ گر کیا کہون مین درد کہان ہوتا

بی شتری کا خط حضرت نساخ عظیم آبادی کے نام

شفقت واخلاق کے دبیر، احسان وامتنان کے موکد، اقبال واجلال کیساتھ
دنیا میں رہو، میری دعائے دلی ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر ہو، صدمہائے فراق سے اتنی تنومند
نہیں رہی ہون کہ جو داستان اشتیاق کو مبالغہ وتعلی شاعرانہ سے لکھوں، اسیقدر غنیمت ہے
کہ اپنا حال پر اختلال زبان قلم پر لاؤں اور اپنے قصہ پر غصہ کو کہ بے حد وبے پایان ہے
مگر کیہ سناؤں۔

کیون صاحب، شرط عنایت ومروت یہی ہے کہ ایک تو اپنا احوال مبارک
رقم نہ فرمائیے اور جو کوئی خط وکتابت کے ذریعہ سے مزاج اقدس پوچھے اُس کا جواب
نہ بھجوائیے اور جو کبھی کبھی رحم ومروت کے تقاضے سے جواب بھجوایا تو طرفہ یہ کہ بیگناہ کو
الٹا دام الزام میں پھنسایا۔ خیر گذشتہ صلوٰۃ۔ اب سنئے یہ بات کہ دو انکسارنامہ
خلوص طراز بھجوائے دونون کے جواب نہ آئے، معلوم ہوا کہ کار سرکار کا ہجوم ہوگا، یا
نصیب اعدا کسی طرح کی بدمزگی سے مزاج وہاج مغموم ہوگا، ورنہ کوتاہ قلمی بلا سبب
آپکی عادت نہیں۔ سوال سُن کے جواب نہ دینے کی خصلت نہیں، یہ بھی میری قسمت کا
لکھا ہے، آپ سے صادق ووفادوست کا کیا گلا ہے۔ ان روزون میں آسمان نے
عجب صدمہ پہنچ دیا، خدا جانے کج رفتار نے کب کا بدلا لیا کہ شعر کے مسودون کا جزدان
چوری گیا، ہرچند ڈھونڈھا تلاش کیا مگر نہ ملا۔ دس برس کی محنت برباد گئی، ناچار بہ صلاح
ومشورت تجویز کی کہ جن شفیقان دور ونزدیک کے پاس میرا حرف تھا سب سے مستعار
منگوایا اور سب کی نقل کیجیوا یئے، اتنے سے لی اور کچھ کاتب سے لکھوا کے نقل یہان رکھی اور

جہان سے آئی تھی وہان بھجوائی، آپ سے بھی امید [illegible]

ہون کہ جس قدر حماقت نامے چھوٹے بڑے حضو مین ہین ان سب [illegible] میرے

سر کی قسم بھجوا دیجئے میرے آنسو پوچھنے کے واسطے [illegible] عنایت و نوازش ہے اس

سوال ناچیز کو رد نہ کیجیئے۔ بحول و قوۃ الٰہی [illegible] دن مین [illegible] [illegible]

لون گی منقول اپنے پاس رکھ کے منقول عنہ واپس بھجوا دون گی [illegible]

کا ماجرا تحریر فرمایئے، فکر و تشویش کے ہاتھون سے مجھکو جلد چھڑایئے [illegible]

ترقی و برتری پر رہے، حاسد بدخواہ دلریش و خستہ جگر رہے۔

مشتری

منقول از جادو ڈہکر

ایم نور علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خطوط مسٹر ظہور احمد حسین صاحب جیبوری کے نام

بڑودہ ناگرواڑہ ۔ ۹ فروری ۱۹۰۶ء

برادرم السلام علیکم عنایت نامہ صادر ہوا قبل اس کے مین نے ایک لفافہ ارسال کیا تھا حسین گاؤن کے متعلق تحریر کیا تھا یقین ہے کہ پہونچا ہو۔ آجکل شعر و شاعری کا آپکے یہان خوب مشغلہ ہے حضرت صفدر کا شعر واقعی مزا دیگیا۔ کیون صاحب یہ نظر بازیان، چلمن سے چھن چھن کے شربت دیدار پینا، پھر ذوق تکلم اور پاک باز رہنا اور اب آخر جذبات کا دب جانا یاد آگیا آہ ؎

کیا بُرا نشہ ہے جوانی کا
لڑکھڑا جاتے ہین شباب مین پاؤن

اُف لڑکھڑانے کا سمان بندھ گیا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دامن عصمت گناہون سے آلودہ نہوا اللھم احفظنا "شباب مین پاؤن" واقعی مشکل زمین ہے مگر شعر کیا چھلکتا ہوا نکلا ہے۔ مین نے بھی کوشش کی کہ اس طرح پر کچھ کہون مگر کچھ بن نہ پڑا تاہم حسب ذیل اشعار صوفیانہ رنگ مین کہہ ڈالے ؎

دھوئے شیخ گلاب مین پاؤن نرا | لے کھیے تب باب بوتراب مین پاؤن
جلتے ہین پر جہان فرشتون کے | تم نے رکھا ہے اس جناب مین پاؤن
شیخ اچھلنے کو مین دیدون تو مگر | نہین تھمتے رہ صواب مین پاؤن
شوق کھتا ہے بڑھیے ہوتے | اسکی رہ مین ہین کس حساب مین پاؤن
دست حسرت نہ کیون ملین نواب | زندگی ہے کہ ہے رکاب مین پاؤن

"اسرارِ عالم" اب تک نہ آیا، عجب اسرار ہے دیکھنے کا شوق ہے، مضامین کی فرمائش آشفتہ جنی سے پوری ہونی مشکل ہے، بزم رندان مین خشک مضامین کیا لطف دینگے خیر دیکھا جائے گا۔

مولشیان کی پونچھ مروڑ دینا یعنی سلام کہدینا۔ باقی سب حال بدستور ہے

والسلام!

نیاز مند

نواب علی عفی عنہ

بڑودہ ناگر وارہ - ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء

برادرم - السلام علیکم قبل اس کے کہ اور کچھ تحریر کیا جائے ایک تھیٹر کی داستان سن لیجئے آپ نے الفرڈ کمپنی وغیرہ کے تماشے دیکھے ہون گے مگر یہ ڈرامین کمپنی بے مسند جو عالم بن ہر جگہ شب و روز تماشے دکھاتی رہتی ہے غور سے اسی وقت دیکھی جاتی ہے جبکہ کوئی انوکھا تماشا دکھایا جائے۔ ملاحظہ ہو نومبر سے مارچ تک کے سین ہین۔

پہلا باب (سین اول)

پردہ اٹھا بڑودہ کا دربار بمقام راج محل، مہاراجہ صاحب ولایت سے تشریف لائے ہین وزرا امرا درباری زرق برق لباس پہنے ہوئے ہین ہر ہر صوبے سے ڈپوٹیشن مبارکباد دینے آیا ہے، انجمن اسلام ڈپوٹیشن پیش ہو رہا ہے "ن ع" کے ہاتھ مین اڈریس زرین ایک زربفت کے خریطے مین نظر آ رہا ہے، اس نے اڈریس کو دربار مین پڑھنا شروع کیا، مہاراجہ بہادر خاص طور سے شکریہ ادا کر رہے ہین۔

(دوسرا سین)

راج کنواری اپنے محل مین اپنی چچازاد بہنون اور سہیلیون کے ساتھ جلوہ آرا ہے،

کمرہ دُلہن کی طرح سجا ہوا پر تکلف حسن خود بین کی رونمائی کر رہا ہے شہ نشین پر وہی ان ع
لکچر دینے کے واسطے کھڑا ہے بیچارہ کچھ کھویا ہوا سا نظر آرہا ہے، رعب حسن نے اس کے
حسن پرست مگر پاک باز دل پر عجب اثر ڈالا ہے لیکن لکچر چونکہ حبیب خدا صلعم کی مقدس
زندگی کے حالات پر ہے اس لئے خود ایسے پاک مضمون نے وہ معجز نمائی کی کہ لکچرار سنبھل
گیا اور ایک غلط انداز نظر ان حسن کی دیویوں پر ڈال کر اس نے انگریزی مین تقریر شروع

کردی اور ع

بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کی محویت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ حسن عارضی کی دلفریبیان جو نیرنگ نظر ہو رہی تھین
بھول گیا۔ آخر لکچر ختم ہوا مگر ساتھ ہی برق تبسم نے اظہار شکریہ کے واسطے ایک ہی لپک
مین لکچرار کی ساری تقدس مآبی خاک مین ملادی بیچارہ دل ہی دل مین ؎

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا

پڑھتا ہوا اور غالب کی روح کو ثواب بخشتا ہوا گھر آیا۔

دوسرے سین کا تتمہ

پھر وہی حسن کی دیویان مگر بالکل بے تکلفانہ انداز سادگی کا زیور زیب تن مگر بلا
کی دل فریبی قیامت کی دلکشی بنارسی ساری بندھی ہوئی، بال چھٹکے ہوئے، زیر لب
مسکراہٹ سے گفتگو غالباً بیچارے لکچرار پر جو اس وقت ہمہ تن گوش اسی نام پر لکچر دینے آیا تھا
پھبتیان اڑ رہی ہون گی، مگر لکچرار بھی اسی قدر ثابت قدم بنا ہوا ہے زلف کے پیچ و خم
مین کچھ دل الجھ جاتا تھا کہ سلسلۂ تقریر کہین سے کہین ہو جاتا تھا خوشکہ اسی کشمکش

لکچر ختم ہوا اُدہر وہ ناگنین اُڑ گئین اور ادہر یہ اپنے ڈسے ہوے دل کو گھر اٹھا لایا۔ رستے بھر یہ منتر پڑہتا ہوا آیا ؎

غلط ہی جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو آپ کو گر تم کشاکش درمیان کیون ہو

دوسرا باب (پہلا سین)

شب کے وقت راج محل مین دربار عام - مہاراجہ صاحب اور تمامی اراکین - مولوی مقبول احمد شیعی کا لکچر "توحید" پر سُن رہے ہین لکچرار اپنی سحربیانی سے دلون کو تسخیر کر رہا ہے اور ساتھ ہی درپردہ سنیون اور ہنود کو طنز سے یاد کرتا ہے -

لکچر ختم ہوا اور یکایک مہاراجہ نے "ن ع" کی طرف اشارہ کیا کہ تم کچھ کہو۔ سخت آزمایش کا وقت تہا مگر ڈراین کمپنی کے منیجر یعنی فضل الٰہی نے "ن ع" کے گوش دل مین چپکے سے کہا کہ ہان بس یہی موقع ہے تم کہنا شروع کرو۔ لو مین اثر کا ہارمونیم بجاتا ہون "ن ع" اس کے اطمینان دلانے سے سنبھلکر اسٹیج پر کھڑا ہوا اور جہوم جہوم کر مضامین توحید ادا کرنا شروع کیے عجب لطف تہا مولوی مقبول احمد سنی سے شیعہ ہوگئے ہین اور "ن ع" شیعہ سے سنی بس دونون کی تقریرون مین وہی فرق تہا جو ف وادر صلح مین ہوتا ہے غرضکہ لکچر ختم ہوا، مہاراجہ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ ختم دربار پر "ن ع" کے پاس آکر کہا کہ آپ کی یہ برجستہ تقریر نہایت دلکش پر اثر تھی -

(دوسرا سین)

پرنسپل ڈائرکٹر اور دیوان ریاست سفارش کر رہے ہین کہ "ن ع" کی ترقی کی جاے مہاراجہ پرائیویٹ کمرے مین اس کاغذ کو دیکھ رہے ہین اور یہ حکم لکھ رہے ہین -

ن ع ، کی ایک دم سے پوری تین سو ماہوار تنخواہ مقرر ہو اور اب ہر دوسرے
برس مبلغ صہ کا اضافہ دیا جائے یہاں تک کہ مبلغ چار سو تک پہونچ جائیں بعدازان
نمبر کے لحاظ سے جب جگہ خالی ہو مبلغ پانچسو کی جگہ کی امید دلائی جائے۔

ڈراپ سین

ایک نقل - خدا اپنے گدھون کو خشکہ کھلاتا ہے - خاتمہ -

نیچر کی تقریر سن لے ،، ن ع ،، تجھے امید سے زاید کامیابی ہوئی اب شکر کر شکر
اس کا نام ہے کہ جو نعمت تجکو ملے اُس کو وسیلۂ گناہ نہ بنا اور خدا اور رسُول کی اطاعت کے
واسطے مستعد ہو جا - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

برادرم ھیٹر کی داستان سن چکے - گاؤن مین موقع دربار پر بھیجنگے عنقریب فوٹو
کھچوا کر ارسال ہوگا - اور ،، جغدیت ،، کا خاکہ پیش نظر ہوگا اسرار عالم کے دو پرچے پہونچے،
فی الحال کالج مین امتحان ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۵ - اپریل کے بعد کوئی مضمون لکھونگا
سفید کا مضمون واقعی عمدہ ہے بائسکل کا سین اور وہ وڈر کا پیغام، اُف غضب کیا کیون نہو،
پیارے خلیل سے تعلق ہے آپ نے وہ سین خوب کھینچا، اُف اس نشیلی آنکھون والے کا

اُسکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے

والسلام

نواب

بھوپال چوک ۲۱ - اکتوبر ۱۹۰۳ء
ذرا حضرت کی محویت دیکھئے ابھی تک عنوان مین لفظ بڑودہ تحریر کرتے ہین
حالانکہ بھوپال آچکے ہین کیا بڑودہ مین کوئی خاص مقناطیسی کشش ہے کہ نوک قلم

قطب نما کی سوئی کی طرح اسی سمت کو پھر جاتی ہے!

اے حب وطن تیرا یہ کیسا جادو کیا ہوا؟ کہ وطن کو تو جا رہے ہین مگر طائر دل کی وہی وحشت ہے۔ غربت سے اُنس بیگانون کی یگانگت کا اثر نقش کالحجر اصل یہ ہے کہ وطن کی محبت اہل وطن کے باعث ہے۔ اہل وطن کا حال ظاہر ہے اعزہ کی عنایات محتاج بیان نہین پھر اگر وطن جانے کی خوشی کا جوش تھا تو کچھ تعجب نہین۔

آپ کو رعایتی رخصت ملنے کی مفصل حال سے جلد اطلاع دیجئے۔

توبہ شکن روزہ دار

نواب خانہ خراب

بھوپال چوک۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ معاشرت بھوپال کا خوب خاکہ اڑایا ہے، واقعی مسلمانون پر جو عیش پرستی کا الزام لگایا جاتا ہو اس کی اصلی حالت کا عکس اسلامی ریاستون مین نظر آجاتا ہے اور پھر نگیلے بھائی صاحب کے ذریعے سونے پر سہاگہ؟ مگر اس مرتبہ ایک بات کا افسوس ضرور ہے کہ نوبت باینجا رسید کہ "زاہد کی بے لوث محبوبہ اور نواب کی خیالی معشوقہ" بھی زمرۂ تہمد مین داخل ہوگئین، مین جس وقت اسٹیشن سے مکان پر آیا کمرے مین قدم رکھتے ہی کیا دیکھتا ہون کہ بڑا سا فوٹو سامنے لٹک رہا ہو اے یہ کس کا فوٹو ہے۔ یہ بھی "روزہ شکن" نہین نہین کسقدر دلفریب اور دلکش، آج ..... برس ہوتے ہین جب کسیکی اٹھتی جوانی اور نغمۂ جانسوز نے آنکھون اور کانون کو صم بکم عمی کا مصداق بنا دیا تھا اور شب بھر قیصر باغ کے کمرے مین بیچین نہین نہین ٹک ٹک نشان رکھا تھا۔ اُف۔ ۔ ۔

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے

انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

کی سُریلی صدا، دلکش آہنگ آجتک نہین بھولا۔ع

ساقیا دے بھی مے روح فضا تھوڑی سی

مدتون خیالی سرور رہا پھر خیالی خمار بھی ہوا، اور آخر مین صرف ایک کھٹک سی باقی تھی

مگر آہ کو لب تک آنے کی اجازت نہ تھی اب بہائی صاحب کے دخل در معقولات نے مجھے

اس شعر کا مصداق بنا دیا۔ غالب ؎

بس ہجوم ناامیدی خاک مین مل جائے گی

یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

لیجیے آپ کے "جوان صالح" کی قلعی کھل گئی اگر اس کے گناہون کی فہرست یکصد دستی

رم پر تیار کی جائے تو ناکردہ گناہون کی حسرت کے فوٹو کے واسطے پورا صفحہ آسمان درکار

ہوگا، عیاذ باللہ۔

مشرق کا ریویو نظر سے نہین گذرا کیونکہ وہ پرچہ میرے پاس نہین آتا۔

تپ ولرزہ کا ہر جگہ زور ہے خدا کرے اس کی گاؤدیان موٹے مسٹنڈون ہی تک محدود

رہین اور "رشتے استخوان" امن مین رہین، ذرا عابد وحفیظ توبہ توبہ موسیون کو ہشیار

کر دینا۔ فقط

ساعی بے حاصل

نواب

بھوپال۔ چوک یکم نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ مرسلہ پہنچا۔ کچھ تو میاں رمضان خان کے رخصت کرنے مین اور کچھ بی عید صاحبہ کی خاطر مدارات مین اسقدر الجھا رہا کہ ابھی تک جواب لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ ساتھ ہی گذشتہ ایام کی دلفریب یاد کچھ ایسی محو کرنے والی تھی کہ کسیطرف متوجہ ہونے کو دل نہین چاہتا تھا۔ مانا کہ نہ وہ حسن رہا نہ اسکی آب و تاب لیکن کسی دلفریب خیال کیساتھ شرط وفا یہ ہے کہ

زوال حسن پہ کیا ترک کیجیے الفت

خزان بھی دیکھیے جسکی بہار دیکھی ہے

عارضی حسن اور شہوانی عشق کا انجام ہی یہی ہے مگر افسوس آنکھین اُس وقت کھلتی ہین جب نہ حسن کی بہار رہتی ہے نہ عشق کا جوش۔ قدیم یونانیون کا عقیدہ تھا کہ روح ایک ایسے چشمہ کا پانی پیتی ہے جس کے باعث تمام گذشتہ خیالات رنج و راحت کے محو ہو جاتے ہین، کاش ایسے چشمہ کا حقیقی وجود ہوتا مگر افسوس ایسا نہین ہے، جذبات کا رنگ ایسا پختہ ہوتا ہے کہ روح کے دامن سے کبھی چھوٹ نہین سکتا۔ یہ وہ نشہ نہین ہے جسکو موت کی ترشی اُتار دے بلکہ یہ وہ زخم ہے جو اگرچہ مندمل بھی ہو جائے مگر اُس کا داغ مٹ نہین سکتا۔ بیشک جزا و سزا کی اصل حقیقت یہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آج کل مولوی شبلی صاحب یہان تشریف لائے ہوئے ہین۔ ۲۱۔ نومبر کو ندوہ کا سالانہ جلسہ لکھنؤ مین ہوگا، اس مرتبہ شرکت کا ارادہ مصمم ہے ابھی سے آپکو اطلاع دیتا ہون ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ نومبر تین دن کی رخصت کا انتظام رکھیے۔ فقط والسلام

مشتاق دیدار نواب

نیوتنی اناؤ - ۱۲ - نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم السلام علیکم - آخر ایک عرصہ کے بعد نیوتنی کی زیارت پھر نصیب ہوئی -
در و دیوار کوچہ و بازار تو وہی ہین مگر اس بلا کا سناٹا ہے کہ شہر خموشان کا دہوکا ہوتا ہے
تپ ولرزہ مین لوگ اس کثرت سے اور اس طور سے مبتلا ہین کہ اگر گھر سے کوئی شخص کانپتا
ہوا لڑکھڑاتا ہوا نکل بھی آتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نکیرین کے سوال و جواب کیواسطے
اٹھایا گیا ہے - خیر تپ ولرزہ کا فتار تو ناجنی ہے لوٹ پوٹ کر پھر لوگ اچھے ہو جاینگے،
لیکن حقیقت مین اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیوتنی کی بہار مبدل بہ خزان ہو رہی ہے قصبہ
مین رونق نام کو نظر نہین آتی - صدر اعلی صاحب مرحوم کا گھر جس مین ہر وقت چہل پہل
رہتی تھی میر اعظم علی کی للکار اور گائیون کی بانٹ دار آواز شیودین حلوائی کی دوکان سے
سنائی دیتی تھی اب وہان یہ حال ہے اور سناٹے کا یہ عالم ہے کہ فی الحقیقت اُلو بولتا ہے اور
در و دیوار پر سبزہ اُگ رہا ہے ؎

اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالب

ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

بازار کی طرف نکل جائیے تو نہ دہن کُٹی کی سلسل آواز نہ میان میڈو کی کھٹ پٹ - البتہ بہاڑک کے اندر
میان بنجاین کی بھنبھناہٹ اور بادر کی "ختم قرآن" کی صدائین متحیر گزرنے والے کے
کانون مین گونج کر عجب کیفیت پیدا کرتی ہین - سامنے بجریا مومنیا اُس سوگوار کی طرح
جس کے آنسو انتہائے غم و الم سے خشک ہو گئے ہون سوکھی پڑی ہے - البتہ شیطانی فوج
کے زنگروٹ مولوی بدر الحسن کی آنکھ بچا کر کبھی کبھی چھیڑ کا ذکر دیتے ہین اور وہ بھی
کھڑے کھڑے -

اورنگ آباد جائیے تو کچھ اور ہی سماں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر رحمت اللہ کا مکان پوسٹ آفس کی بدولت اور امیرے کی دوکان بیماروں کے باعث آباد نظر آتے ہیں۔ باقی سنسان البتہ ایک مکان داہنی طرف ایک خاص کشش رکھتا ہے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل بیری کے درخت کے نیچے جسکو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں قیام پذیر رہیں یقین ہے ایسا ہوگا کیونکہ جب اس سرائے فانی میں قمری شاہ کے چار معصوموں کو بیری کا سایہ عطا ہوا ہے تو عالم بالا میں [illegible] معصوم کے واسطے ویسا ہی ہونا چاہیئے۔

ماشاء اللہ چار دنیا وی ستاروں نے نورانی کھٹولا بنایا ہے اور بیچ میں قطب [illegible] اللھم زد فزد۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسی سچی خوشی اور روحانی لذت فنکچواہ کے اعجاز بیانی سے [illegible] ہوتی ہے کسی اور طریقہ سے خواہ بظاہر وہ کیسا ہی دلکش اور دلفریب ہو حاصل نہیں ہوسکتی کسی کا پیغام آئے کہ وہ آتے ہیں کوئی خلوت میں ہمراہ ہوا اور لطف تنہائی اٹھائے سب کچھ سہی مگر یہ وہ شراب ہے جس کا انجام نار جحیم ہے ....

یہ کہیئے نوبت بانیجارسید۔ ذرا سنبھلکر ؎

بوالہوس عشق اور تو کیا خوب

پاکبازی بھی شرط الفت ہے

مشتاق دیدار

"ل ع"

یہ تونی اناؤ - ۱۷ نومبر ۱۹۶۰ء

برادرم السلام علیکم! قبل اسکے ایک لفافہ ارسال خدمت کرچکا ہون - غالباً اب پہنچ گیا ہوگا اور مفصل حالات سے اطلاع ہوئی ہوگی مشرق کا ریویو دیکھا حضرت صفدر کی عنایت کا ممنون ہون میرا سلام اور شکریہ ادا کردیجئے گا -

یہان آج کل کام کاج کی وہ دقت ہے کہ الامان جسے دیکھئے بیمار ہے کام چلے تو کیونکر چلے سخت پریشانی مین پھنس گیا بہرحال دو تین ہفتہ جس طرح کیٹین گے کاٹ دون گا - قمری شاہ مع اپنے ذریات کے بخیریت ہین -

ایک دن عجب تماشہ ہوا کیا دیکھتا ہون کہ کلہاڑی ہاتھ مین ہے اور قمری شاہ لکڑی چیرنے کے واسطے مستعد کھڑے ہین ارے بھائی یہ کیا؟ بھیا کا کرون کوئی لکڑی چیرنے والا نا ہین ملت،

بس بس آپ اپنی مردانہ ہمت دکھا چکے ادھر تشریف لائیے دیکھا تو ہاتھ کلہاڑی کے بیٹ سے زخمی الحمد اسد یہ دہی یہ تونی ہے کچھ عجب عالم ہے، فاعتبرو!!!

قمر علی بھائی کے یہان جب جانے کا اتفاق ہوا، بچی "کچھ اس طرح سے لپٹتا ہے کہ طبیعت نہایت متاثر ہوتی ہے، سچ ہے بے ماں کا بچہ جس کسی کو محبت سے پیش آتے دیکھتا ہے اسی طرح لپٹتا ہے۔

آج کل میاں رحمت اور رحمی رخصت لئے ہوئے ہین، عوض بھی ہین مگر حالت یہ ہے -

همه را ماتم حسرت دنیا دیدم

کسی قسم کی دلچسپی نہین ہے، پرانے کاغذون کا ڈھیر جو الماری مین بند اکثر بخیال غم غلط کرنے کے دیکھا جاتا ہے ایک پرچہ نکلا جس کی عمر پانچ برس کی ہے حسب ذیل اشعار درج

تھے، خدا جانے اُس وقت طبیعت کا کیا رنگ تہا ے

کیجئے قتل پر آتنا کیجئے ۔۔۔ خود مرے خون کا دعوی کیجئے

خود بتا دینگے تمھارے گیسو ۔۔۔ حال دل مجھ سے نہ پوچھا کیجئے

شوق دیدار کا ایسا یہ ہے ۔۔۔ ٹکٹکی باندھ کے دیکھا کیجئے

نہ سہی ذوق تکلم نہ سہی ۔۔۔ چشم و ابرو سے اشارا کیجئے

ق

ضبط کہتا ہو ذرا صبرا بھی ۔۔۔ شوق کہتا ہو تقاضا کیجئے

صبر معلوم ۔ تقاضا مشکل ۔۔۔ وعدہ پورا ہو کچھ ایسا کیجئے

دل پہ یا عمر رواں پر کس پر

آہ نواب بھروسا کیجئے

والسلام نواب

قندہاری بازار ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹ء

ہائے یہ عذر بھی ہے عذر گنہ سے بدتر

کہتے ہیں غیر نے روکا ترے پاس آنے سے

جامع المتفرقین! بطفیل رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔ دو مشتاقوں کو جلد گلے ملائے ۔ فانی کوشش، فانی ارادہ اسپر انانیت کا دعوی معاذ اللہ!

اب نہ کسی ارادہ سے کام نکلتا ہے نہ کوئی کوشش کارگر ہوتی ہے تیری رحمت پر بھروسا ہے ۔

خداوندا ہفتہ کا دن عید یہود ہے، تو اسے تاجد ونواب کے واسطے عید المسلمین بنا دے

یہ آشیانہ کب تک اُجڑا رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو خانۂ خالی دیو بیگیرد کا معاملہ ہو جائے۔

بہر حال ۔ ع

آشیاں جب بنایا وہی ڈالا ٹوٹا

آج کل یہاں مشاعرے کا بازار پھر گرم ہوا ہے گزشتہ اتوار کو جلسہ تھا ۔ مصرع طرح

عید ہوتی جو گلے پر مرے خنجر ہوتا

حسب ذیل غزل لکھی گئی ۔ سنئے ؎

ہائے ساقی یہ جو مستی میں مرا سر ہوتا | وہ خوشی ہوتی کہیں آپے سے باہر ہوتا

ہوس مال نہ ہوتی نہ غم زر ہوتا | دل شوریدہ اگر اپنا تو نگر ہوتا

یہ تو ہوتا کہ نہ رہ جاتی ہوس بوسے کی | نہ سہی گر لب قاتل لب خنجر ہوتا

تو جو دو گھونٹ بھی چھپکر کہیں پیتا واعظ | کاشف رمز حقیقت خط ساغر ہوتا

فلک تفرقہ پرداز نہ ملنے دیتا | مائل رحم کبھی گر وہ ستمگر ہوتا

تو نہ ہوتا تری آواز ہی آیا کرتی | گھر مرا کاش ترے گھر کے برابر ہوتا

ہم دامید کے پھندے میں نہ پھنستے نواب
کاش اس دل کے عوض سینے میں پتھر ہوتا

والسلام

نواب

مؤلف کے نام

بڑودہ سیاجی گنج - ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

مکرمی سلام مسنون! مدت کے بعد آپ سے نصف ملاقات ہوئی غریب الوطنی کا بھلا ہو کہ برسوں یاران باصفا کا دیدار نصیب نہیں ہوتا، خیر یہی سہی ؎

دل ہو مرا ہر ایک رفیق کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اتنا وطن کے پاس

یہ داہنا انگوٹھا قلم ہونا کیا معنی کیا کوئی حادثہ پیش آیا، اب تو نصیب دشمناں بھی کہنے کا موقع نہیں کیونکہ واقعے سے انکار کیونکر، خدائے کریم آیندہ حوادث سے بچائے اور آپ کو ادبی خدمات کے لئے عرصہ تک صحت و عافیت سے رکھے۔

مرقع ادب کی کنگھی چوٹی کے لئے ایسے ہی شاطۂ سخن چاہیے چشم بد دور۔ مرقع نظر کیا، "جنت نگاہ" بنکر نکلے گا، غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط (!) بیش بہا اضافہ ہوں گے مگر ذرا تحقیق کر لیجیے گا۔ اور ماخذ وغیرہ کا حوالہ دیجیے گا۔

سمع خراشی معاف اب کچھ "غریب شہر" کی بھی سن لیجئے مدت سے گجرات میں رہتے رہتے مسخ ہو گیا ہوں ؎

محفل میں اس کی عرض تمنا نہ چاہیے — ساقی ہو خود کریم تقاضا نہ چاہیے
یہ شرط ہو کہ راز محبت نہ ہو عیاں — اے چشم تر سنبھل تجھے ایسا نہ چاہیے
کہتا ہوں جب کہ جور کی کچھ حد بھی چاہیے — کہتا ہے منہ کو پھیر کے اچھا نہ چاہیے
اعجاز دیکھنا ہو لب یار کا ہمیں — آب بقا کا ختم تماشہ نہ چاہیے

دنیا نئی ہوس کی ہے جنت کی آرزو　　زاہد خدا کیواسطے ایسا نہ چاہیے
اے رہرِ دحرم کبھی یہ بھی تجھے لگے گھر　　دیر و کنشت سے تجھے جھگڑا نہ چاہیے

بس بس پسینہ آگیا چہرے پہ یار کے
نواب اس طرح سے تو شکوہ نہ چاہیے

فقط والسلام

نیازمند

نوابعلی

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام کے خط مؤلف کے نام

جناب من! آپکا مضمون فارسی کا پہونچا ممنون فرمایا، گو فارسی کی قدر نہین اور یہ مضمون ایک شخصی بحث سے متعلق معلوم ہوتا ہو مگر مین اس کو صلائے عام مین چھپنے کے لئے دہلی روانہ کردونگا۔

مجھے افسوس ہو کہ آپ کے ہان ایسا حادثہ ہوا جس سے آپکو رنج و ملال ہے۔

لیکن آپ صبر کرین دنیا مصیبتون کا گھر ہے پروردگار کی مرضی مین کیسکو اختیار نہین۔

مجھے ان دنون فرصت ذرا کم رہی اس وجہ سے خط و کتابت مین دیر ہو گئی، مگر جہان تک مجھے یاد ہے آپکی کوئی جواب طلب بات باقی نہین۔ جب آپکو فرصت ہو "صلائے عام" کے لئے کچھ لکھئے۔

نیازمند۔ ناصر علی

پاٹودی۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء

دفتر صلائے عام فراشخانہ دہلی

۱۵ جنوری ۱۹۲۵ء

جناب من۔ پوسٹ کارڈ پہونچا۔ نہایت پاکیزہ تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں، صلائے عام آپکے پاس پہونچا کرے گا۔ آپ خاطر جمع فرمائیں۔ اس وعدہ کے ساتھ ایک آرزو بھی ہے، کہ آپ "صلائے عام" کے لئے ایک مضمون مہینہ میں ایک دفعہ ضرور بھیجا کریں اور نہیں تو جو "صلائے عام" پہونچے اُس میں سے جن مضامین کو آپ پسند فرمائیں اُن کا ریویو سخن گسترانہ مجھے بھیجا کریں۔ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، بڑھاپے میں مجھ سے زیادہ لکھا نہیں جاتا، آپ اچھا لکھتے ہیں۔

نیازمند

ناصر علی

نواب حیدر یار جنگ مولانا علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی کے خطوط

مؤلف کے نام

کرم فرما تسلیم! آپ نے مشاعرہ کی طرح بھیجی اُسکے ساتھ میرے مکتوبات کی بھی فرمایش کی، مکتوبات کہاں جمع ہو سکتے ہیں طرح میں کچھ شعر کہہ لئے ہیں انہیں اشعار پر نقد و تبصرہ لکھکر بھیجے دیتا ہوں اسی کو مکتوب سمجھ لیجئے، اور یاران مشاعرہ کو میرا سلام پہونچا دیجیئے آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صحبت میں اکثر میرے احباب بھی موجود ہونگے افسوس ہے کہ میں نہ شریک ہوا ؎

کہاں اے نظم لیکر کاروان صبر و تاب آیا

یہاں سو بار طوفان موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ چلتا ہے کہ عالم ہستی کو وادی تصور کیا ہے جہاں سے قافلے بھی گزرتے ہیں اور برس میں سیلاب بھی آجایا کرتے ہیں ؎

خیال و خواب سا گزرا نظر مثل سراب آیا

یہی جلدی تھی جانے کی تو کیون عہد شباب آیا

استفہام یہاں انشائے حسرت کے لئے ہے۔ ؎

لرزجاتا ہوں گر دل میں خیال ناصواب آیا

سمجھتا ہوں معاذ اللہ کوئی تیر شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشہ بد کوئی نہیں دیتا گویا یہاں تیر شہاب کی روشنی میں صاف صاف

نظر آیا ہ

سحاب تیرہ لیکر خیمہ مشکین طناب آیا

اور اس ظلمات مین لے آئینہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب مبتذل سا استعارہ ہی جام شراب سے گریبان ظلمات مین آفتاب کا [illegible] رکھتا ہے ۱۲ ہ

شب غم مین ستارون کے [illegible] حساب آیا

کہ مین گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

میری اختر شماری سے تارے تبنگ آ گئے ہین ۱۲

عبث کی گردش افلاک نے گہوارہ جنبانی

نہ دل ٹھہرا، نہ غم بہلا، نہ موت آئی، نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے مین دونون طرح کی [illegible] ہوتے ہین ملحوظ و غیر ملحوظ ۱۲

نکل اے جان مضطر مین بھی ہون اب احسان تیرا

ٹھہرائے عمر رفتہ مین بھی تیرے ہمرکاب آیا

ہمراہ، اب ہم، مین کہلا کہلا آتا قریب ہے لیکن مجھ سے [illegible] ہوسکا کہ اس شعر کو نکال [illegible] اولن ۱۲

ہنسی آئی، حیا آئی، چڑھی تیوری یہ مین حیران ہون

یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری یہ مجھ پر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی کسے عتاب آیا اس کا کوئی ذکر ہی نہین، مسند الیہ جملہ کی جان آدمی کو حذف کر دیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے ۱۲

اٹھایا زیر خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے ۔ نہ بسمل کی پلک جھپکی نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب اگر کوئی سمجھے کہ یہاں خنجر اور بسمل وقاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہیں غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے ؎

مقصد ہے ناز وغمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینوں کی — کہ مرنے کی مرادین مان کر عہد شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے ضرورت شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا جائے ۱۲

ہر نو کے اشارے سے یہی مطلب نکلتا ہے
کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے یہی اس کا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا بہت جلد جانے والا ہے، رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے اسقدر مبتذل ہو گئی ہے کہ اس مین کچھ لطف نہین رہا ۱۲

نجانے طاقت رفتار کیا کہتی ہے جھک جھک کر
مین اب جھک جھک کے چلتا ہون کہ سنلون کیا جواب آیا

جھک جھک کے چلنے کا سبب یہ ہے کہ مین سننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف سے جواب آیا ؎

اثر یہ ہے خلوص قلب کا رندان بیکش کے
دعا کو جب اٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوص قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گناہون سے بھی اسے ضرر نہین پہونچتا شعرا ہمیشہ سے اس مذہب

کی تائید کرتے آئے ہین ؎

جواہر ریز ہو گردون طرب انگیز ہے ہامون
شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوت مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہو جیسے یاقوت گداختہ ۱۲

فلک زیر فلک ہو کائنات اس بزم ہستی کی
خُم عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی اس سے پیمانہ و مے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شب غم مین
اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ اس طرح سے "نہین کہتے" اس مین سے "کو زائد سمجھتے ہین" اس سے مجھے اتفاق نہین ہے ۱۲

نہ جا میخانہ مین اے نظم ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہو کے سرشار و سیہ مست و خراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہو تو یہی قرینہ ہو اس بات کا کہ اس مین استعارہ ہو یعنی میخانہ مین جانے سے لذت دنیا مین منہمک ہونا مراد ہو اور خراب ہونا استعارہ ہو برے نتائج سے جو انہماک لذت سے پیدا ہوتے ہین ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

نظم طباطبائی - بازار نور خان
حیدرآباد دکن ۲۶ جنوری ۱۹۲۵ء

شعبۂ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد دکن

۷۔ فروری ۱۹۲۵ء

حضرت صفدر صاحب شفیق کرم فرما تسلیمات

طرح کی غزل کو آپ نے بہت پسند کیا اور حد سے زیادہ داد مجھے دی، ڈرتا ہون کہین ایسا نہو کہ یہ خیال میرے دماغ مین بھی نہ سما جائے۔

آپ کی دونون غزلین مین نے پڑہین اچھے اچھے عاشقانہ شعر قلم سے ٹپکے ہوے معلوم ہوتے ہین، اور وہ تصنع سے پاک ہین۔ غزل مین سب کا حصہ ہی، کچھ واقعہ نگاری مین مفصل حال لکھتا ہی قلم سے جو شعر ٹپکے نہین وہ ہمیشہ بے لطف ہوتا ہی جس شعر کے متعلق شاعر کو خود شک ہو کہ یہ کچھ لطف رکھتا ہی یا نہین اکثر وہ شعر بے لطف ہی ہوتا ہی یہ مصرع

پڑی ہی خاک جنپر وہ مرقع دیکھے جاتے ہین

بالکل صحیح ہی۔ لفظ دلکش بہی صحیح ترکیب رکھتا ہی اس کے لئے سند کی ضرورت نہین ہان صحیح لفظ ز خود رفتگی ہی، لیکن اساتذہ اگر خود رفتگی کو نظم کر چکے ہین تو انکی سند کافی ہو جائے گی، امیر مرحوم کا مصرع شاید یون ہی۔

مرتی دیوار کو وہ دے گئے چھلا نشانی کا

یعنی میرے خانۂ تن کی دیوار گرنے والی تھی اُنہون نشانی کا چھلا اس دیوار مین دیکر سنبھال لیا۔ جب دیکھتے ہین کہ دیوار کمزور ہوگئی ہی تو ایک تہ اینٹ چونے کی اُس پر چڑہا دیتے ہین، شائد معمار اسی کو چھلا دینا کہتے ہین۔

یاد بخیر جناب حکیم دانش صاحب کو میری طرف سے سلام شوق پہونچا دیجیے گا۔

نیازمند

علی حیدر طبا طبائی

سید محمد نصیر الدین احمد صاحب تمنا کا خط حضرت زاہد کے نام

۱۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

جانشین گنج الہ آباد

ڈیر زاہد صاحب، سلامٌ علیکم۔ آیئے عید مل لیجیے، مبارک باشد، بھائی معاف کرنا رمضان المبارک کی وجہ سے جواب نہ دے سکا، اب عید کا قُل ہو گیا، مگر موسم لاابالی ہونے کی وجہ سے اُبالی سیویوں سے اس مرتبہ قطعی پرہیز کیا گیا، البتہ ضعف و نقاہت سے سیویوں سے زیادہ باریک ہو گیا ہوں، مصمم قصد تھا کہ رمضان المبارک میں آپ کو خط لکھ کر دل بہلاؤں مگر خدا نے بڑی خیر کی کہ میں نے خط نہ بھیجا ورنہ جیسے مرزا صاحب غفران مآب کا خط آپ نے لعبتان کوہسار کے ہاتھوں میں یکے بادیگرے تھما دیا تھا اسی طرح تمنا علیہ الرحمۃ کا بھی بطور فطاری اُن کے نازک نازک ہاتھوں میں تھما دیتے تو اُن کے حق میں تو "ہم خرما و ہم ثواب" ہو جاتا مگر یاروں کا روزہ تو بالکل ہی نامکروہ تحریمی ہو جاتا۔ جل جلالہٗ و جل شانہٗ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرا قلم اس مبارک ماہ میں نہ اٹھا۔ کیونکہ اللہ میاں کے یہاں جب ہم تم بچی تو اس وقت کوئی کام نہ آتا، لعبتان کوہسار مجرے کے بہانے اور مرزا صاحب دورہ کے حیلہ اور آپ دفتر کے حوالہ سے کنائی کاٹ جاتے۔ اُس وقت افطاری کی کوری کوری پیالیاں مجھ غریب کے سر پہ توڑی جاتیں، کسی معصوم کا مقدمہ تو تھا نہیں کہ چار سو روپیہ

خرچ کرکے جان بچنے کی امید ہوتی، خیر خدا نے جو کچھ کیا بہتر کیا، آیندہ بھی خیریت ہے۔
کیوں بھی اونچی جگہ ہو بکر آپ بلا مشورہ ڈیکل بورڈ ہین خوب مزے اڑا رہے
ہین۔کم سے کم مرزا صاحب کو تو تار پر بلایا ہوتا، آپ کو تو گھر بیٹھے مفت لعبتان کوہسار
میسر ہین، یہان کہان مسی زکام ہین علاج کے لئے لعوق سپستان بھی میسر نہین۔
اچھا بھیا روزون کے نطرے کا اناج انہین جنت کی قمریون کو خوب کھلاؤ تاکہ
جنت مین بھی یہ تمھارے کام آئین۔ آہ زاہد ؎

مل جائے گا موقع جو کبھی دادرسی کا
اللہ سے زاہد تری فریاد کرین گے

مرزا صاحب عنقریب بمبئی نہضت فرما ہونے والے ہین اور وہان گناہون کا استنجا سمندر
مین پاک کرکے واپس آئین گے۔ غالباً اس وقت تک آپ بھی لیڈی اسٹک لئے
الہ آباد مین گھومتے نظر آئین گے، یہان ہیضہ کا آج کل بہت زور ہے نامی آدمیونکو
پچھاڑ ڈالا چنانچہ شیخ عبدالصمد صاحب رئیس و شاہ حاجی جان صاحب پدر بزرگوار ارشد
صاحب و عبدالحمید صاحب برادر نواب عبدالمجید صاحب و میر واحد علی صاحب برادر نسبتی بیرسٹر
صاحب چودہری جمال الدین صاحب، اب اور نام یاد نہین آتے تکیہ دار سے دریافت کرکے
فہرست نوتی ارسال کرونگا شائد اللہ میان کے یہان یکم اکتوبر کو زبردست پنچایت ہونے
والی ہے، جمنا مشن کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ریون صاحب بھی راہی ہوگئے یہ شاید پریسیڈنٹ
بننگے جنت نے وہان کس مسئلہ پر بحث ہونے والی ہے اور وہان دو ایک نامی شاہدان بازاری کی
اوٹنگ ہوگئی ہین دہان کانفرنس کے بعد گانے بجانے کا بھی جلسہ ہوگا اس جلسہ کے اہتمام کیلئے
کالکا دین وہان پہلے سے موجود ہین۔ زیادہ والسلام۔ تمنا

جناب مولوی نورالحسن صاحب نیر خلف مولینا محسن کاکوروی کا خط قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

بندہ پرور زاد لطفہٗ تسلیم! ذالانامہ صادر ہوا جناب کی ناسازی مزاج دریافت کر کے قلق ہوا، خدا کرے اب صحت درست ہو۔ آمدن آپ کی زیارت اتفاقیہ مجکو نصیب ہوئی وہ چند ہی منٹ کی کیون نہو، لیکن وہی سمان آنکھون کے سامنے ہے اور دل جو ایسے ذی علم حضرات کی ملاقات کا شیدائی ہے، آپ کی عنایت و محبت کا بندۂ بے دام ہو گیا ہی، لغت کا کام اوقات فرصت مین برابر جاری ہے۔ اللہ تعالی تکمیل کو پہونچا سے ہندوستان کے ہر حصے سے لغت کی طلب مین خطوط آ رہے ہین۔ اور جی چاہتا ہو کہ پہلا حصہ جلد شائع کر دیا جائے۔ لیکن کاغذ کی گرانی ہمت پست کئے دیتی ہو جنگ یورپ کے ختم ہونے سے پیشتر اسکی اشاعت مناسب نہین ہو۔

گورنمنٹ اور والیان ملک سے اس زمانہ مین قدردانی کی کوئی امید نہین ہے پیشہ کی مشغولی لغت کے کام مین خلل انداز ہو۔ محاورات مع اسناد حرف ی تک لکھے جا چکے حرف با بالکل مرتب ہے۔ بقیہ حروف کی باری آگئی۔ محاورات اردو کے اردو مین معنی لکھنا اور ترتیب دینا آسان کام نہین ہو، زیادہ وقت اسی کام مین صرف ہوتا ہی، مین نے کوشش کی ہی کہ فارسی کے مقولے محاورات اور امثال جو اردو زبان کا جزو ہو گئے ہین حتی القدور چھوٹنے نہ پائین مثلاً "بریش قرش" "باید و شاید" "برات عاشقان بر شاخ آہو" وغیرہ وغیرہ

نیازمند نورالحسن نیر کیل

دلِ بیتاب کی اُس بُت کو خبر ہو کہ نہین
میرے نالون مین خدا جانے اثر ہو کہ نہین

جسکی رگ رگ مین کھٹک ہو وہ بتائے کیونکر
دردِ دل ہو کہ نہین دردِ جگر ہے کہ نہین

تم نڈر ہو کے ستم ڈھاتے ہو میرے دل پر
یہ سمجھتے نہین اللہ کا گھر ہے کہ نہین

غیر کے بننے بگڑنے سے مٹا جاتا ہے
دلِ نادان تجھے اپنی بھی خبر ہو کہ نہین

گنبدِ خضریٰ مین آرام سے سونے والے
اپنے نیّر کی تجھے کچھ بھی خبر ہے کہ نہین

جناب محمد ہادی صاحب بی اے ہادی مچھلی شہری کا خط مولانا عثمان

جعفری ایم اے کے نام

میرے قدر شناس عزیز! محبت نامہ پہونچا، آپنے جن سچے جذبات کا اظہار فرمایا ہو انکے شکریہ سے میری زبان قاصر ہو میرے خیال مین اس شخص سے زیادہ جس کی اسکے اعزہ اور اہلِ وطن قدر کرین خوش قسمت نہین کیونکہ اس مصرع کی صداقت کو۔ع

لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑ کر

پیش نظر رکھتے ہوے اس بات کی بہت کم اُمید کی جا سکتی ہے، آپ کے اظہار خلوص نے میرے دل کو گھنٹون بےچین اور مضطرب رکھا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا آج میری محنت ٹھکانے لگی! مجھے خدا نے خلقتاً ایک پُر درد دل عنایت فرمایا ہے اور میری شاعری اسی کے درد انگیز جذبات کی ایک تصویر ہے! میرا مقصد شاعری سے صرف اسقدر رہا کہ خود رو رو کر اور دوسرون کو رُلاؤن، اگر یہ مقصد حاصل ہو تو مین خود کو کامیاب سمجھون گا ورنہ کچھ بھی نہین

جس غزل کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اس زمین میں میری دو غزلیں ہیں مجھے اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں بلکہ بعض اوقات تو خیال ہوتا ہے کہ یہ سر و پا اشعار اس قابل بھی ہیں کہ کوئی انکی جانب متوجہ ہو۔

غزلوں کا بہت کافی ذخیرہ میرے پاس جمع ہو گیا ہے آپ خود غور فرمائیے اور دیگر ارباب نظر کو بھی دکھائیے۔ اگر آپ کے خیال میں میری بکواس کسی قابل ہو تو اس کی اشاعت کا انتظام کر دیں ورنہ اس دفتر بے معنی کو سپرد خاک کر دوں۔

میرے قدر شناسوں میں سے ایک صاحب حکیم الطاف احمد آزاد سہارنپوری حیدرآباد تشریف لیگئے ہیں اور غالباً اپنے صاحبزادے حکیم احسان احمد کے ساتھ مقیم ہیں افسوس مجھے انکا پتہ معلوم نہیں شاعری میں ایک خاص رنگ کے موجد اور بڑے پائے کے استاد ہیں اگر انکا پتہ مل سکے تو ان سے ضرور ملیے گا اور میرا تذکرہ کیجئے گا۔

آپ کے اظہار خلوص کے شکریے میں چند غزلیں روانہ کرتا ہوں اگر آپ چاہیں تو ان غزلوں کو کسی اخبار یا رسالہ میں شائع کرا سکتے ہیں اور اگر فرصت ملے تو مع تنقید و تبصرہ ورنہ یونہی سہی۔

کبھی کبھی بذریعہ خط و کتابت یاد فرمالیا کیجئے۔

آپکا دور افتادہ ہم وطن خاکسار ہادی

۱۳- دسمبر ۱۹۶۲ء از علیگڈھ

جناب حکیم سیّد ولایت حسین صاحب وصل بتیوی کا بقیہ خط

حضرت زاہد کے نام

(سلسلہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۴ و ۱۹۵ حصہ اول اڈیشن دوم)

المورخہ ۲۰- جون ۱۹۰۶ء

اس وقت اِن کے خم معدہ مین درد تھا، مجھ سے کہا مین نے مذاقاً نہین کہا تھا کہ آپ میرا علاج کرسکتے ہین بلکہ واقعی میرے پیٹ مین درد ہو رہا ہے، مین نے اصرار کرکے پیٹ کھلوایا اور مقام درد دیکھ کر ایک سفوف اور دو گولیان درد کی کھلائین، خدا کی عنایت شامل تھی فوراً درد موقوف ہوگیا، اس کا لمبے چوڑے الفاظ مین شکریہ ادا کیا گیا چونکہ اثنائے گفتگو مین ان کو معلوم ہوا تھا کہ انکو شتہا ہے، ٹوکری سے پانچ سیب نہایت اعلی نکالے اور یہ کہکر میری طرف بڑھا دیے (یہ کسی خوبصورت چہرہ کے دو نمودار حصہ کے نمونے ہین) مین نے فوراً سیبون کو بیباکی سے چوم لیا، اسپر شرما کے آنکھین نیچی کرلین، لیکن مسکراہٹ کا انداز بتا رہا تھا کہ میری یہ حرکت اُن کو ناگوار نہین گزری بلکہ ایک حد تک میری حاضر جوابی سے خوش ہوئین، پھر انھون نے عجیب عجیب صورت اور ذائقہ کے اکثر میوے مجھے دیے کہ بعض مین نے انہین سے ہندوستان مین کھائے تھے اور بعض کو دیکھا اور سُنا بھی نہ تھا۔ بعد اسکے ایک [illegible] مجھے ایسی مٹھائی کا دیا جسکو مین نے ذائقہ مین نہایت خستہ بالوشاہی کے قریب قریب پایا۔ آخر مین ایک گلاس برف کا پانی بھر کر اُس مین ڈبیہ سے ایک سفوف سفید رنگ کا چھوڑ دیا جس سے پانی قند کے شربت سے زیادہ شیرین اور خوش ذائقہ ہوگیا، مطابق اُن کے بیان کے یہ ایک پھل کا سفوف ہے جسے پنجاب مین رؤسا و اُمرا

بعد غذا اکثر اور کبھی غیر وقت غذا پیتے ہین۔ مین اُن کی ہر عنایت پر سیٹ سے اُٹھکر فراشی سلام کرتا تھا، غالباً میری یہ ادائین اُن کو بہت پسند آئین۔ کیونکہ وہ کوشش کرتی تہین کہ مین متواتر وہ ادائین انکو دکہاتا رہون سب عنایتون کے بعد میلے کاغذ کے سُنہرے ڈبل سگرٹ دیے وہ بھی نہایت خوشبودار اور خوش ذایقہ پائے گئے۔

ان سب صفات خداداد پر مذاق شاعری نہایت ستھرا اور پاکیزہ ہو مجھ سے شعر پڑھنے کی فرمایش کی اور سُنکر ایسی عمدہ داد دی کہ جی خوش ہوگیا۔

.... کہنے لگین کہ مین آپ سے خط وکتابت تو نہین کرسکتی لیکن کبھی الہ آباد آسکتی ہون اور نہایت آزادی کے ساتھ مل سکتی ہون۔ مین نے اُنکی نوٹ بک مین آپ کا نام اور پتہ اور عہدہ لکھوا دیا ہے۔ پھر میرے اظہار محبت مین اور اُن کے اظہار خلق مین جو مزیدار گفتگو ہوئی وہ لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا زبانی کہون گا لیکن خلاصہ کلام لکھتا ہون، اُن سے مطلب اخذ کیجیے گا، اثنائے گفتگو مین حقیقت مین عمداً لیکن بظاہر ایک عالم محویت کا اظہار کرکے انہین کی سیٹ پر جا بیٹھا، پہلے جھجکین لیکن مجکو از خود رفتہ یا جو کچھ سمجھکر تعرض نہ کیا، مین نے بڑی بہادری کی یہ کہا کہ مجکو آپنے اپنا خادم بنایا چھوڑنے کو کسی طرح جی نہین چاہتا۔ اس پر مُسکرا کر جواب دیا کہ یہ میری صورت کی کشش ہے لیکن مجھے آپ سے کیون اُنس ہوگیا، مین نے کہا کہ میرا دلی تعلق اور اصلی خوشامد یہی سبب ہوا، کہنے لگین سچی قسم کہائیے، مین نے شدید قسمین کہائین، اس پر ایک ذرا سا تامل کیا اور کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مین ایک باعصمت عورت ہون، مین نے جواب دیا میری نظر مین آپ کی عصمت آپکے یقین سے بہت زیادہ ہے ورنہ مین بے قرار ہوتا، بات ٹال کر کہنے لگین کہ آپ کو اگر اس مضمون کا جس مین (عصمت) کے متعلق کسی شاعر نے

کہا ہو اگر یاد ہو تو سنائیے۔ مین نے فوراً ہی یہ شعر پڑھا ؎

عصمت یوسف نے اچھا گل کھلایا مصر مین

چاک دامانی سے پیدا پاک دامانی ہوئی

اس شعر پر مسکرا کر داد دی، اور ساتھ ہی اس کے یہ فقرہ بھی کہا کہ پھر آپ سے ملنے کی کیا صورت ہوگی مین صورت تصویر خاموش رہا کہ خود ہی یہ فرمایا، اچھا آپ کراچی آئیے کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ، مین نے اقرار کیا پھر کہا آپ واپسی مین نینی تال آئیے، مین نے اس کا بھی قرار کیا، پھر مین نے اصرار کیا کہ نینی تال سے واپسی مین الہ آباد ضرور آئیے۔ اقرار کیا کہ حتی الامکان اب آخری سین مخدوش جس کا خطرہ ظاہر ہوتے ہوتے رہ گیا، افوہ، کیا لکھون، خیر لکھ ہی دون، انگڑائی لیکر کہنے لگین، آپ کے زانو پر سر رکھدون، مین نے نہایت شوق ظاہر کر کے دبی زبان سے کہا کہ اگر دل زیادہ بے قرار ہوگا تو مین بوسہ لیلون گا۔ کہنے لگین کہ نہ ایسا نہ کیجیے گا اس سے ایک حد تک میری بے عفتی اور آپ کی بد طینتی ثابت ہوگی، مین نے کہا مین یقین دلاتا ہون کہ مین تعظیمی بوسہ دون گا اس سے آپ کی بے عفتی اور میری بد نیتی نہین ہو سکتی، یہ امر زیر بحث ہی تھا کہ آنہر کا اسٹیشن آگیا اور اُن کے دیور صاحب آگئے مین کھڑا ہو گیا لیکن اُنھون نے نہایت متانت سے گجراتی زبان مین اُس سے کچھ کہا اور مجھ سے فارسی مین کہا کہ اب آپ کسی جگہ مجھ سے مل کر جب تک مین مخاطب نہون کوئی بات نہ کیجیے گا، مین حیرت کے ساتھ گاڑی سے اُتر کر اپنے سونے کمرے مین آگیا ؎

کر کے بسمل وہ مجھے چھوڑ گئے

ایسے ملنے سے نہ ملنا اچھا

۹ بجے شب کو بریلی پہونچے وہ مین نظر نہ آیا ساڑھے ۱۰ بجے وہان سے روانہ ہو کر کاٹھ گودام سے

پہلا اسٹیشن لعل کنوان ہو وہان نظارے خوش گذرے پر اکتفا کی گئی لیکن کاٹھ گودام میں پانچ بجے سے پونے ۸ بجے تک دیدار کا لطف رہا پھر وہ ایک تانگے پر سوار ہوکر راشتہ ۹ دن میں خدا حافظ کہکر رخصت ہوگئیں اور ہم یہاں کلیجہ تھام کر رہ گئے - پھر ہم بھی وہان سے ڈانڈی پر سوار ہوکر روانہ ہوے، راہ کا حال پھر لکھونگا - میرے سب ملنے والون کو میرا بہت بہت سلام کہئے گا - اور جو خواہش کرین اُن کو میری دُکھ بھری داستان یعنی میرا خط سُنا دیجئے گا -

نھنے نواب عفی عنہ

جناب سلطان احمد صاحب واقف بسوانی کے خطوط مولف کے نام

۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۵ء لکھنؤ

اب کے بہار آنے سے ایسی ہوا چلی ٹوٹی وہ شاخ جسپہ مرا آشیانہ تھا

مائی ڈیر صفدر، سلام شوق! ایسی اُفتاد پڑی کہ مجبوری سے وہ دوکان چھوڑنا پڑی اور اس وقت تک دوسری دوکان نہیں ملی، میں خانہ بدوش تھا اور اب تک ہون، اتفاق سے آپکا کارڈ لایا گیا غالبًا مجھے تلاش کر کے واپس جائے، معاف کرنا جس وقت لکھنؤ مین قیام ہوا انشاء اللہ اشاعت کی کوشش کرونگا کتاب مین نے دیکھی ہے، اُردو لٹریچر کی جان ہے، بھائی ریاض خیرآبادی مین ایک پرچہ نکلیگا، اس طرح مین فوراً غزل بھیجیے - مصرع جگر میں چٹکیاں کیا کیا تمہارے ارمان لیتے ہیں -

۲۱ - جولائی سنہ ۱۵ء امین آباد پارک نمبر ۲۲ کا بالاخانہ

صفدر صاحب السلام علیکم! سنتے ہین آپ قمر الناظرین مین ہین، آپکے دوست شاکر صاحب ایکدن کہہ گئے تھے اگر سچ ہو تو کبھی کبھی تشریف لایا کیجئے، بہت سی تازہ غزلیں سُناؤنگا، بلد آئیے تو اچھا ہے فصل گزری جاتی ہے - باقی زبانی میرا حال بھی میری زبانی - نیازمند سلطان احمد

جناب سید محمد افضل صاحب ضیا وقف الہ آبادی کا خط مؤلف کے نام

محسنی حضرت صفدر صاحب مرزاپوری اطال اللہ عمرہ بالعز والقدر

سلام شوق قبول ہو۔ میری اس بے تکلف اور غیر متعارفانہ تحریر پر آپکو تعجب تو ضرور ہوگا اور کیوں نہ ہو حقیقتہً میں ایک گمنام شخص ہوں، شعر و شاعری اسقدر جانتا ہوں کہ دنیائے سخن میں میرے افکار کا عدم و وجود برابر ہے، اردو کی خدمت کے قابل نہیں اور بدقسمتی سے مکروہات دنیوی کے مصائب ناخوشگوار میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ سے بادیہ پیمائی کے لئے اہل زبان اور اہل وطن سے سیکڑوں کوس فاصلہ پر علاقہ بھوپال کے ایک گوشہ دہ مقام قصبہ لٹائین میں پڑا ہوں۔ چند سال بھوپال خاص میں رہنے کا ضرور اتفاق ہوا اور وہاں کچھ روز حضور احمد حضور نعیمی مرحوم و مکرمی جناب محوی و مہر جیسے مخلص احباب کی خدمت بھی کی۔ دائرہ ادبیہ بھوپال کی ایک چھوٹی انجمن بھی محوی صاحب کی سرپرستی اور توجہات سے بڑی پُر رونق رہی لیکن حضور نعیمی کے اٹھتے ہی گویا مذاق کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ مشاعرے وہ احباب کے جلسے جاتے رہے اور جب سے محوی صاحب نے لکھنؤ میں قیام فرمایا ہے وہ باتیں خواب و خیال ہو گئی ہیں مجھے بندگی بیچارگی نے لٹائین آنے پر مجبور کیا یہاں جب سے آیا ہوں مشاغل علمی سے بھی دست بردار ہو جانا پڑا ہے۔ کوئی ہم مذاق ہے نہ ہم خیال۔ بقیہ زندگی کے دن ایک لطفی سے بسر کرنے پڑے ہیں۔ محوی صاحب سے اکثر میں نے آپکے حسن اخلاق وغیرہ کی بیحد تعریف سنی اور مشتاق رہا کہ کبھی آپکی زیارت سے شرف اندوز ہوں لیکن آجتک یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ ایکدن اپنے مکرم و محترم مولوی محمد عثمان صاحب جعفری مچھلی شہری کی خدمت میں حاضر تھا صاحب موصوف نے تذکرۂ احباب کے سلسلہ میں دلکو بیتاب کر دینے والے حسرت بھرے مضامین کا ایک خط جو انکے پاس آپنے بھیجا تھا اور جسمیں اپنی اہلیہ مرحومہ اور بچہ کی دائمی مفارقت کے صدمہ کا اظہار فرماتے ہوئے کچھ اشعار تحریر فرمائے تھے مجھے ... کر دیا خط کیا ایک نشتر غم تھا جسکے درد انگیز الفاظ نے دل کے ٹکڑے کر دیئے اُسوقت سے مجھے اور زیادہ شوق پیدا ہوا کہ دست بذریعہ تحریر ہی شرف تعارف حاصل کروں، آپ میرے ملک کے رہنے والے نہیں جبکہ ہوں بھی ہیں اور بحمد اللہ آپ اپنے فن کے ایک اچھے رکن سمجھے جاتے ہیں اسلئے اسقدر تکلیف دینے کی جسارت ہوئی معاف فرمایئے گا۔

آپنے اپنی تالیف لطیف "نشاط سخن" کی ایک جلد مولانا کے پاس بھیجی تھی جسکو انکی بھوپال سے واپسی تک اپنے پاس رکھ کر دیکھنے کی شرط میں نے ان سے حاصل کر لی ہے اور دیکھ رہا ہوں۔ واقعی ان اصلاحی مسودات جیسے جواہر پاروں کے جمع کرنے میں آپکو بڑی دقت پیش آئی ہوگی اور ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہونیکا فخر نشاط سخن کو حاصل ہونا آپکی بلند خیالی کا یہ ثبوت پیش کر رہا ہے، بزم خیال مرقع ادب کے دیکھنے کا بھی اشتیاق ہے، براہ کرم اپنی غزلیات میں دو چار شعر ہی مرحمت فرمائیے بہت مشتاق ہوں۔ فقط ۲۲ اگست سنہ ۳۶ء آپکا سچا خیر اندیش سید محمد افضل ضیا وقف الہ آبادی۔

ختم شد